عصر حاضر کے نوجوان طلباء میں مذہب سے دوری کے اسباب و اثرات کا جائزہ

مقالہ نگار

عمر مسعود

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

جون، 2022ء

عصر حاضر کے نوجوان طلباء میں مذہب سے دوری کے اسباب و اثرات کا جائزہ

مقالہ نگار

عمر مسعود

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

جون، 2022ء

عصر حاضر کے نوجوان طلباء میں مذہب سے دوری کے اسباب و اثرات کا جائزہ

مقالہ نگار

عمر مسعود

یہ مقالہ ایم فل علوم اسلامیہ کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا ہے

ایم فل علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

© عمر مسعود، 2022ء

بسم الله الرحمن الرحيم

م ١٤٢٠

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، فیکلٹی آف سوشل سائنسز

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: عصر حاضر کے نوجوان طلباء میں مذہب سے دوری کے اسباب واثرات کا جائزہ

Review of the causes and effects of distance from religion in contemporary young students

Asr e hazir kay nojwan tulaba mein mazhab se doori kay asbaab o asraat ka jaiza

نام ڈگری: ایم فل علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: عمر مسعود

رجسٹریشن نمبر: 1642MPhil/IS/F18

ڈاکٹر ارم سلطانہ
(نگران مقالہ) ______________ دستخط نگران مقالہ

ڈاکٹر نور حیات خان
(صدر، شعبہ علوم اسلامیہ) ______________ دستخط صدر، شعبہ علوم اسلامیہ

پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان
(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ______________ دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

بریگیڈیر سید نادر علی
(ڈائریکٹر جنرل نمل) ______________ دستخط ڈائریکٹر جنرل نمل

تاریخ: ______________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں ______عمر مسعود______ ولد ______خالد مسعود______

رول نمبر ______MP-F18-IS-404______ رجسٹریشن نمبر: 1642MPhil/IS/F18

طالب علم، ایم فل، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان: عصر حاضر کے نوجوان طلباء میں مذہب سے دوری کے اسباب واثرات کا جائزہ

Review of the causes and effects of distance from religion in contemporary young students

<u>Asr e hazir kay nojwan talaba mein mazhab se doori kay asbaab o asraat ka jaiza</u>

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **<u>ڈاکٹر ارم سلطانہ</u>** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: ______عمر مسعود______

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

(ABSTRACT)ملخص مقالہ

Review of the causes and effects of distance from religion in contemporary young students

It is an undeniable fact that religious clerics failing in providing solutions to modern day problems in the light of Quran and Sunnah and not portraying Islam as a religion of all times and places has had its fair share in distancing modern day youth from religion. Globalization, evolution of Social Media, technological advancement and modernism also have had their toll on the moral compass of the youth already striving to find a workable solution to maintaining a balance between their religious and modern values. Bearing in mind the role a productive and pro-active youth plays in a nation's progress, the research explores social, cultural, academic, and religious domains of our youth's dilemma and concludes that all the stock holders of the society are to blame for the adversity. The research recommends that in order to make our youth strong and skillful and thus enabling it to tackle the challenges of modern-day advancement, all the stake holders of the society i.e. individuals and organizations need to collaborate. Recommended measures include the basics such educating parents, teachers and youth about the technological advancement, its pros and cons. as well as the advanced measures like revising the curriculum, etc. Research makes the concluding note that if the matter not taken seriously now, will yield outcomes that would be not be acceptable to anyone and also that if our young population is let on its own, we will be shrunken to a lost chapter among many in the history scrolls.

Key words: *Islam, globalization, social media, troubled youth, moral compass*

فہرستِ عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	مقالہ کی منظوری کا فارم(Thesis Acceptance Form)	I
2	حلف نامہ(Declaration)	II
3	ملخص مقالہ(Abstract)	III
4	فہرست عنوانات(Table of Contents)	IV
5	اظہار تشکر(Acknowledgements)	VI
6	انتساب(Dedication)	VIII
7	مقدمہ	1
8	**باب اول: مذہب سے دوری کا رجحان اور اس کا پس منظر**	6
9	فصل اول: مذہب سے دوری کا رجحان	7
10	فصل دوم: مذہب سے دوری کے رجحان کا پس منظر	12
11	**باب دوم: مذہب سے دوری کے اسباب**	28
12	فصل اول: سوشل میڈیا	29
13	فصل دوم: اخلاقیات کا فقدان	40
14	فصل سوم: معاشرت، معیشت، اور مادیت	52
15	**باب سوم: مذہب سے دوری کے اثرات**	66
16	فصل اول: علمی و فکری اثرات	67
17	فصل دوم: سماجی اثرات	78
18	**باب چہارم: نوجوانوں کو مذہب کی طرف راغب کرنے کا لائحہ عمل**	96
19	فصل اول: پیش آمدہ مسائل میں رہنمائی	97
20	فصل دوم: تعلیمی رہنمائی	106
21	**نتائج**	120
22	**سفارشات**	121

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23	فہرست آیات کریمہ	123
24	فہرست احادیث مبارکہ	127
25	فہرست مصادر و مراجع	132

اظہارِ تشکر

الحمد لولیہ والصلوۃ علی نبیہ وعلی الہ واصحبه المتادبین بادابه اما بعد!

تمام تعریفات اللہ رب العزت کے لیے ہیں، جس نے اس کارخانائے عالم کو وجود بخشا۔ جس نے حضرت انسان کو اشرف المخلوقات پیدا کر کے "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" کا تاج پہنایا اور انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے مکرم و معظم ہستی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر قرآن مجید نازل کر کے اس دنیائے جہان کے لوگوں کو رہن سہن کے آداب کے ساتھ ساتھ اسلامی، معاشرتی اصول بھی سکھائے۔ آپ ﷺ پر درود وسلام ہو جو دونوں جہان کے لیے رحمت العالمین ہیں۔

اللہ تعالی کا یہ بھی احسان عظیم رہا کہ اس مقالے کے ابتدائی مرحلے سے لے کر آخری مرحلے تک "ڈاکٹر ارم سلطانہ، شعبہ علوم اسلامیہ نمل، اسلام آباد" کی خصوصی شفقت اور توجہ مجھے حاصل رہی انھوں نے انتہائی دیانت داری کے ساتھ ضروری علمی اور فنی مہارت سے میری راہنمائی فرمائی۔ جنہوں نے ہر مشکل گھڑی میں بھی اپنی طاقت سے بڑھ کر میری علمی رہنمائی کی۔ یہ میری خوش قسمتی ہے مجھے ان جیسی استانی میسر رہی لہذا میں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور ان کا ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے اپنے انتہائی مصروفیت کے باوجود مجھے وقت فراہم کیا۔ میں ان لیے دعا گو ہوں اللہ رب العزت دنیا و آخرت میں انھیں اجر جزیل عطا فرمائے آمین۔

میں اس موقع پر اپنے مادر علمی ادارہ علوم اسلامی اسلام آباد اور اپنے اساتذہ اکرام کا بھی بے حد ممنون و مشکور ہوں کہ جنہوں نے مجھ ناچیز کو اس قابل بنایا کہ میں اتنی بڑی کامیابی حاصل کر سکا۔

میں الندوہ لائبریری کے صدر جناب مفتی سعید احمد صاحب، ناظم جناب ندیم اقبال صاحب اور دیگر لائبریری عملہ کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے کتب کی فراہمی میں حتی الامکان مدد کی اللہ تعالیٰ ان کی کاوش کو قبول فرمائے۔

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز کے شرف اور فضل کا اعتراف نہ کرنا علمی ناقدری کی علامت ہو گی جس مادر علمی کی وجہ سے مجھے ایم فل کا تحقیقی کام کرنے کا موقع ملا اس سلسلے میں شعبہ علومِ اسلامیہ کے اساتذہ کرام خصوصیت کے ساتھ جذبات تشکر کے مستحق ہیں جن میں سرفہرست ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز محترم ڈاکٹر مستفیض احمد علوی صاحب کا میں دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں، نیز شعبہ علوم اسلامیہ کے تمام اساتذہ، لائبریریوں کے عملے، دوستوں کا احسان مند ہوں جنھوں نے اس کاوش کے دوران کسی نہ کسی انداز سے میری مدد کی۔

آخر میں اپنے بہن بھائیوں، اہلیہ کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ جو ہمہ وقت جانی ومالی قربانی کیلئے تیار رہے اور مشکلات میں لڑکھڑاتے قدموں کو سہارا دیا۔

آخر میں اللہ کے حضور دعا گو ہوں کہ میری اس ادنیٰ سی کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین!

عمر مسعود

ایم فل علوم اسلامیہ

انتساب

میں اپنی تحقیقی و علمی کاوش اپنے واجب الاحترام والدین اور اساتذہ کرام کے نام منسوب کرتاہوں جن کی دعائیں اور تربیت میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔اور جن کی محنت اور دعاؤں کی بدولت میں نے اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔

مقدمہ

تعارف موضوع (Introduction of the topic)

مذہب اور اسلام سے دور ہونے کی وجہ سے آج کا نوجوان نسل اخلاقی بگاڑ کا شکار ہے۔ مغربی آزاد خیالی اور روشن خیالی، ترقی اور ماڈرن ٹیکنالوجی کے نام پر یلغار کے سامنے آج کا نوجوان بے بس نظر آرہا ہے اور انہی چیزوں کو مقاصد بنا کر دین اور مذہب کو پس پشت ڈالا ہوا ہے۔

نوجوان نسل کی مغرب پرستی، تہذیب و ثقافت سے بیزاری اور الیکٹرانک و سوشل میڈیا پر اسلام مخالف مہم جوئی اور بے راہ روی نے آج کے نوجوان کے ذہن میں بھی دین اسلام اور مذہب کے لیے وہی سوالات پیدا کر لیے ہیں جو غیر مسلم اور لادین ذہنوں میں جنم لیتے ہیں۔

دنیا میں موجود ترقی یافتہ قوموں کی تاریخ اٹھائی جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ ان ممالک کی آزادی اور ترقی میں طلبہ کا کردار کتنا کلیدی ہے اور بے شک طلبہ ہی وہ طبقہ ہے جو اگر کسی کام کو کرنے کے لیے کمر باندھ لے اور اپنے ملک کی ترقی کا بیڑا اٹھالے تو اس کو دنیا کی کوئی بھی طاقت کوئی بھی باطل قوت ان کا مقصد حاصل کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی اور دنیا میں عنقریب برپا ہونے والے انقلابات میں بھی طلبہ نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

دینی طرز حیات ہی قوموں کو عروج و کمالات عطا کرتی ہے۔ دینی و اخلاقی تعلیم و تربیت کا نہ ہونا قوموں کو زاول و پستی کی طرف لے جاتا ہے۔ جتنا کسی قوم کا نظریہ حیات مستحکم ہو گا، اتنا ہی وہ اپنی تعلیم کو روشن روایات عطا کر سکے گی۔

اس مقالے میں نوجوان نسل کی اخلاقی تربیت کی کمی، سماجی اقدار سے دوری، طبقاتی نظام تعلیم، دنیا پرستی، منفی سوچ کا فروغ، ظاہر پرستی، مغرب پرستی، نصب العین کی غیر موجودگی راہنمائی کا فقدان، نا امیدی اور وہ سارے اسباب جس نے نوجوان کو اس نہج پر لا کھڑا کیا ہے اور اس کے تدارک، حل اور تجاویز پر روشنی ڈالی جائے گی۔

بیان مسئلہ (Statement of the problem)

پاکستانی نوجوانوں میں مذہب سے دوری کی وجوہات کی شناخت کرتے ہوئے متعلقہ اسباب کا تجزیہ کرنا اور ان مسائل کے حل کے لیے جدید خطوط پر استوار تجاویز پیش کرنا

موضوع کی ضرورت واہمیت (Need & Importance of the topic)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نوجوان نسل کسی بھی قوم کا قیمتی اثاثہ اور اس کی مستقبل کی امید ہوتی ہے۔ قوموں کا دارومدار نوجوان نسل کی تعلیم وتربیت اور علم کے ساتھ ساتھ بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق پر بھی ہوتا ہے جس قوم کے نوجوان سلجھے ہوئے ہوں اور باکردار ہوں تو وہی قوم ترقی کرے گی اور دوسری اقوام پر اپنے معاشرتی اثرات بھی مرتب کرے گی۔

تاریخی کتب میں ہمیں پستی میں گری اور سماجی زبوں حالی کا شکار وہی قومیں ملتی ہیں جب ان اقوام کی نوجوان نسل اخلاقی پستی کا شکار ہوئیں اور لہو لعب میں ملوث ہوئی۔ جب ہم ارد گرد کے معاشرے پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہماری نوجوان نسل بھی اخلاقی، روحانی، علمی اور مذہبی زبوں حالی کا شکار نظر آتی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کا نوجوان مذہب اور اسلام سے بیزار، دنیا پرستی کا شکار، تہذیب وثقافت سے نالاں، دینی اقدار سے راہ فرار اختیار کرنے والا، اخلاقی گراوٹ کا شکار، ہیجان و جنسی بے راہ روی کا شکار، احساس غیر ذمہ داری اور مایوسی کا شکار کیوں ہے؟

اسلامی معاشرے کو راہ راست پر لانے کے لیے نوجوانوں کے ان سارے امراض تک رسائی اور پھر امراض کی تشخیص کی اشد ضرورت ہے اس لیے کہ مسلم معاشرہ سے مزید بگاڑ کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

مقاصد تحقیق (Importance of the Topic)

- نوجوان طلباء میں مذہب سے دوری کی وجوہات اور اسباب تلاش کرنا
- نوجوان طلباء میں مذہب سے دوری کے مختلف اثرات کا جائزہ لینا
- عصر حاضر کے نوجوان طلباء کو مذہب سے قریب کرنے کا لائحہ عمل پیش کرنا

تحقیق سے متعلق بنیادی سوالات(Research Questions)

۱۔ نوجوان طلباء میں مذہب سے دوری کے اسباب کیا ہیں؟

۲۔ نوجوان طلباء میں مذہب سے دوری کے اثرات کی نوعیت کیا ہے؟

۳۔ نوجوان طلباء کو مذہب کے قریب لانے کا ممکنہ لائحہ عمل کیا ہو سکتا ہے؟

تحدید موضوع(Limitation & Delimitations)

اس مقالہ میں عصر حاضر کے نوجوانوں (صرف پاکستان میں بیسویں صدی کے اواخر اور اکیسویں صدی

کے جامعات کے طلباء وطالبات) میں مذہب سے دوری کی وجوہات، اثرات اور ان کے تدارک کا جائزہ لیا جائے گا۔

موضوع تحقیق پر سابقہ کام کا جائزہ (Literature Review)

مقالہ جات:

- اسلام اور عصر حاضر کے تناظر میں ریاستی اداروں کی ذمہ داریوں کا تحقیقی جائزہ، (تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، مقالہ نگار: ذیشان، نگران مقالہ ڈاکٹر محمد فخر الدین، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں 2020ء)
- نوجوانوں کے نفسیاتی مسائل کا جائزہ- قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا حل، (تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، مقالہ نگار: مریم سعید، نگران مقالہ: ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری، نمل، اسلام آباد)
- نوجوانوں میں اخلاقی اقدار کا فقدان اور اعلیٰ تعلیمی ادارے–سیرت طیبہ کی روشنی میں اصلاحات، (تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، مقالہ نگار: مہرین زاہد، نگران مقالہ: ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری، نمل، اسلام آباد)
- تعمیر اخلاق میں عصر حاضر کے تربیتی مراکز کا کردار، (تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، مقالہ نگار: رفعت النساء، نگران مقالہ: ڈاکٹر نور حیات خان، نمل اسلام آباد)
- Social Media and Youth – Uses, Problems and Prospects (A case study of Southern Punjab, Pakistan), Ph.D. Thesis by M. Bilal Nawaz, Supervisor: Dr. Abdul Wajid Khan, Islamia University Bahawalpur, 2017.
- Effects of Parenting Practices on Youth Behavior in Pakistan, Ph.D. Thesis by Hassan Raza, Supervisor: Prof. Dr. Saif Ur Rehman Saif Abbasi, IIUI, 2021.
- Impact of Religiosity on Future Vision of Secondary School Students in Pakistan, Ph.D. Thesis by M. Sami Ur Rehman, Supervisor: Dr. Najam Ul Kashif, Islamia University Bahawalpur, 2019.

تصنیفات/کتب:

- نوجوان اور الجھنیں، (مصنف: محمد بن صالح العثیمین)
- مومن کی اذاں ومعہ موجودہ نسل اور دینی تعلیم، (مصنف: محمد طاہر تبسم قادری)
- اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، (مصنف: محمد قطب)

- تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات،(مصنف:ابوالحسن علی ندوی)
- مذہبی اور سیاسی فرقہ بندی،(مصنف:محمد اشرف ظفر)
- اسلام اور ملت اسلامیہ عہد جدید میں،(مصنف:سید ابوالحسن علی)
- اسلام اور سیکولرازم،(مصنف:سید جواد نقوی)

- Youth 2.0: Social Media and Adolescence – Connecting, Sharing and Empowering (Springer International Publishing, 2016)
- Being Young and Muslim: New Cultural Politics in the Global South and North (Oxford University Press, 2010)
- Troubling Muslim Youth Identities: Nation, Religion, Gender (Máiréad Dunne, Naureen Durrani, Kathleen Fincham, Barbara Crossouard, 2017)
- A Young Muslim's Guide to the Modern World (Seyyed Hossein Nasr, 1993)

آرٹیکلز:

- مسلم نوجوانوں کی اصلاح اور ذہن سازی،(مجتبیٰ فاروق، ادارہ تحقیق و تصنیف علی گڑھ)
- نوجوانوں کے خیالات کی تشکیل جدید: اقبال کی روشنی میں،(ڈاکٹر نعیم مظہر، نمل یونیورسٹی، اسلام آباد)
- نوجوانوں کی تعلیم و تعمیل کے سماج پر اثرات کا شرعی جائزہ، (مصنف: ڈاکٹر عبد القدوس، جامعہ نجم الدین اربکان، قونیا، ترکی)
- مثالی معاشرہ کی راہ میں حائل رکاوٹیں اور سیرت طیبہ کی روشنی میں ان کا تدارک،(مصنف:ڈاکٹر تاج الدین الازہری)

- The Impact of Islamic Education on the Leaders Ship Youth - A Research Analysis Review, Mahboob Ali Dehraj, 2020.
- The Use of Social Media and Responsibilities of Muslim Community, A detailed Analysis of the Use of Social Media in the Perspective of Morality and Islamic Sharia, Dr. Syed Naeem Badshah

اسلوب تحقیق(Research Method & Methodology)

- تجزیاتی اور بیانیہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

- تحقیق کے لیے (یونیورسٹی کے اساتذہ کرام اور قائداعظم یونیورسٹی، کامسیٹس یونیورسٹی، نیشنل یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی طلباء وطالبات سے سروے اور structured انٹرویوز کئے گئے ہیں۔
- مقالہ کی تحریر کے لیے بنیادی کتب جیسا کہ مصحف، صحیحین سے استفادہ کیا گیا ہے اور بقدر ضرورت ثانوی مصادر مثلاً جدید علماء کی کتب اور مختلف رسائل سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔
- مقالہ کی تحریر اور حوالہ جات کے لیے نمل اسلام آباد کا منظور شدہ طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے۔

باب اول:

مذہب سے دوری کا رجحان اور اس کا پس منظر

فصل اول: مذہب سے دوری کا رجحان

فصل دوم: مذہب سے دوری کے رجحان کا پس منظر

فصل اول

مذہب سے دوری کا رجحان

مذہب کا لغوی معنٰی

مہذب اللغات میں مذہب (میم اور ھا کے فتح کے ساتھ) لفظ کے مختلف مطالب ہیں، جن میں ایمان و دین، عقیدہ آئین، طریق، راستہ وغیرہ آتے ہیں۔[1]

مذہب باعتبار لغت کے ذھب یذھب ذاھبا و ذھوبا سے لیا گیا ہے۔[2] یہ ظرف زمان مَفْعَل کے وزن پر آتا ہے اور مذاہب اس کی جمع ہے، اس کے معنی راستہ، طریقہ، مسلک، دین وغیرہ ہیں۔[3]

انگریزی زبان میں مذہب کے لیے Religion کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، جس کی اصل فرانسیسی لغت کے ایک لفظ Religiex اور لاطینی زبان کے لفظ Religio سے نکلا ہے۔ اور اس کے مختلف معنٰی ہیں، جیسا کہ عقیدہ، امتناع، پابندی اور عبادت کا نظام ہے۔[4]

پس مذہب کے لفظ کے لغوی معنی راستہ، عقیدہ، اور زندگی گزارنے کا طریق کار ہے۔ چنانچہ مذہب کا مفہوم یہ ہوا کہ مذہب وہ راستہ ہے جو ہر قوم کو زندگی گزارنے کا طریقہ فراہم کرتا ہے۔ اور صرف مذہب کے راستہ پر چل کر ہی اقوام دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتی ہیں۔ اگرچہ مذہب کا لفظ قرآن مجید میں موجود نہیں مگر اس کے مختلف مترادفات قرآن میں مذکور ہیں۔ مثال کے طور پر شریعت، صراط، ہدایت طریق، دین، اور سبیل وغیرہ۔

اصطلاحی معنٰی

عام طور پر مذہب اور دین کے الفاظ بطور مترادفات اور ہم معنٰی کے بولے اور سمجھے جاتے ہیں۔ اصل میں "دین" مذہب کی ایک اسلامی اصطلاح ہے۔ اور دین مذہب سے بہت زیادہ وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ بعض مسلمان مفکرین کے ہاں مذہب زیادہ وسعت رکھتا ہے چنانچہ:

1۔ مہذب لکھنوی، مہذب اللغات، محافظ اردو بک ڈپو منصور نگر نیا محل لکھنو، فروری 1968ء، 12/ 68

2۔ محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1988ء ا/ 393؛ نیز تفصیل کے لیے دیکھیے المعجم الوسیط مجموعہ المولفین، مجمع الغۃ العربیہ قاہرہ، 1972ء، ا/ 316؛ معجم مقاییس اللغۃ، احمد بن زکریا ابن فارس، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی قاہرہ، 1389ھ، 2/ 362

3۔ وارث سرہندی، قاموس مترادفات، اردو سائنس بورڈ اپر مال روڈ لاہور، 2001ء، ص: 981 (اسی طرح کے الفاظ کیلئے دیکھیے): فیروز اللغات، فیروز الدین، فیروز سنز لمٹیڈ لاہور، ص: 1067؛ علمی اردو لغت، وارث سرہندی، علمی کتب خانہ اردو بازار لاہور، اکتوبر 1983ء

4۔ Jhonstone, Ronald. *Religion and Society*, Inc Englewood cliffs,1975, p13-20

شیخ احمد دیدات[1] دین اور مذہب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دین (مذہب) سے مراد نظامِ زندگی اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ دین نے ہماری موری زندگی کو احاطے میں لیا ہوا ہے۔ اس میں زندگی کے تمام شعبہ آتے ہیں۔ جیسا کہ عقائد و عبادات، اخلاق معاشرت، معیشت اور سیاسی امور وغیرہ شامل ہیں"۔[2]

علامہ فرید وجدی صاحب[3] نے مذہب کی تعریف یوں کی ہے:

"مذہب عقل میں آنے والے اُن خیالات کے مجموعہ کا نام ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کے تمام لوگ انسانی رشتوں منسلک ہو جائیں کہ وہ آپس میں جسمانی فائدوں سے اس طرح مستفید ہوں جس طرح وہ عقلی قوت سے ہدایت پاتے ہیں مذہب انسان کیلئے عارضی نہیں بلکہ ابدی چیز ہے"۔[4]

البتہ بعض غیر مسلم مفکرین کی رائے میں مذہب کا مفہوم بہت محدود ہے۔ چنانچہ غیر مسلم مفکرین نے مختلف الفاظ میں مذہب کی مختلف تعریفات تحریر کی ہیں۔ جن میں سر ای بی ٹیلر کی بیان کردہ تعریف درج ذیل ہے:[5]

"Religion means the belief in spiritual beings. "[6]

ترجمہ: مذہب روحانی موجودات پر عقائد کا نام ہیں۔

آرتھر شوپنہار(Schopenhauer: 1778-1860)[7] لکھتا ہے:

"مذہب موت کے تصور سے وابستہ ہے"۔[8]

1۔ شیخ احمد دیدات (1918ء-2007ء) عالم اسلام کے بلند پائے کے عالم تھے۔ آپ تقابل ادیان کے عالم اور معلم تھے۔ مصر میں "الحافظ "یونیورسٹی قائم کی۔ کئی یہود و نصریٰ سے مناظرے کیے اور دین اسلام کی دیگر ادیان پر فوقیت کو واضح کیا۔ (یہودیت، عسائیت اور اسلام، احمد دیدات، (مترجم: مصباح اکرم)عبد اللہ اکیڈمی اردو بازار لاہور، 2010ء ص:22)

2۔ دیدات، شیخ احمد، یہودیت، عیسائیت اور اسلام، ص:25

3۔ فرید وجدی صاحب (1878۔1954ء) مصر کے مشہور مفکر، فلسفی اور عالم گزرے ہیں۔ انہوں نے جدید افکار اور اسلامی تعلیمات کے درمیان موافقت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ فرید وجدی نے اسلام کی افضلیت پر متعدد کتب اور مقالات لکھے۔ دس سال سے زائد عرصہ تک مجلہ الازہر کے چیف ایڈیٹر بھی رہے (محمد فرید وجدی، الکاتب الاسلامی والمفکر الموسوعی، محمد رجب البیومی، دار القلم دمشق، 2003ء، طبع اول، ص:23

4۔ محمد فرید وجدی، تطبیق الدیانۃ الاسلامیہ، قاہرہ 1948ء ص:14

5 Sir Edward Burnett Tylor سر ای بی ٹیلر (1832-1913ء) برطانوی مفکر، بشریات کا عالم اور ثقافتی بشریات کا بانی مانا جاتا ہے۔ اس نے ثقافت اور بشریات کا سائنسی مطالعہ کیا۔ اس کے نزدیک روح یا روحانی چیزوں پر اعتقاد (Animisim) مذہب کی ترویج کا پہلا مرحلہ تھا۔

6۔ Encyclopedia of Religion and Ethics, Charles Schribner's Sons, First Avenew New York , 1908, P:263; The New Encyclopedia of Britannica, Inc USA ,1986,V:2, 3, P:359.

7 ۔ آرتھر شوپنہائر ایک جرمن فلسفی تھا۔ وہ اپنی تصانیف میں سے اپنی کتاب The World as Will and Idea اور انسانی فطرت کے قنوطی (Pessimistic) اور منفی خیالات رکھنے کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔

8۔ پروفیسر غلام رسول چیمہ، مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ، علمی کتب خانہ اردو بازار لاہور، 1978ء، ص:47

نفسیات کے مشہور عالم پروفیسر جیمز ایچ لیوبا(James H Leuba)[1] نے اپنی لکھی ہوئی تصنیف میں مذہب کی کچھ مختلف تعریفات نقل کی ہیں جو مذہب کے کسی نا کسی جز پر حاوی ہیں اُن تعریفات میں سے چند تعریفیں درج ذیل ہیں:

1۔ مذہب ایک ایسا احساس ہے جو کسی مقدس بالاتر اور نہ دیکھی ہوئی ذات کا وجود انسان کے دل اور دماغ میں پیدا کرتا ہے۔

2۔ مذہب نام ہے اُس حقیقت پر ایمان لانے کا جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی جس کی حیثیت اور ارادہ انسان کی مرضی اور ارادہ سے بالاتر ہے جس کا انسان کی زندگی کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔

3۔ مذہب ایک روحانی اور نفسی خاصہ ہے جس کی اصل بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ انسان اور کائنات میں باہمی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

4۔ مذہب اُن انسانی مافوق قوتوں کی رضاجوئی کا نام ہے جو انسانی زندگی پر حکومت کر رہی ہیں۔

5۔ مذہب اُس کاوش اور جستجو کا نام ہے جو انسان اپنی زندگی کے حقیقی مقاصد کو پانے کیلئے کرتا ہے۔[2]

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ جیمز ایچ لیوبا نے مذہب کی تمام تعریفات کو یکجا کر دیا ہے اس وجہ سے وہ مذہب کو ایک جگہ احساس، اور حاسہ کہتا ہے جبکہ دوسری جگہ پر مذہب کو ایک حقیقت بتاتا ہے۔ یہ دونوں باتیں ظاہری طور پر متضاد ہیں۔ اور دوسرا نکتہ جو کہ بہت اہم ہے وہ یہ ہے کہ جیمز ایچ لیوبا نے بھی مذہب کو خدا اور انسان یا مافوق الانسان قوتوں کے مابین ایک گہرا تعلق قرار دے دیا ہے، گویا کہ اُس کے نزدیک مذہب کا تعلق انسان کی نجی زندگی تک ہی محدود رہ گیا ہے، لہذا اُس کے نزدیک انسان کی اجتماعی زندگی میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

جبکہ اسلامی پہلو سے مذہب ایک ایسی حقیقت اور ایسے قانون الٰہی کا نام ہے جو انسان کی زندگی کیلئے چاہے وہ اجتماعی ہو یا انفرادی ایک بہترین نظام وضع کرتا ہے۔

مذہب کے اصطلاحی مفہوم کے بارے میں مختلف مفکرین کی آراء اور تعریفات کا تفصیل سے جائزہ لینے کے بعد اس نقطہ اور نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے کہ اگر مذہب کے متعلق ان تمام آراء اور تصورات کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر ان تمام آرا اور بیانات میں کوئی چیز مشترک ہے تو وہ یہ ہے کہ کسی بالاتر ہستی کا انسان کے

1۔ جیمز ایچ لیوبا(James H Leuba :1867-1946)ایک مشہور امریکی ماہر نفسیات اور ملحد تھا۔ مذہبی نفسیات (Psychology of Religion) پر اس کا کافی کام ہے۔ اس کے کام میں مذہبی تصوف، یوگا اور منشیات میں مماثلت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس نے مذہب کا سائنسی حوالے سے تجزیہ کیا ہے۔

2 ۔ پروفیسر غلام رسول چیمہ، مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ، ص:47-48؛ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: مذہب اور تجدید مذہب، عبدالمجید صدیقی، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، 1990ء، ص:20-21؛

اوپر موجود ہوتا ہے لہٰذا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اگر نگاہ ڈالی جائے تو مذہب اُن احکام اور ہدایات کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعے اپنے بندوں پر بقدر ضرورت وقتاً فوقتاً بھیجے ہیں اور ان احکام اور ہدایات پر عمل پیرا ہو کر ہی انسان دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں کامیاب ہو سکتا ہے اور اِن سے ہٹ کر انسان کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتا قرآن اور اسلام کی اصطلاح میں یہی اصل دین ہے۔

مذہب کی اہمیت وضرورت

مذہب انسان کی سب سے بنیادی اور اہم ترین ضرورت ہے۔ پوری تاریخ انسانی میں کبھی ایسا نہیں ہوا کوئی قوم یا معاشرہ مذہب سے دور رہا ہو۔ انسان جب مذہب کو ترک کر دیتا ہے تو وہ نہ صرف اپنی اخلاقی حیثیت کھو دیتا ہے بلکہ مادی وسائل میں بھی برابری اور توازن قائم نہیں رکھ پاتا، یوں وہ خوشحالی اور کامیابی کو کہیں دفن کر دیتا ہے۔ مذہب ایک ایسا سچ ہے جس کا انسانی زندگی کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے اور اِس کی جڑیں انسان کے دل و دماغ میں ایسی پیوست ہیں کہ اس کی شاخیں انسان کی زندگی کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ مذہب ایک ایسی بہار ہے کہ جس سے زندگی کے رنگ برنگے پھول اگتے ہیں اور اس کی مہک انسان اپنے آنے والی نسلوں میں پاتا ہے۔ مذہب سے انسان اپنی زندگی کی صحیح سمت متعین کرتا ہے۔ دین واسلام، علم اور فلسفہ، معاشرتی معاملات، سماجی برتاؤ، اخلاقی اقدار، سیاست و آئین، تہذیب و شائستگی نیز زندگی کے تمام تر مظاہر و مناظر مذہب کے بنیادی تصور کا عکس ہوتے ہیں۔ دراصل مذہب دین کا ایک جزء ہے۔[1]

مذہب سے دوری دین سے اکتاہٹ اور بے عملی، دینداری کا فقدان، نوجوان نسل کی خام خیالی، امت کی بدحالی، قوم کی زبوں حالی نے عرصہ حیات تنگ کر کے رکھ دیا ہے۔ نوجوان نسل کا مذہبی اور اسلامی باتوں کی طرف رغبت اختیار نہ کرنا، دینی باتوں کی طرف متوجہ نہ ہونا، اسلامی شعائر کی ناقدری کرنا مسلم امت کے نوجوانوں کیلئے کسی لمحہ فکریہ سے ہرگز کم نہیں۔ دنیا میں کسی بھی قوم کی ترقی وخوشحالی، رفعت وبلندی، برتری اور تنزلی ہر ایک چیز میں نوجوان نسل کا اہم کردار ہے۔ اگر دنیا کی تاریخ کو دیکھا جائے تو جتنی بھی قوموں نے ترقی کی ہے یا اُن میں انقلاب بھرپا ہوا ہے تو نوجوان نسل سے ہی ہوا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو اُس وقت وہ کڑیل جوان تھے۔ اُن کے اسلام قبول کرنے سے پہلے صحابہ چُھپ چھپ کر اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا کہ:

"مَنْ أَرَادَ أَنْ تثكِلَه أُمُّهُ وَييتم وَلَدهُ، وترمل زَوْجَتهُ فَلْيَلْقِنِيْ وَرَاءَ هٰذَا الْوَادِيِّ، فَمَا تَبِعَهُ

1۔ ندوی، ابوالحسن علی، تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، مجلس نشریات اسلام کراچی، ص:57

مِنْهُمْ أَحَد." [1]

" اب میں ایمان لا چکا ہوں اب ہم نماز کعبہ میں ادا کریں گئے اگر کسی میں ہمت ہو تو وہ مجھے روک کر دیکھائے "۔ آپ کے یہ الفاظ نوجون صحابہ اکرام کے ولولے اور جوش کو ابھارنے کیلئے کافی تھے۔

سندھ کو فتح کرنے والے محمد بن قاسم نے صرف 17 سال کی عمر میں ہندوستان کو فتح کر لیا۔

اگر ہم کتب تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں ان جیسی بہت ساری ہستیاں ملیں گی کہ جنہوں نے دین اور اسلام قوم وملت کیلئے ایسی قربانیاں دیں ہیں کہ رہتی دنیا تک وہ اپنا نام چھوڑ گئے۔ [2]

---

1 ۔السیوطی، عبد الرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین (المتوفی:911ھ)، تاریخ الخلفاء ج1 ص194 المحقق: حمدی الدمرداش الناشر: مکتبۃ نزار مصطفٰی الباز الطبعۃ: الطبعۃ الاولٰی:1425ھ–2004م عدد الاجزاء:1

2۔ http://www.fikrokhabar.com/ur/content-details/3665/essays/mazhab-aur-aaj-ke-naujwan-news.html, Date: June 1, 2021

فصل دوم

عصر حاضر کے نوجوانوں طلباء کی مذہب سے دوری کے رجحان کا پس منظر

کسی بھی قوم و ملت کی کامیابی و کامرانی کا بنیادی عنصر اُس کے نوجوان طلباء ہوتے ہیں جو ملک و ملت کے مستقبل کا گراں قدر سرمایہ اور اُن کا بہترین اثاثہ کہلاتے ہیں۔ اگر نوجوان طلباء کو بروقت کسی صحیح اور دُرست مذہبی رہنما کی قیادت نصیب ہو جائے جو صحیح معنوں میں اُن کو مذہب کی حقیقی تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کر دے تو ایسے نوجوان طلباء آگے چل کر مذہب سے وابستہ رہتے ہیں اور اپنی زندگی اس کے مطابق گزارتے ہیں۔[1]

مناسب قیادت کا فقدان

اِس وقت المیہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں نوجوان طلباء کو ایسے اسباب و ذرائع میسر نہیں جن کے بل بوتے پر ان کی صلاحیتوں کو نکھار کر مفید اور کار آمد بنانے اور ان کے لئے کسی موزوں اور دُرست مذہبی سمت کا تعین کرکے انہیں کسی سیدھے راستے پر گامزن کرنے کا طریقہ اپنایا جاسکے۔ نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان طلباء کسی صحیح اور مناسب قیادت کے میسر نہ ہونے کی وجہ سے خواہشات وہویٰ پرستی کے بل بوتے پر عاقبت نااندیشی سے عاری ہو کر از خود اپنے لئے نامناسب سمتوں اور غلط راستوں کا تعین کر لیتے ہیں اور اپنی عمدہ اور اعلیٰ صلاحیتوں کو غلط جگہوں پر ضائع کرکے نہ صرف یہ کہ ملک و ملت کا مستقبل داؤ پر لگا دیتے ہیں بلکہ صحیح اور دُرست سمت پر چلنے والے دیگر مذہب پسند نوجوان طلباء کی تعلیم و تربیت اور اُن کی متعین کردہ سمت میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ ایسے نوجوان طلباء اور اُن کے عاقبت نااندیش رہنما ملک و ملت ہر دو کے مجرم اور خیانت دار ہوتے ہیں، تاریخ ایسے لوگوں کو کبھی معاف نہیں کرتی۔[2]

قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَاالرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَه﴾[3]

ترجمہ: اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اترا ہے اُسے پہنچا دو اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

1 ۔ عثمانی، محمد تقی، نفاذ شریعت اور اس کے مسائل، (کراچی، مکتبہ دار العلوم، طبع جدید 2002ء) ص: 82

2 ۔ ندوی، ابو الحسن علی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (کراچی، مجلس نشریات اسلام) ص: 239

3۔ سورۃ المائدہ: 5/ 67

"یعنی آپ پر جو کچھ آپ کے پروردگار کی جانب سے اتارا جائے آپ اسے بغیر کسی خوف وخطرے کے آگے دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں اور اس میں کسی کی ملامت و جھجک کی ذرابرابر بھی پرواہ مت کیجئے کہ یہ آپ کے فرض منصبی میں داخل ہے۔[1]

اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

"اور اسی کام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کے لئے آپ کو دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اگر آپ نے یہ اپنی اپنی ذمہ داری ٹھیک ادا نہ کی تو گویا آپ نے اپنی رسالت کا فرض منصبی ادا ہی نہ کیا اس لئے اس کا پورا پورا ادا کرنا آپ پر انتہائی ضروری ہے۔[2]

اسی طرح حدیث میں آتا ہے:

((أَلَاوَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِه))[3]

ترجمہ: خبردار! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے (قیامت والے دن) اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

لہٰذا ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت اور اپنے ماتحتوں کی ذمہ داریاں پوری طرح سے ادا کرنے کا اہتمام کیا کریں بالخصوص معمارانِ قوم (والدین اور اساتذہ) کو اپنی نوجوان نسل کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے زیادہ ذمہ داری سے کام لینا چاہیے کیوں کہ کل کو یہی بچے بڑے ہو کر مستقبل کے رہنما ثابت ہوں گے جن کی فی الوقت مناسب تعلیم و تربیت جہاں ان کے روشن مستقبل کے لئے نوید ہو گی تو وہیں کل قیامت کے دن ان کے رہنماؤں کے لئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث بھی ہو گی۔

غفلت ولاپرواہی

نوجوان طلباء کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ اُن کے رہنما اُن کی مذہبی تعلیم و تربیت کی ہر ممکن کوشش کر کے ان کے لئے کسی صحیح اور درُست سمت کا تعین کر کے انہیں منزلِ مقصود تک جانی والی شاہ راہ پر گامزن کر دیتے ہیں لیکن وہ طلباء اپنی نااہلی کی بناء پر سستی ولاپرواہی کا مظاہرہ کر کے از خود اپنا مستقبل داؤ پر لگا دیتے ہیں اور مذہبی تعلیم و تربیت سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ اُن کے اِس اقدام کو اُن کے رہنماؤں کی غلطی و کوتاہی کہنے کے بجائے براہِ راست اُن طلباء ہی کی غفلت ولاپرواہی سے تعبیر کیا جائے گا۔

1۔ علامہ سید محمود آلوسی، روح المعانی (داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، طبع 1420ھ، 1999ء) 486/6

2۔ کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن (انڈیا، دہلی، فرید بکڈپو، طبع جدید: 2001ء) 551/2

3۔ مسلم، ابو الحسین مسلم بن حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل، ح1829، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، 1459/3

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾[1]

ترجمہ: اور ہر نفس جو کماتا ہے اس کا وبال اسی پر ہوتا ہے اور بوجھ اٹھانے والا نفس دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

یعنی جو شخص جو کماتا ہے اس کی ذمہ داری اسی پر پڑتی ہے اور وہ خود اپنے فعل کا ذمہ دار ہوتا ہے اور قیامت کے دن وہی اپنے عمل کا بوجھ اٹھائے گا اور اس کے ہر عمل کا محاسبہ خود اسی کی ذات سے ہوگا کسی دوسرے سے اس کے عمل کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی۔[2]

بہرحال ایسے غافل ولاپرواہ طلباء بھی ملک وملت کے تاریک مستقبل کا شاخسانہ اورآنے والے زمانے میں معاشرے کے لئے ناسور ثابت ہوتے ہیں، جس سے نہ صرف یہ کہ معاشرہ کی تعمیر وترقی میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ اس سے دیگر بیسیوں قسم کے ایسے جرائم جنم لیتے ہیں جو معاشرے کے بچے کھچے حسن کو بھی داغدار بناکر ملک وملت کی تباہی اور اُس کے ناقابل تلافی نقصان کا سبب بنتے ہیں۔

قرآن مجید میں اس قسم کے کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایاہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾[3]

ترجمہ: اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو۔

یعنی انسانی معاشرے میں رہ کر ایسے کام مت کرو جن سے انسانوں کی اجتماعی زندگی متاثر ہوتی ہو اور اس سے ملک وقوم اور ملت ومذہب کو نقصان پہنچتا ہو، جیسے تعلیم وتربیت سے عدم توجہی وبے اعتنائی کہ اس سے انسانیت اور اس کی اجتماعیت داؤ پر لگ جاتی ہے اور وہ اس طرح غفلت ولاپرواہی کی لپیٹ میں آجاتے ہیں کہ ان کے لئے پھر دوبارہ معاشرہ کو عروج وترقی کی راہ پر گامزن کرنا نہ صرف یہ کہ مشکل ہوجاتا ہے بلکہ اسے حقیقی خطوط پر استوار کرنے میں صدیاں لگ جاتی ہیں۔

مذہب سے دُوری عدم توجہی کا نتیجہ

نوجوان طلباء کے مذہب سے دوری کا جہاں تک تعلق ہے تو اِس سلسلے میں اگر انسانیت کی تاریخ کا بنظر غائر

---

1 ۔سورۃ الانعام:6/164

2 ۔الطریفی، عبدالعزیز بن المرزوق، التفسیر والبیان لاحکام القرآن (الریاض، مکتبہ دار المنہاج، طبع ثانی 1439ھ) 3/1274

3 ۔سورۃ البقرۃ:2/195

مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسانی معاشرے کے ہر دور میں معمارانِ قوم کی بے حسی وعدم توجہی یا نوجوان طلباء کی غفلت و کوتاہی اور یا اُن کی بد قسمتی اور بد بختی کا سبب ان کا مذہب سے دوری کا شاخسانہ بنا ہے۔ ایسے میں انہوں نے مذہبی تعلیمات اور دینی احکامات کو پس پشت ڈال کر مذہب سے دوری اختیار کرکے انسانی معاشرے کو جہالت و گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں دھکیل کر ملک وملت کا عظیم نقصان کیا ہے۔

سائنسی واقتصادی ترقی کے اثرات

اس سلسلے میں جہاں تک عصر حاضر کے نوجوان طلباء کا مذہب سے دوری کا تعلق ہے تو اُس کی تصویر بڑی بھیانک ہے۔ بیسویں صدی کے آخر میں جب سے سائنسی واقتصادی ترقی نے انگڑائی لی ہے اور دُنیا جدت پسندی سے روشناس ہوئی ہے تب سے ہمارے نوجوان طلباء میں مذہب سے دوری آگئی ہے۔ ان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اِس مادی ترقی کی دوڑ میں دوسرے طلباء سے آگے بڑھے اور اِس کے حصول میں ہر ممکن کوشش بروئے کار لائی جائے، اوراِس راستے میں مذہب کے نام پر جتنے روڑے اٹکتے جائیں انہیں ایک ایک کرکے دائیں بائیں ہٹایا جائے، اور ہوس ونفس پرستی کو پورا کرنے کا جہاں موقع ملے اُس سے دریغ نہ کیا جائے، نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ اِس سے سیکولر و بے دین اور مذہب سے عاری افراد ہی تیار ہوکر نکلتے جارہے ہیں جن کو مذہب اور تربیت سے برائے نام نسبت ہوتی ہے۔ مذہب و دین سے بیگانگی، دینی تعلیم وتربیت کمی، حسن اخلاق کی کمیابی، حسن معاشرت سے دوری اور حقوق اللہ سے لیکر حقوق العباد تک کی ادائیگی سے لاپرواہی سب اسی غلط روش اور مکروہ طریقہ کار کا نتیجہ اور انجام ہے۔[1]

معاشرتی بگاڑ اور ماں کی تربیت

نوجوان طلباء کی مذہب سے دوری کا بنیادی سبب معاشرتی بگاڑ ہے۔ بچے کی سب سے پہلی تربیت گاہ اُس کی ماں کی گود ہوتی ہے۔ اگر ماں خود مذہب سے وابستہ ہوگی، اُس کو دینی ماحول میسر ہوگا، اور وہ دین و مذہب سے اپنا رشتہ قائم رکھے گی تو یقیناً اُس کی گود میں پلنے والا بچہ بھی اُس سے یہ مذہبی اثر قبول کرے گا۔ چنانچہ زمانہ خیر القرون میں صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین وغیرہ اساطین امت کی دینی و مذہبی تعلیم وتربیت کے پیچھے اُن کی ماں کی حسن تربیت اور نیک پرورش کی بنیادی محنت و کوشش موجود تھی تبھی تو وہ علم وفضل اور رشد وہدایت کے آسمان کے ستارے بنے ہیں۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

1 ۔ عثمانی، مفتی محمد تقی، عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟ (کراچی، مکتبہ دار العلوم، طبع دوم: 1405ھ) ص: 544

((أَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا أَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ))[1]

ترجمہ: ساری دنیا سامان ہے اور دنیا کا سب سے بہترین سامان نیک عورت ہے۔

اسی طرح نپولین کا مقولہ ہے:

"تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں بہترین قوم دوں گا۔"

سوانح نگاروں نے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ واقعہ لکھا ہے کہ جب اپنے گھر سے علم کے حصول کے لئے نکلے تو ان کی ماں نے ان کے کپڑوں میں پیسے سی دیئے اور نصیحت کی کہ بیٹا! تمہیں ہمیشہ سچ بولنا ہے۔ راستے میں قافلے کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا، ایک ڈاکو نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس پیسے ہیں؟ انہوں نے صاف بتادیا کہ ہاں میرے پاس پیسے ہیں۔ ڈاکو ان کو اپنے سردار کے پاس لے گیا، سردار بڑا حیران ہوا کہ بچے کو نہ تو اپنی جان کا خوف ہے اور نہ ہی مال کے ضائع ہونے کا ڈر ہے۔ سردار نے پوچھا کہ تم نے سب کچھ سچ سچ کیوں بتادیا؟ لوگ تو ایسے موقع پر اپنے مال کو چھپاتے ہیں، بچہ کہنے لگا کہ میری امی نے کہا تھا کہ ہمیشہ سچ بولنا، ڈاکوؤں کے سردار پر ایک بچے کی بات کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے سوچا کہ یہ چھوٹا سا بچہ اپنی ماں کی بات کا اتنا لحاظ رکھتا ہے ہم نے بھی کلمہ پڑھا ہوا ہے، مگر ہم تو اللہ تعالیٰ کے دین کا اتنا لحاظ نہیں رکھتے۔ چنانچہ وہ تمام ڈاکو توبہ تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کے نیکوکار بندے بن گئے۔[2]

اسلام کی روشن تاریخ ماں باپ کی عمدہ اور اچھی تربیت کے حوالے سے بھری پڑی ہے جس میں بچوں کی عمدہ اور بے مثال تعلیم و تربیت کے سیکڑوں واقعات ملتے ہیں[3]، لیکن افسوس کہ آج کل کے ماں باپ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر پوری طرح سے توجہ نہیں دے رہے جس کی وجہ سے اس طرح کے تربیت یافتہ اور تعلیم یافتہ بچے بھی آج کل ہمیں دکھائی نہیں دے رہے۔

معاشرتی بگاڑ اور باپ کی تربیت

باپ کی تربیت اور سرپرستی بچے کے رُوشن مستقبل کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر باپ خود مہذب اور تعلیم یافتہ ہو گا تو وہ اپنے بچے کی بھی اچھی تعلیم و تربیت کرے گا۔ بچے کو اچھا ماحول میسر کرنا، اُس کی مناسب نگرانی کرنا، اور اُس کو تہذیب سے آگاہ کرنا باپ کا فرض بنتا ہے۔ چنانچہ باپ کی زیر تربیت اپنی ارتقائی زندگی کا آغاز کرنے والے نوجوان طلباء کو دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کے بچے آگے جا کر معاشرے کو مہذب اور پاکیزہ بنا کر اپنے ملک و ملت کا نام روشن کرتے ہیں اور آنے والی نوجوان نسل کے لئے ایک بہترین نمونہ ثابت ہوتے ہیں۔

1۔ مسلم، ابو الحسین مسلم بن حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، کتاب الرضاع، ح2668

2۔ علامہ عماد الدین عندلیب، نقوش رفتگاں (اسلام آباد، ادارۃ التحقیق والادب طبع جدید 2021ء) ص:150

3۔ علامہ عبد الرؤف رحمانی جھنڈا نگری، دینی تعلیم و تربیت کے اصول و آداب (گوجرانوالہ، دار ابی الطیب للنشر والتوزیع 2016ء) ص:65

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُوا قُوٓا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ﴾ [1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

ہر مسلمان کا حق بنتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی دین پر لانے کی کوشش کرے، انہیں پیار و محبت اور بعض مرتبہ ڈرا دھمکا کر اور بہلا سمجھا کر جس طرح بھی ممکن ہو انہیں راہ راست پر لانے اور دین اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کی فکر کرے۔ ہاں اگر وہ اس کے باوجود کسی بھی طرح راہ راست پر آن کے لئے تیار نہ ہوں اور گمراہی میں ہی بھٹکتے رہیں تو ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑے عذابات تیار کر رکھے ہیں جیسے جہنم کی آگ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔[2]

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے:

((حَقُّ الْوَلَدِ عَلىٰ الْوَالِدِ أَنْ يُّحْسِنَ إِسْمُه وَيُحْسِنَ أَدَبُه))[3]

ترجمہ: والد پر اولاد کا حق یہ ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو حسن ادب سکھلائے۔

یہ اولاد کے اس کے والد پر دو بنیادی حقوق ہیں جن کا ادا کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ایک یہ کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کا اچھا نام انبیاء، صحابہ اور نیک لوگوں کے نام پر رکھے یا کوئی ایسا نام رکھے جس کا معنی مفہوم اچھا ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اس کی اچھی سے اچھی تعلیم و تربیت کرے اور اس کو حسن ادب سکھلائے کہ اس سے وہ بچہ حسن معاشرت کے لئے اچھا ثابت ہو گا اور دوسرے والد کو اس کا دنیا و آخرت میں اس کا بہترین صلہ ملے گا۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے:

((فَوَ اللهِ لَأَنْ يَّهْدِىَ اللهُ بِکَ رَجُلاً وَاحِدًاخَيْرٌ لَّکَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ))[4]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے ایک آدمی کو ہدیت دے دے تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

بہت سے والدین اولاد کے حق کو اپنے اوپر معمولی سمجھتے ہیں، اس لئے وہ اپنی اولاد کو ضائع کر دیتے ہیں اور یہ حقیقت بالکل فراموش کر دیتے ہیں کہ ان سے ان کی اولاد کے بارے میں باز پرس ہو گی۔ وہ اپنی اولاد کے مشاغل اور ان کی سرگرمیوں سے غافل ہوتے ہیں۔ انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ان کی اولاد کس وقت کیا کر رہی ہے؟ ان کی آمد

1۔ سورۃ التحریم:66/6

2۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، فقہی مقالات (کراچی، زمزم پبلشرز، طباعت: جون2009ء)1/128

3۔ البیہقی، احمد بن الحسین ابو بکر، شعب الایمان، کتاب الجہاد، باب حقوق الاولاد والاھلین، ح:8291 (الریاض، مکتبۃ الرشید، للنشر والتوزیع) الطبعہ الاولی، 1423ھ، 11/132

4۔ مسلم، ابو الحسین مسلم بن حجاج بن مسلم، صحیح المسلم، ح:2406

و رفت، نشست و برخاست اور وضع قطع کیا ہے ؟وہ گھر سے کب اور کہاں جاتے ہیں اور وہاں سے کب گھر واپس لوٹتے ہیں ؟والدین نہ تو انہیں نیکی کی طرف توجہ دلاتے ہیں ہیں اور نہ ہی بری خصلتوں سے ان کو منع کرتے ہیں۔ بلکہ وہ ہمہ وقت مال دولت کو جمع کرنے ،اس کو زیادہ کرنے اور اس کی حفاظت میں لگے رہتے ہوتے ہیں۔ اولاد کی تعلیم و تربیت کا مسئلہ ان کی نظروں میں کچھ وقعت نہیں رکھتا، حالاں کہ جس طرح والدین پر بچے کے خورد نوش اور لباس و پوشاک کی ذمہ داری ہے تو اسی طرح بچے کو تعلیم و تربیت کی دولت سے مالا مال کرنا بھی اس کی ایک انتہائی اہم ذمہ داری ہے۔[1]

معاشرتی بگاڑ اور اساتذہ کی تعلیم و تربیت

اساتذہ کی تعلیم و تربیت بچے کی تعلیم و تربیت میں مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔ استاد روحانی والدین کا مقام رکھتا ہے۔ باپ کے بعد استاد ہی وہ ہستی ہوتی ہے جو بچے کو مذہب، اخلاق اور تہذیب سے روشناس کراتی ہے اور بچے کے مستقبل کی کامیابی و ناکامی کی باگ ڈور اُس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔[2] استاذ اگر ہمت اور شوق کے ساتھ بچے کی تعلیم و تربیت پر اپنی توجہ مرکوز کرے گا تو کل کو یہی بچہ کچھ بن کر دنیا کے سامنے ابھر کر آئے گا اور اپنے والدین اور اساتذہ سمیت پورے ملک و ملت کا نام فخر سے بلند کر دے گا۔ اور اگر بچے پر ویسے محنت اور توجہ نہ دی گئی اور اس کی صلاحیتوں کو یونہی ضائع کر دیا گیا تو کل کو یہی بچہ ملک و ملت کے لئے ننگ و خجالت کا سبب بنے گا اور اس سے پورا معاشرہ بدامنی کا شکار ہو گا۔

حدیث میں آتا ہے:

((فَاِنْ یتْرُکُوْھُمْ وَمَآ أَرَادُوْا ھَلَکُوْا جَمِیْعًا))[3]

ترجمہ: سو اگر کچھ لوگ دوسروں کو یونہی چھوڑے رکھیں اور ان کو بچانے کا ارادہ نہ کریں تو سارے ہلاک ہو جائیں گے۔

یہ ایک مثال ہے جو نبی اکرم ﷺ نے باہمی معاشرتی زندگی کے بارے میں دی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اللہ کے دین کے معاملے میں ایسے ہوتے ہیں جیسے دریا کے طلاطم میں جہاز ہوتا ہے۔ اس پر سوار لوگوں کو موجیں ادھر ادھر پھینکتی ہیں۔ جب لوگ زیادہ ہوتے ہیں تو کچھ اوپر والے حصے پر چلے جاتے ہیں اور کچھ نچلے حصے ت میں ہوتے ہیں تاکہ جہاز کا توازن برقرار رہے اور وہ ایک دوسرے سے تنگی محسوس نہ کریں، کیوں کہ جہاز سب میں

---

1 ۔ مولانا محمد منظور نعمانی، معارف الحدیث (پاکستان، سندھ، شہداد پور، دار العلوم الحسینیہ، مکتبہ المعارف) 6/31

2 ۔ عثمانی، مفتی محمد تقی، عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟ (کراچی، مکتبہ دار العلوم، طبع دوم: 1405ھ) ص: 274

3۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الشرکہ، باب ھل یقرع فی القسمۃ ولاستہام، حدیث 2493، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ الاولی، 1422، 3/139

مشترک ہے۔ اگر ان میں سے کوئی اس میں کسی خرابی کا ارادہ کرے تو دوسروں پر لازم ہے کہ وہ اسے اس کام سے روکیں، تاکہ ہلاک ہونے سے سب بچ جائیں، کیوں کہ اگر انہوں نے ان کو منع نہیں کیا تو سب ہلاک ہو جائیں گے۔ یہی مثال اللہ تعالیٰ کے دین کی بھی ہے کہ جب اہل علم و دانش اور معاشرے کے سنجیدہ لوگ معاشرے کے جاہلوں، ان پڑھوں اور بے وقوف لوگوں کو غلط اور بے ہودہ کاموں سے روکنے کی فکر و کوشش کریں اور انہیں سیدھے راستے پر چلانے کی ہمت و سعی کریں گے تو سب گمراہ ہونے سے بچ جائیں گی اور اگر انہیں یہ انہیں یونہی چھوڑے رکھیں گے تو اس کے نتیجے میں سارا انسانی معاشرہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔[1]

معاشرتی بگاڑ اور محاسبہ نفس

نوجوان طلباء کا خود اپنے وجود و ہستی کو پہچاننا ضروری ہے۔ بچہ جب عقل و بلوغ کی حد کو پہنچ جاتا ہے تو پھر وہ اپنی ذات کے نفع و نقصان کا خود مالک بن جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگرچہ والدین اور اساتذہ کی سرپرستی و نگرانی بھی اس کو میسر رہتی ہے لیکن حقیقی طور پر اب وہ خود اپنی ذات کا نگران بن جاتا ہے۔ ایسے وقت میں نوجوان طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنی ذات کا محاسبہ کرے اور اپنے آپ کو مذہبی تعلیم و تربیت اور حسن معاشرت کی طرف پلٹانے کی محنت و کوشش کرے۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب نوجوان طالب علم کے مستقبل کی کامیابی و ناکامی کا حتمی فیصلہ ہونا ہوتا ہے۔ اگر اُس وقت وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور اسے کسی درُست سمت پر ڈال کر سیدھے راستہ پر چلا دے تو مستقبل میں کامیابی اس کا مقدر بن جاتی ہے اور اگر وہ ایسے حساس وقت میں بھی اپنے آپ سے غافل و لاپرواہ رہے اور اپنی عاقبت کو داؤ پر لگا دے تو اس صورت میں اس کو آنے والے وقت میں سوائے افسوس و ندامت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے والدین اور اساتذہ کی تعلیم و تربیت کے بعد نوجوان طلباء میں خود سے ملک و ملت کی خدمت اور ان کی تعمیر و ترقی میں کوشش کرکے معاشرے کو پاکیزہ بنانے کا عزم ہونا چاہیے کہ اسی میں ان کی معاشرت کی فلاح و کامیابی کا راز مضمر ہے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ﴾[3]

ترجمہ: اور جس شخص نے کوشش کی تو اس نے اپنے لئے کوشش کی۔

چنانچہ جو شخص محنت و کوشش کرتا ہے اور تعلیم و تربیت کے حصول میں مشقتیں جھیلتا ہے، تکالیف

---

1 ۔ کاندھلوی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، فضائل تبلیغ (لاہور، المصباح، اردو بازار، طبع جدید 2000ء) ص: 9

2 ۔ عثمانی، مفتی محمد تقی، فقہی مقالات (کراچی، میمن اسلامک پبلشرز، طبع: دسمبر 1993ء) 3/216

3 ۔ سورۃ العنکبوت: 29/6

برداشت کرتا ہے تو کامیابی ضرور اس کے قدم چومتی ہے اور اس کی محنت و کوشش کا پھل اس کو ضرور مل کر رہتا ہے، لیکن اس کے برعکس جو شخص اس راستے میں اپنی صلاحیتوں کو ضائع کر دیتا ہے، وقت کو برباد کر دیتا ہے اور حصول تعلیم و تربیت میں اپنے آپ کو استعمال نہیں کرتا تو ایسا شخص کسی طرح بھی ایک اچھا اور مہذب معاشرہ تشکیل نہیں دے سکتا اور نہ ہی آنے والی نوجوان نسل کے صحیح رہنما ثابت ہو سکتا ہے۔

معاشرتی بگاڑ اور اجتماعی فکر

ہم سب کو من حیث القوم اپنے معاشرے کو بہتری اور اُس کو آگے کی طرف لے کر جانے کی فکر کرنی چاہیے، کیوں کہ قوم کے سنجیدہ اور باوقار لوگ جب معاشرے کی خدمت کو اپنا فرضِ منصبی اور حق سمجھ کر اُس کی فلاح و بہبود اور تعمیر و ترقی کی طرف توجہ مرکوز کریں گے تو معاشرے میں دین و مذہب سے دوری اور اسلامی تعلیم و تربیت سے بیگانگی کا ناسور از خود اپنا دَم توڑ دے گا اور معاشرہ اسلامی روایات و اقدار کو خوشی سے قبول کرے گا بالخصوص نوجوان طلباء کی زندگیوں میں مذہب سے وابستگی اور دین سے لگاؤ کا جذبہ پیدا ہو گا اور مذہبی و تہذیبی زندگی گزارنے کی طرف از خود مائل ہو جائیں گے۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ﴾[2]

ترجمہ: بے شک اللہ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے

آج بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارا موجودہ معاشرہ مذہب و دین سے دور، تعلیم و تربیت سے بیگانہ، اخلاق و تہذیب سے خالی اور ہمدردی و غم خواری سے عاری ہو چکا ہے۔ اِس کا بنیادی سبب معمارانِ قوم (یعنی والدین اور اساتذہ) کی بچے کی تعلیم و تربیت سے پہلو تہی اور غفلت ہے۔ ان لوگوں نے جب بچے کی تعلیم و تربیت جیسے اپنے فرضِ منصبی سے عدم توجہی اختیار کی اور خواہشات و ہویٰ پرستی کی طرف مائل ہو کر مذہبی تعلیم و تربیت کی حدود و قیود سے اپنے آپ کو مستثنیٰ کر دیا تو اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بچے بھی اُن کی دیکھا دیکھی اُن کی اتباع میں غلط سمت کی طرف نکل گئے اور اُن ہی کے نقشِ قدم پر چلنا شروع ہو گئے اور اس طرح تعلیم و تربیت اور مذہب سے دوری کی صورت میں انسانی معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو گیا اور ہمارے نوجوان طلباء کی ایک بڑی تعداد میں بے راہ روی کا شکار ہو گئے۔[3]

1۔ ندوی، مولانا ابو الحسن علی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (کراچی، مجلس نشریات اسلام) ص275

2۔ سورۃ الرعد: 13/11

3۔ گیلانی، مولانا سید مناظر احسن، پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت (لاہور، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار) 1/299

معاشرتی بگاڑ اور سوشل میڈیا

معمارانِ قوم (یعنی والدین اور اساتذہ) کی عدم توجہی کے بعد نوجوان طلباء کا مذہب سے دوری کا ایک بڑا اور اہم سبب سوشل میڈیا اور اس کا غلط استعمال بھی ہے، جسے ہم اسلام دشمن طاقتوں (یہود و نصاریٰ) کے شکاری جال سے بھی تشبیہ دے سکتے ہیں[1]۔ مسلمانوں کو دین و مذہب کی تعلیم سے دور کرنا اور اُن کو اسلامی اخلاق و روایات سے بے بہرہ کرنا اسلام دشمن عناصر کا بنیادی ہدف ہے۔[2] اب موجودہ دور کے تناظر میں لہو لعب کے ان سامانوں کی عالم اسلام میں بہتات کو یہود و نصاریٰ کی ہوشیاری کہیے یا ہم مسلمانوں کا بھولا پن بہر حال ہم مسلمان ذہنی و فکری اور عملی طور پر مکمل یہود و نصاریٰ کے شکنجے میں کسے جاچکے ہیں، اور اِس سے اب باہر دین و مذہب، اسلامی روایات و اقدار اور تہذیب و اخلاق کی طرف پلٹ کر آنا اگر ناممکن نہیں تو کم از کم مشکل ضرور ہے۔[3]

اہل اسلام کی سادگی اور غیروں کی ہوشیاری

اسلام دُشمن طاقتوں (یہود و نصاریٰ) کا مسلمانوں کو سوشل میڈیا کی صورت میں اپنے ایجاد کردہ لہو و لعب کے سامان کی طرف متوجہ کرانے کا بنیادی مقصد صرف یہ ہے کہ عصر حاضر کے مسلمانوں عموماً اور اُن کے نوجوان طلباء خصوصاً مذہب اسلام اور اُس کی مذہبی تعلیمات سے منحرف ہو کر مکمل طور پر یہودیت و نصرانیت کا مذہب قبول کر لیں!

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾[4]

ترجمہ: اور یہود و نصاریٰ تم سے ہر گز راضی نہ ہونگے یہاں تک کہ تم ان کے دین کو اپنالو۔

کیوں کہ یہود و نصاریٰ کو تو ویسے بھی حق بات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اپنی ضد پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ وہ کبھی مسلمانوں کا دین قبول نہیں کریں گے، وہ تو بس یہی چاہتے ہیں کہ کسی طرح مسلمان اگر ان کی اطاعت و فرماں برداری کر کے ان کا یہودی و عیسائی مذہب قبول کرلیں تو یہ ان کی خوشی کی بات ہے حالاں کہ یہ ممکن نہیں لہٰذا مسلمانوں کو ان سے اپنے ساتھ باہمی اتحاد و اتفاق کی امید ہی نہیں رکھنی چاہیے۔[5]

1۔ محمد اقبال، ڈاکٹر فیض اللہ بغدادی، "سوشل میڈیا کا استعمال اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں"، العرفان، جلد5، شمارہ10، (2007ء)، ص115

2۔ ندوی، مولانا ابوالحسن علی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (کراچی، مجلس نشریات اسلام) ص30،29

3۔ محمد اسحاق ملتانی، کایاپلٹ، (ملتان، چوک فوارہ، ادارہ تالیفات اشرفیہ، طبع اول: 1442ھ) 547،546

4۔ سورۃ البقرۃ: 2/120

5۔ عثمانی، علامہ شبیر احمد، تفسیر عثمانی (کراچی، تاج کمپنی لمیٹڈ، طبع 1989ء) ص30

معاشرتی بگاڑ اور مادہ پرستی

عصر حاضر مادہ پرستی اور مغربی فکر و فلسفہ کے غلبہ کا دور ہے۔ دور حاضر میں مغرب نے تمام انسانیت پر اپنے فکر و فلسفہ کے گہرے اثرات مرتب کیے اور اس کے علاوہ انسان کی مکمل زندگی کو مغربی طرز کا بنا دیا ہے جس کی وجہ سے تہذیب و تمدن کا مضبوط نظام تہس نہس ہو کر رہ گیا ہے۔ اس وقت پوری انسانیت ایک انتہائی غیر محسوس تبدیلی سے گزر رہی ہے۔

ان مشکل اور کٹھن حالات نے سب سے زیادہ ہمارے نوجوانوں اور بالخصوص نوجوان طلباء کو متاثر کیا اور ان کیلئے مسائل پیدا کیے اور ہم ایک ایسے دین اور مذہب کی اتباع کرتے ہیں جو عالمگیر ہونے کے ساتھ ساتھ بے انتہاء وسعتوں کا حامل ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾ [1]

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک دین ہی اسلام ہے

یعنی کہ ہمارا یہ دین ہی کامل اسلام ہے جیسا کہ اس آیت مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین ہی کو ہمیشہ رہنے والا اسلام قرار دیا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ﴾[2]

ترجمہ: آج میں تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے،

اس آیت مبارکہ میں آپ ﷺ نے واضح فرمادیا کہ آج کے دن میں نے دین اسلام کو مکمل کر دیا ہے اور آپ ﷺ تو قیامت تک آنے والی انسانیت کے نبی ہیں اس لیے جب اس دین اور اسلام کی نسبت خود پیغمبر ﷺ نے اپنی طرف کی تو یہ بھی آپ ﷺ کی طرح عالمگیر ہو گیا۔

تو جو دین یا مذہب ان خصوصیات کا حامل ہو تو اُس کی اتباع میں کسی غیر مذہب کی پیروی یا اُس کے اثرات کی کیسے گنجائش نکل سکتی ہے؟ بہر حال جو لوگ اس دین کی اتباع کریں گئے وہ کبھی بھی گمراہ نہیں ہو سکتے اور اس دین کی پیروی کرتے ہوئے پروان چڑھتے ہوئے ملت کے نوجوان ہی قوم کی امیدوں کا آسرا ہیں اور اس دین و مذہب سے دور نوجوانوں کی زبوں حالی کا شکار ہے۔[3]

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جیسے ایک گھر اس میں رہنے والے افراد کے ذریعے آباد ہوتا ہے اسی طرح

1۔ سورۃ ال عمران:3/19

2 ۔ سورۃ المائدہ5/3

3۔ محمد اشرف ظفر، مذہبی اور سیاسی فرقہ بندی، مکتبہ اخوت اردو بازار لاہور، طبع دوم 1987ء، ص:188

دین اور مذہب دین پر عمل کرنے والوں ہی کی وجہ سے آباد ہو گا۔ جب وہ اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق گزاریں گئے تو پھر چاہے ان کا دشمن کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو اللہ کی مدد ہمیشہ اُن کے ساتھ رہتی ہو گی۔ جیسا کہ قران مجید میں اللہ سبحانہ و تعالٰی کا ارشاد ہے

﴿ يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوآ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کروگے وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمائے رکھے گا۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ تم ثابت قدم رہو میری مدد ضرور تمہارے ساتھ ہو گی۔

اسی طرح اس فتنے کے دور میں علماء کی طرف سے بھی نوجوانوں کو پیش مسائل کا کوئی حال حل نہیں مل رہا۔ دور حاضر کی نوجوان نسل کا رجحان مغربی لٹریچر، مغربی لباس، مغربی تہذیب و ثقافت کی طرف بڑھ رہا ہے کیونکہ اُن کے پاس اپنے اسلاف اور مذہب سے رشتہ ناطہ جوڑنے کا صرف ایک یہ ہی ذریعہ ہے کہ وہ قرآن و سنت پر احسن طریقے سے عمل پیرا ہوں اس کے علاوہ وہ لٹریچر جو اسلاف نے اپنے دور کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر تیار کیا تھا اس کے ساتھ رشتہ جوڑے رکھنا ہمارے مسلم نوجوانوں بالخصوص آج کل کے جوجوان طلباء اسی وجہ سے دین اور مذہب سے دور ہیں کہ انہوں نے اپنے اسلاف کی تہذیب اور ثقافت اور اپنے اباؤاجداد کی فکری و نظری تقاضوں کو پس پشت ڈال دیا۔[2]

عمل اور اخلاص کا فقدان

دور حاضر کے طلباء کیلئے یہ بات لازم ہے کہ وہ جو کچھ بھی سیکھتے ہیں اور علم حاصل کرتے ہیں اس پر اچھی طرح عمل پیرا بھی ہوں اپنی عملی زندگی میں اس کا نفاذ اس طرح کریں کہ جس کا عکس ایمان و یقین اتباع واخلاص کی صورت میں واضح ہو۔ جب کسی انسان کا عمل اس کی بات کی تصدیق نہ کرے تو اس کی بات کوئی اثر نہیں رکھتی کیونکہ اس کی بات اس کے کردار کے برعکس ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالٰی ہے؛

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ [3]

ترجمہ: اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں

اس آیت مبارکہ سے بھی ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ ہم وہ بات ہرگز نہ کہیں جو ہم کر نہیں سکتے۔ جب ہم اس پر عمل کریں گئے تو خود بخود ہمارے اعمال دین کے مطابق ہونگے کیونکہ ہمیں پتہ ہو گا کہ ہم نے بات عمل کے موافق

1۔ سورۃ محمد:47/7

2۔ ندوی، سید ابوالحسن علی، اسلام اور ملت اسلامیہ عہد جدید میں (سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ، سال اشاعت 2006ء) ص:70،69،68

3 ۔ سورۃ الصف:61/2

کرنی ہے۔

عصر حاضر کے نوجوان طلباء میں مذہب سے دوری کے رجحانات

دور حاضر کے نوجوان طلباء میں مذہب سے دوری کے مندرجہ ذیل رجحانات ہیں؛

1۔ فراغت

دور حاضر کے نوجوان طلباء کی مذہب ودین سے دوری کا بڑا رجحان فراغت ہے۔ آجکل کے نوجوان طلباء جو یونورسٹی، کالج ومدرسہ وغیرہ سے فارغ ہوتے ہیں تو وہ کچھ عرصہ فارغ رہنے کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ تھوڑا ریلیکس آرام کر سکیں حالانکہ یہ بہت بڑی حماقت ہے اور شیطان کا دھوکہ ہے اس سے اُن کی عادت سخت خراب ہو جاتی ہے۔

قران وسنت نے ہمیں وقت کی اہمیت مختلف طریقوں سے بتائی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴾[1]

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے رات اور دن یکے بعد دیگرے آنے والے بنائے، یہ اس کے لیے ہے جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے رات کو بنایا کہ وہ دن کے بعد آئے اور دن کو بنایا کہ وہ رات کے بعد آئے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے وقت کی قدر کی طرف اشارہ کیا کہ اگر کوئی کام رہ جائے تو وہ اُس کو اگلے وقت میں کرلے اگر رات کو رہ جائے تو دن میں کرلے اور اگر دن کو رہ جائے تو رات میں کرلے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو حرکت کرنے والا اور فعال بنایا ہے۔ انسانی جسم و دماغ کی بناوٹ، ساخت، و کیفیت ایسی بنائی کہ وہ اس کی متقاضی ہے کہ ہمارا جسم اور دماغ ہر وقت ہرکت میں رہیں۔ اگر آج کا نوجوان وقت ضائع کرے گا تو اپنے اوقات اور وقت کی ترتیب کو تباہ کر کے رکھ دے گا اور یہ عادت اس کیلئے انتہائی خطرناک ہے۔[2] اور اگر کوئی نوجوان جو علم کی دولت رکھتا ہو تو اس کی جوانی اور علم تقاضا کرتے ہیں کہ وہ محنت اور شقت کرے اور معاشرے کیلے مددگار ثابت ہو۔

اگر نوجوان طلباء سست روی اور فرست کو ترجیح دے گا تو بجائے مثبت اور تعمیری کاموں میں لگنے کہ وہ تخریبی امور سرانجام دے گا جس کی وجہ سے اُسکا اخلاقی اقدار گر جائے گا۔ حلانکہ نوجوانان ملت اور بالخصوص پڑھے لکھے نوجوانوں کے پاس وہ صلاحیات ہیں جو دن کو رات اور رات کو دن میں تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، ظلمت

---

1 ۔ سورۃ الفرقان:62/26

2۔ القرضاوی، علامہ یوسف، وقت کی قدر کیجیے (مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، اشاعت 2014ء) ص:13

کو نور اور نور کو ظلمت بنانے کہ صلاحیت رکھے ہوئے ہیں لیکن اگر وہ بروقت اپنی صلاحیتوں کو مثبت طریقے سے اور اخلاص کے ساتھ بروے کار لائیں[1]

نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

((ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، الصِّحَّةُ، وَالْفَرَاغُ»))[2]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے: دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں لوگ خسارے کا شکار ہیں: صحت اور فرغت۔

اگر ہم نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان میں غور کریں تو ہمیں اس میں ایک پہلو یہ ہے کہ ہم جتنے بھی فرست کے لمحات گزار لیں جلد یا دیر ہمیں مشغول ہونا ہے اس لیے اگر فرست کے لمحات کو طور پر غنیمت جانا جائے اور اس کا صحیح استعمال کیا جائے تو ہم قوم کے معمار بن سکتے ہیں۔

2۔ خواہشات کی تکمیل

اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایک مکمل نظام حیات بنایا ہے۔ اس میں زندگی گزارنے کے تمام اصول پائے جاتے ہیں جو اور کسی مذہب میں نہیں پائے جاتے۔ ہمارے آج کے نوجوان طلباء کا مذہب سے دورری کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت کے احکام کی پیروی کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی تکمیل کرنا کے پیچھے لگ گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾[3]

ترجمہ: پس اگر وہ تمہارا کہنا نہ مانیں تو سمجھ جائیں وہ اپنی خواہشات کی اتباع کر رہے ہیں اور اس سے بڑا گمراہ اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات پر چلتا ہو۔ بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ دین اسلام پر اپنی خواہشات کو ترجیح دیتے ہیں وہ خود بھی خسارے میں ہیں اور دوسروں لوگوں کی گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔ نوجوان کسی بھی معاشرے کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حثیت رکھتا ہے اور پھر وہ نوجوان طلباء جو علم کی دولت کے باوجود اپنی ایسی خواہشات کی پیروی کرے گا جو اُسے مذہب اور مشرقی تہذیب سے دور کر دیں گی۔ اگر طلباء بھی اس طرف جائیں گے تو پھر معاشرے میں لازمی بگاڑ

1۔ ندوی، ابو الحسن علی، دعوت فکر و عمل (مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنو، اشاعت 1999ء) ص: 71،69

2۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الحکمۃ، ح: 1470: ج2، ص: 1396

3۔ سورۃ القصص: 28/50

آئے گا۔

3۔نوجوان طلباء بہتر مستقبل کیلئے یورپ اور مغرب ممالک میں جانا

آج کل کے نوجوان طلباء کی ترجیحات میں سے ایک ترجیح یہ بھی ہے کہ اُن کو اپنا مستقبل سنوارنے کیلئے مغرب اور یورپ کی طرف جانے کا جنونیت کی حد تک شوق ہوتا ہے اور پھر اپنے نفس کو پڑھائی کا جھانسہ دے کر وہاں پرائیویٹ کمپنیوں میں نوکری کر کے اپنے ٹیلنٹ کی ناقدری کر رہے ہوتے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ساتھ مغرب کی تہذیب کو اپنانا اُن کے رنگ میں رنگ جانا اسی طرح مذہب سے دوری ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگتا اور پھر جب مذہب سے دوری ہو جاتی ہے تو وہ نوجوان اپنے سے جڑے لوگوں کیلئے بھی مذہب سے دوری کا سبب بنتا ہے اور اس میں زیادہ تر وہ طلباء ہوتے ہیں جو قابل ہوں۔[1]

اسی طرح اگر دور جدید کے طلباء اپنی صلاحیتوں کو اپنے ملک میں ہی استعمال کریں تو نہ صرف ملک و قوم کا فائدہ ہو گا بلکہ مشرقی تہذیب سے بھی ہمکنار ہونگے۔ایک نوجوان میں چونکہ بھرپور خواہشات ہوتی ہیں اور عموماہمار ے معاشرے میں ناجائز خواہشات کی تکمیل میں قانونی اور مذہبی رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں جو خواہشات مغرب و یورپ میں باآسانی پوری ہو جاتی ہیں اس لیے خدشات ہیں کہ نوجوان نسل کے مذہب سے دور ہونے کا بہت زیادہ امکانات ہوتے ہیں۔[2]

اس لیے عصر حاضر کے وہ نوجوان طلباء جو تعلیم کی غرض سے مغرب و یورپ کا رخ کرتے بھی ہین تو اُن کو چاہیے کہ وہ اپنے اوپر مغربی رنگ نہ چڑھنے دیں اور نہ ہی موم کی طرح پگل جائیں بلکہ وہ ایک عالم اسلام کے معمار ہیں اور ان کے پاس مذہب یہ ایک امانت ہوتا ہے۔اس معاشرے اور سماج کی اصل کامیابی یہی ہے کہ اس کا نوجوان اپنے مذہب اور دین کے ساتھ منسلک رہے تب ہی وہ دوسروں کیلئے ہدایت کا سامان کر سکے گا۔[3]

اس لیے نوجوان طلباء کو چاہیے کہ وہ جہاں بھی جائیں مذہب کے لبادہ ہی میں رہیں کیونکہ ان کی اصل شناخت مذہب کے ساتھ وابستگی میں ہی ہے اگر ان کی زندگی میں مذہب کی اہمیت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

معاشرتی بگاڑ کا سدباب

ایسی صورتِ حال میں تمام عالم اسلام کو مشترکہ طور پر اسلام دُشمن قوتوں کے باطل ہتھکنڈوں اور اُن کے

1۔ندوی،سید ابوالحسن علی،مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں(مجلس نشریات اسلام،ناظم آباد کراچی،س،ن)ص:54

2۔ابوالحسان مفتی محمد طاہر تبسم قادری،مومن کی آذاں ومعہ موجودہ نسل اور دینی تعلیم(مکتبہ شمس و قمر جامعہ حنفیہ غوثیہ بھاٹی چوک لاہو،جنوری2014ء) ص:185

3۔ ندوی،سید ابوالحسن علی،مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں(مجلس نشریات اسلام،ناظم آباد کراچی،س:ن)ص63،64،65

اسلام شکن حربوں سے مکمل طور پر باخبر رہ کر تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کے دین و مذہب کی حفاظت کی فکر عموماً اور اُن کے نوجوان طلباء کی خصوصاً کرنی چاہیے، تاکہ ہم مسلمان دُشمنانِ اسلام کے خفیہ ارادوں اور مکروہ عزائم سے متنبہ رہ کر ابھی ہی سے اپنی اور اپنی موجودہ بلکہ آنے والی نسل کے بھی دین و مذہب کی حفاظت کا سامان کرنا چاہیے اور اُنہیں ذہنی و فکری اور نظریاتی طور پر اسلام دُشمن عناصر کی ذہنی و فکری اور نظریاتی غلامی سے آزادی کا پروانہ دینا چاہیے۔

حاصل بحث

حاصل یہ کہ انسانیت کی تاریخ کے ہر دور کے معاشرے میں ملک وملت کی تعمیر و ترقی میں نوجوان طلباء کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور گو کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں ان کی غفلت و نااہلی، سستی و کاہلی، اور دین و مذہب سے دوری کی صورت میں اقوام عالم کو مذہبی و معاشرتی اور ملکی و قومی سطح پر ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا لیکن عصر حاضر میں سائنسی و اقتصادی ترقی نے جس طرح ان نوجوان طلباء کو دین و مذہب سے دور کیا ہے عالم اسلام کی گزشتہ تاریخ میں اُس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کا سب سے اہم اور بنیادی سبب یورپ و امریکہ سے درآمد شدہ تحفہ سوشل میڈیا کا سیلاب ہے جس کے بہاؤ کے سامنے نوجوان طلباء اور بالخصوص اُن کے معلم و مربی (یعنی معمارانِ قوم) تقریباً سبھی بند باندھنے میں ناکام رہے ہیں اور اُنہوں نے بھی اُس کے ساتھ بہنا شروع کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں نوجوان طلباء دین و مذہب سے دور، اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ اور اخلاقی اقدار سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور یورپ و امریکہ کی پُرشکوہ تہذیب و معاشرت اور اُن کے دلدادہ اطوار و رسومات کو انہوں نے سینے سے لگالیا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے نوجوان طلباء کے دل و دماغ پر ہمارے دُشمنوں کا راج ہے۔ گویا ہمارا ایک بیش قیمت اثاثہ غیروں کے قبضے میں چلا گیا۔ اور ہم آج دینی و مذہبی، سائنسی و اقتصادی، معاشی و معاشرتی، اور اخلاقی و تہذیبی تمام میدانوں میں ذلت و پستی اور عجز و ندامت کا شکار ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا صاف اعلان موجود ہے:

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَانَصِیْرٍ﴾[1]

ترجمہ: اور اگر آپ نے اُن خواہشات کی پیروی کی بعد اس کے جو تمہارے پاس علم آیا تو آپ کے لئے اللہ کے ہاں کوئی دوست اور مددگار نہیں ہوگا۔

یعنی اگر بالفرض اگر مسلمان قرآن مجید کی تعلیمات کو سمجھ لینے کے بعد بھی مذہب اسلام سے اپنا چہرہ پھیرے گا اور اس کی تعلیمات پر عمل نہیں کرے گا تو پھر اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی چھٹکارا نہیں دلا سکے گا۔

1۔ سورۃ البقرۃ:2/120

باب دوم

مذہب سے دوری کے اسباب

فصل اول: سوشل میڈیا

فصل دوم: اخلاقیات کا فقدان

فصل سوم: معاشرت، معیشت اور مادیت

فصل اول

سوشل میڈیا

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی[1]

سوشل میڈیا یا سماجی ذرائع ابلاغ دور حاضر کے ایسے پلیٹ فارمز ہیں جو اپنی بات یا پیغام کمپیوٹر، سمارٹ فون اور انٹرنیٹ کو استعمال کرتے ہوئے پلک جھپکنے میں دوسروں تک پہنچانے کا تیز ترین اور مقبول عام ذریعہ ہیں۔ ان پلیٹ فارمز میں ای میل، سکائپ، فیس بک، وٹس ایپ، ٹویٹر، ٹک ٹاک وغیرہ شامل ہیں۔

اسلام اللہ تعالیٰ کی طے کردہ حدود کے اندر انسان کو ہر طرح کی فکری اور نظریاتی آزادی عطا کرتا ہے اور یہی اصول ذرائع ابلاغ کی اساس بھی ہیں۔ دور جدید کی ترقی نے فاصلوں کو سمیٹ کر دنیا کو ایک اکائی بنا دیا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے دوسرے کونے میں رونما ہونے والے کسی واقعے یا حادثے کی خبر پلک جھپکتے میں ہر طرف پھیل جاتی ہے۔ کھیل ہوں یا سائنسی ایجادات، ہر چیز کا علم ایک کلک کے فاصلے پر ہے۔ اسی لیے ہر شخص سوشل میڈیا کے سحر میں گرفتار دکھائی دیتا ہے۔

ہر دوسری چیز کی طرح سوشل میڈیا اپنے آپ میں اچھا ہے نہ برا چنانچہ اس پر جتنی مقدار میں اصلاحی اور تعمیری مواد موجود ہے اسی قدر مواد فحاشی، عریانی اور اخلاق باختگی پر بھی میسر ہے۔ اس کی اچھائی یا برائی کا تعین صرف اور صرف اس کے استعمال پر منحصر ہے۔ آج کی دنیا میں سوشل میڈیا کے بغیر بقا، ناممکن نہیں تو مشکل ضرور دکھائی دیتی ہے لہذا اسلام بھی کسی بھی طرح سے اس بیش قیمت ذریعہ نشر و اشاعت اور حصول علم کے استعمال پر کوئی قدغن نہیں لگاتا جب تک کہ آپ کا کوئی فعل اللہ کی مقرر کردہ حدود کو پامال نہ کرے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سوشل میڈیا کے ان پہلوؤں کو نہ صرف پہچانا جائے کہ جن کے ذریعے شیطان کسی کے بھی ایمان پر نقب لگا سکتا ہے بلکہ مسلمانوں بالخصوص نوجوان نسل کو اس بارے میں خبردار بھی کیا جائے تاکہ ایمان کی دولت لٹنے سے محفوظ رہے۔[2]

گذشتہ چند سالوں میں جہاں سوشل میڈیا صارفین کی تعداد میں بے پناہ اضافہ دیکھنے میں آیا ہے وہیں ایسے نت نئے پلیٹ فارمز کی تعداد بھی کچھ کم نہیں جو آئے روز کسی نہ کسی ملک میں اپنے صارفین کی طرف سے ڈالے گئے

1۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، اقبال اکیڈمی، لاہور، 206/222

2۔ سمیہ یوسف، ”اولاد کی تربیت میں سوشل میڈیا کا کردار اسباب و اثرات کے تناظر میں جائزہ“، اسلامک سائنسز، جلد 4، شمارہ 1، (2021ء)، ص 99-103

مواد (users’ content) اور اظہار رائے کی آزادی کے نام پر اپنی نام نہاد پالیسیوں کے باعث زیر عتاب رہتے ہیں۔ باوجود اس کے، برساتی کھمبیوں کی طرح ان پلیٹ فارمز کی تعداد میں اضافے کا سلسلہ ہے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہا۔ کم شرح خواندگی، برائے نام ڈیجیٹل میڈیا ریگولیٹری قوانین اور ان پر عمل درآمد کروانے کی خواہش کے فقدان نے بہت سے منفی معاشرتی رویوں کو جنم دیا ہے جو نہ صرف اس خطے کی معاشرتی اور اخلاقی اقدار سے متصادم ہیں بلکہ بحیثیت مجموعی نوجوان نسل کی دینی و دنیاوی لحاظ سے تباہی کی صورت میں منتج ہو رہے ہیں [1]۔

آگے آنے والے چند صفحات میں ہم ان ناپسندیدہ معاشرتی رویوں اور ان کے منفی نتائج پر مختلف حوالوں سے سیر حاصل بحث کرنے کی اپنی سی سعی کریں گے جن کا کسی نہ کسی طرح ایک گہرا تعلق سماجی ذرائع ابلاغ سے بنتا ہے اور جو ایک ناسور کی طرح اس معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔

غیر مصدقہ باتوں کا پھیلاؤ

قرآن مجید، فرقان حمید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾[2]

(ترجمہ) اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے لئے پریشانی اٹھاؤ۔

مندرجہ بالا آیت قرآنی میں ایک اصول کی وضاحت ہے کہ اگر آپ کو خبر لانے والے کے کردار کے بارے میں مکمل معلومات حاصل نہ ہوں تو اس کی خبر پر بلا تحقیق یقین نہیں کرنا چاہیے۔ بحیثیت مسلمان ہمیں اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دین اسلام کے رہنما اصول عصر حاضر کے انسان کی زندگیوں میں بھی اسی طرح قابل عمل ہیں جیسا کہ آج سے چودہ سو سال پہلے کے انسانوں کی زندگی میں تھے چنانچہ حالیہ دور میں اس آیت کے پیچھے کی حکمت اور بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ جب سوشل میڈیا صارفین کے سامنے سکرین پر ہر لمحہ نمودار ہوتی خبروں کے بیان کرنے والے کی شخصیت اور کردار بارے کوئی بھی وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔

اسی طرح جب ہم احادیث نبویہ پر نظر دوڑاتے ہیں تو وہاں بھی ہمیں اس مضمون کی متعدد روایات ملتی ہیں جو معاملے کی نزاکت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔ چنانچہ حدیث نبوی ﷺ ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ))

---

1 ۔ قاری صہیب احمد میر محمدی، دعوت دین کے بنیادی اُصول (قصور: کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ، 2017ء)، ص 208

2۔ سورۃ الحجرات 49/6

1

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کے بطور جھوٹا شمار ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کرتا پھرے۔''

گویا سنی سنائی پر یقین کرنے والا جھوٹا ہوتا ہے اور آج کل لوگ بڑے شوق سے جھوٹ بولتے ہیں اور اسے سوشل میڈیا کے ذریعے پوری دنیا میں پھیلاتے ہیں۔ آیئے اب حدیث نبوی ﷺ سے اس طرح جھوٹ پھیلانے والے کا انجام جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

((عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ فَإِنْ رَأَى أَحَدٌ قَصَّهَا فَيَقُولُ مَا شَاءَ اللَّهُ فَسَأَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ رُؤْيَا قُلْنَا لَا قَالَ لَكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخَذَا بِيَدِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهِ كَلُّوبٌ مِنْ حَدِيدٍ قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ مُوسَى إِنَّهُ يُدْخِلُ ذَلِكَ الْكَلُّوبَ فِي شِدْقِهِ حَتَّى يَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخَرِ مِثْلَ ذَلِكَ وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهُ هَذَا فَيَعُودُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ قُلْتُ مَا هَذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا - - - - أَمَّا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الْآفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ - - - -))[2]

(ترجمہ) حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر پوچھتے: آج رات تم میں سے کس نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ اسے بیان کر دیتا اور آپ ﷺ اس کی تعبیر کر دیتے۔ پھر ایک دن آیا، آپ ﷺ نے حسبِ معمول یہی سوال کیا تو ہم نے جواب دیا: نہیں ہم نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا: ''لیکن میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ دو آدمی میرے پاس آئے، انھوں نے میرے ہاتھوں کو پکڑا اور مجھے ارضِ مقدسہ میں لے گئے۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک آدمی اس کے پاس کھڑا ہوا ہے جس کے ہاتھ میں ایک مہمیز تھی، اسے وہ اس کی ایک باچھ میں داخل کرتا (پھر اسے کھینچ کر) اس کی گدی تک لے جاتا، پھر دوسری باچھ کو بھی اسی طرح کھینچ کر پیچھے گدی تک لے جاتا۔ اور یوں اس کی دونوں باچھیں اس کی گدی کے پاس مل جاتیں، پھر اس کی باچھیں اپنی حالت میں واپس آجاتیں، پھر وہ اس کے ساتھ پہلے کی طرح کرتا۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو ان دونوں نے کہا: آگے چلو۔ تو ہم آگے چلے گئے.......... پھر ان دونوں نے وضاحت کی کہ وہ شخص جس کی باچھوں کو چیرا جارہا تھا تو ''یہ وہ ہے جو صبح کے وقت گھر سے نکلتا ہے، پھر جھوٹ بولتا ہے جو دور دور تک پھیل جاتا ہے۔ اسے یہ عذاب

1۔ مسلم، ابو الحسین مسلم بن حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، (1435ھ)، مقدمہ صحیح مسلم، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع، ح7

2۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، (1433ھ)، کتاب الجنائز، باب، ح1386، 7047

قیامت تک دیا جاتا رہے گا......"

اسی نکتہ کے ذیل میں ایک رویہ جو سوشل میڈیا صارفین کے ہاں عام ہے وہ "احادیث نبوی" کی ترویج ہے۔ چنانچہ دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ بغیر تحقیق کیے مختلف باتوں کو احادیث نبوی ﷺ کے طور پر صدقہ جاریہ سمجھ کر آگے پھیلاتے جاتے ہیں۔ ایسا رویہ رکھنے والے اکثر و بیشتر آپ کو ایک حدیث نبوی ﷺ کا نامکمل حوالہ دیتے ہوئے ملیں گے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا

((بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً))

(ترجمہ)میری بات لوگوں تک پہنچاؤ چاہے بقدر آیت ہی ہو۔

لیکن جو بات وہ خود بھی نظر انداز کیے بیٹھے ہیں وہ اس مکمل حدیث کے آخری حصے میں وارد ہونے والے الفاظ ہیں یعنی:

((وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) [1]

(ترجمہ)اور جس نے مجھ پر جان بوجھتے جھوٹ باندھا تو اسے اپنے جہنم کے ٹھکانے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

اگرچہ حدیث میں قصداً کا لفظ بظاہر اقال رسول ﷺ کے متعلق ایسا غیر محتاط رویہ رکھنے والوں کے لیے گنجائش پیدا کرتا معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جھوٹی احادیث کے سوشل میڈیا پر گردش میں ہونے کے متعلق معلوم ہونے کے باوجود قصداً تحقیق سے اجتناب کرنا یا تحقیق کی صلاحیت اور صحت حدیث کا علم دونوں کے نہ ہونے کے باوجود بھی اس غیر ذمہ دارانہ روش کو ترک نہ کرنا حضور ﷺ پر عمداً جھوٹ بولنا نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ان "احادیث" میں ایسے عقائد بیان کیے جاتے ہیں جن کا حقیقت میں اسلام یا اسلامی تعلیمات سے دور کا کوئی تعلق بھی نہیں مثلاً کسی اسلامی مہینے کے آغاز بارے دوسرے مسلمانوں کو مطلع کرنے پر جنت کی بشارت نیز بعض ایام یا اسلامی مہینوں کو نحس یا بابرکت قرار دینے یا معمولی سے عمل ہر غیر معمولی اجر وثواب کی روایات وغیرہ[2]۔ ایسی جھوٹی احادیث کی بڑے پیمانے پر ترویج کا نتیجہ عامۃ المسلمین میں بنیادی عقائد کی خرابی کی صورت میں نظر آنے لگا ہے۔ چنانچہ عام مشاہدہ ہے کہ لوگ پنجگانہ نماز، زکوۃ، روزے کا اہتمام کرنے کی بجائے سوشل میڈیا پر اسلامی مواد کو پھیلانے جیسی نیکیوں کے بل بوتے پر ہی خود کو جنت کا حقدار سمجھنے لگے ہیں۔

دینی مسائل کو سوشل میڈیا پوسٹس سے اخذ کرنا

اس رویہ کو بھی سوشل میڈیا کی ہی دین کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ چنانچہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ چند اشخاص جن

1۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، (1433ھ)، کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، ح3461

2 ۔ محمد اقبال، ڈاکٹر فیض اللہ بغدادی، "سوشل میڈیا کا استعمال اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں"، ص125

کا کبھی کسی دینی مدرسہ یا ادارہ سے تعلق نہیں رہا اور جو بزعم خود شارح قرآن و حدیث بن بیٹھے ہیں، نے اپنے یوٹیوب چینلز بنا لیے ہیں جہاں وہ فروعی مسائل میں لوگوں کو اجماع امت کے عقائد کے خلاف اکساتے ہیں اور اس پر تف یہ کہ وہ اس قبیح فعل کو تقلید کے مقابلے میں خود سے قرآن و حدیث کو سمجھ کر ان سے مسائل اخذ کرنا کہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ یہ افلاطون ائمہ اربعہ بارے دشنام طرازی کرتے نہیں جھجکتے اور ان سے اعلانیہ اور فخریہ طور پر اعلان برأت کرتے ہیں[1]۔ ان مکروہ صفت اشخاص اور ان کے حواریوں تک شاید آقا دو جہاں کا یہ فرمان نہیں پہنچا کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور شاید ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ﴾[2]

(ترجمہ) کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے۔

نیز حدیث نبوی ﷺ ہے

((عَنْ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْخَيْرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنْ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَنَا اللَّهُ بِهَذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهُ قَالَ قَوْمٌ يَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ إِلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صِفْهُمْ لَنَا فَقَالَ هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ))[3]

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ عام طور پر رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں سوال کرتے تھے اور میں آپ ﷺ سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا کیونکہ مجھے اس بات کا اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں

1 عمر اثری، "علماء کرام سے تنفیر کا فتنہ - اسباب و علاج"، محدث فورم، 24 جولائی 2018ء
https://forum.mohaddis.com/threads/علماء-کرام-سے-تنفیر-کا-فتنہ—اسباب-و-علاج.38101/

2۔ سورۃ الجاثیہ 45/23

3۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، (1433ھ)، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ح 3606

میں شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔

چنانچہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم جاہلیت اور شر میں تھے کہ اللہ تعالی نے ہمیں اس خیر (اسلام) سے مشرف کیا، تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر آئے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

میں نے پوچھا: کیا اس شر کے بعد بھی کوئی خیر آئے گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور اس میں کدورت ہو گی۔

میں نے کہا: کدورت سے کیا مراد ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "ایسے لوگ آئیں گے جو میرے طریقے کو چھوڑ کر دوسرے طریقے پر چلیں گے اور میری سیرت کو چھوڑ کر کسی اور کی سیرت سے راہنمائی لیں گے۔ تمھیں اُن کی بعض باتیں اچھی لگیں گی اور بعض بری لگیں گی۔"

میں نے پوچھا: کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر آئے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں کچھ داعی ایسے آئیں گے جو جہنم کے دروازوں کی طرف بلائیں گے، جو بھی ان کی دعوت کو قبول کرے گا وہ اس کو اس میں گرا دیں گے۔"

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ان کی صفات بیان فرمائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ لوگ ہم میں سے ہی ہونگے اور ہماری ہی زبان میں بات کریں گے۔"

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر وہ زمانہ مجھ پر آگیا تو آپ مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "تم ہر حال میں مسلمانوں کی جماعت اور ان کے حکمران سے وابستہ رہنا۔"

میں نے کہا: اگر مسلمانوں کی جماعت اور ان کا حکمران نہ ہو تو؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر تم ان تمام فرقوں کو چھوڑ دینا خواہ تمھیں درخت کی جڑیں کیوں نہ چبانا پڑیں، یہاں تک کہ تجھ پر اسی حالت میں موت آجائے۔"[1]

مختصراً یہ کہ اسلام کے بارے میں صحیح ترین معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ گوگل، فیس بک اور یوٹیوب نہیں بلکہ مدارس اور علماء حق کی صحبت ہے۔ اور جو بھی اس راستے سے ہٹے گا وہ دین سے دوری اور گمراہی کے سوا کچھ نہ پائے گا۔

1۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، (1433ھ)، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ح3606

بلا تحقیق خود سے کچھ فرض کر لینا

کسی بات کو اپنے طور پر حقیقت کا علم حاصل کیے بغیر فرض کر لینے کو گمان کرنا کہتے ہیں۔ گمان یعنی ظن دو طرح کا ہو سکتا ہے یعنی حسن ظن (خوش گمانی) اور سوء ظن (بد گمانی)۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ﴾[1]

(ترجمہ) اے ایمان والو! بہت بد گمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بد گمانیاں گناہ ہیں۔

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ، وَلاَ تَحَسَّسُوا، وَلاَ تَجَسَّسُوا، وَلاَ تَنَاجَشُوا، وَلاَ تَحَاسَدُوا، وَلاَ تَبَاغَضُوا، وَلاَ تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا))[2]

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بد گمانی سے بچتے رہو، بد گمانی اکثر تحقیق کے بعد جھوٹی بات ثابت ہوتی ہے اور کسی کے عیوب ڈھونڈنے کے پیچھے نہ پڑو، کسی کا عیب خواہ مخواہ مت ٹٹولو اور کسی کے بھاؤ نہ بڑھاؤ اور حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو بلکہ سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔

گویا کسی کے بارے میں تب تک خوش گمانی رکھنی چاہیے جب تک اللہ تعالیٰ کسی کی بد نیتی آپ پر عیاں نہ کر دے۔ لیکن سوئے قسمت کہ سوشل میڈیا کے گرویدہ اس معاملے میں بھی اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور نظر آتے ہیں۔

سوشل میڈیا پر تقریباً ہر شخص خود کو دین اسلام کا واحد محافظ اور سچا عاشق رسول سمجھتا ہے اور اس معاملے میں اپنے سوا سب کے بارے میں انتہا درجے کا سوء ظن رکھتا ہے۔ لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ جنید جمشید جیسے شخص کی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی ذات بارے الفاظ کے انتخاب میں لغزش کو گستاخیِ رسول بنا دیا جاتا ہے اور اسے وضاحتی بیان اور اپنی بات سے رجوع کے باوجود عوامی مقام پر زدو کوب کیا جاتا ہے۔ جان سے مارنے کی دھمکیاں دی جاتی ہیں[3]۔

کچھ یہی حال ہماری سیاسی جماعتوں اور ان کے حامیوں کا ہے، اپنے لیڈر اور پارٹی ورکرز کے سوا تمام لوگوں

1۔ سورۃ الحجرات 12/49

2۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، (1433ھ)، کتاب الادب، باب، ح6066

3 ۔ اردو پوائنٹ، ''اسلام آباد کے بینظیر انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر جنید جمشید پر تشدد'' آخری بار ترمیم شدہ 28 مارچ 2016ء، 42 :21
https://www.urdupoint.com/pakistan/news/islamabad/important-news/live-news-618043.html

کو غدارِ قوم وملت سمجھا جاتا ہے۔ اسی بدگمانی کے زیر اثر مخالفین کے اچھے کاموں میں بھی کیڑے نکالے جاتے ہیں، ان کے لیے رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں۔

بدگمانیاں پالنے کا یہ رویہ سوشل میڈیا کے چوبیس گھنٹے کے پروپیگنڈہ کے سبب اس قدر پنپ چکا ہے کہ افراد سے ایک قدم آگے بڑھ کر ریاستی اداروں کو بھی بدنیت سمجھ لیا گیا ہے۔ اور اسی سبب ایسے ایسے حادثات جنم لیتے ہیں جو نہ صرف ملک و قوم اور دین کے لیے بدنامی سمیٹتے ہیں بلکہ قیمتی انسانی جان کے ضیاع کا سبب بھی بنتے ہیں۔ کبھی تھانوں پر گستاخ کو ماورائے عدالت کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے دھاوا بول دیا جاتا ہے تو کبھی امن عامہ کے قیام کو یقینی بنانے کے لیے تعینات سپاہی مظاہرین کے ہاتھوں بری طرح پٹ جاتا ہے۔

حتیٰ کہ ریاست بھی ایسے واقعات میں بے بس اور یرغمال دکھائی دیتی ہے۔ اس کی تازہ ترین مثال سیالکوٹ کی ایک فیکٹری میں ایک غیر مسلم، غیر ملکی (سری لنکن) باشندے کی ہجوم کے ہاتھوں پر تشدد موت اور پھر اس کے جسد خاکی کو نذر آتش کرنے کی صورت میں ملتی ہے۔ اس دین حنیف کہ جو حالت جنگ میں بھی لاش کا مثلہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا، کے پیروکاروں نے حب رسول ﷺ کے زعم میں نہ صرف ایک شخص کی جان لے ڈالی بلکہ اس سے آگے بڑھتے ہوئے اس کے جسد خاکی کو آگ کے سپرد کر ڈالا[1]۔ یعنی ایک ایسا عذاب کہ جسے دینے کا حق مالک دو جہاں کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

فحاشی و عریانی کا بڑھتا ہوا رجحان

سوشل میڈیا کے زیادہ تر پلیٹ فارمز کے مالکان غیر مسلم ہیں جن کے ہاں اخلاق اور حیا کے تصورات یا تو سرے سے عنقا ہیں یا پھر ہیں بھی تو ایسے بھونڈے کہ ان کا نہ ہونا زیادہ بہتر ہوتا۔ مثلاً مغربی تہذیب زنا بالرضا کو برائی تسلیم کرنے کو ہی تیار نہیں۔ نیز لباس کے متعلق ہر انسان کی ذاتی پسند کو اس کا حق سمجھا جاتا ہے گویا ایک انسان ننگا گھومنے یا اپنے جسم کو جس حد تک چاہے ڈھانپنے میں آزاد ہے اور اس بارے میں کوئی دوسرا شخص یا ریاست اسے پابند نہیں کر سکتی۔ ان مالکان کی یہی سوچ ان کے پلیٹ فارمز پر موجود مواد کے بارے میں طے کردہ قواعد وضوابط میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ دیکھنے میں آتا ہے کہ سوشل میڈیا پر اخلاق باختہ مواد کی بھرمار ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾[2]

1۔ شکیل رشد، "سیالکوٹ کا واقعہ اور کئی سوال"، بصیرت آن لائن 4 دسمبر 2021ء
https://www.baseeratonline.com/162488

2۔ سورۃ النور 24/19

(ترجمہ) جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزو مند رہتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔

ہمارے معاشرے کے جدت پسند سوچ رکھنے والے خواتین و حضرات بھی نہ صرف خود کے لیے اس مادر پدر آزاد طرز زندگی کو اپناتے جارہے ہیں بلکہ وہ ایسے قوانین کے حق میں آئے روز سڑکوں پر نکلنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے جن کا مشرقی اخلاق واقدار سے دور دور کا بھی تعلق نہیں۔ ایسا کرنے سے نا صرف ان کو سستی شہرت ملتی ہے بلکہ یہ چیز آہستہ آہستہ رائے عامہ کو بھی ان کے حق میں نرم کرتی محسوس ہو رہی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نچلے اور متوسط طبقے کا صارف کہ جن کے ہاں خاندانی نظام، اخلاقی اقدار اور دین سے محبت آج بھی متاع حیات تصور کی جاتی ہے، بھی فحاشی اور اخلاق باختگی کی اس مسلسل بارش کے اثر کو قبول کرتا جارہا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ معاشرے میں بے پردگی بڑھتی جارہی ہے۔ مردوزن کے اختلاط کو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے نیز ازدواجی رشتے کو بوجھ سمجھنا شروع کر دیا گیا ہے جس کے نتیجے میں بغیر شادی کے مردوزن کے تعلقات بھی اب ویسے اچھنبے کی بات نہیں رہے جیسے ماضی قریب میں سمجھا جاتا تھا۔

فحاشی اور عریانی کے اس دور کے فتنوں سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مردوزن کو غض بصر کا حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ﴾[1]

(ترجمہ) مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت رکھیں یہ ان کے لئے پاکیزگی ہے۔

نیز فرمایا:

﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾[2]

(ترجمہ) مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے۔

لیکن افسوس کہ ہم کئی دوسرے احکامات کی طرح اپنی نئی نسل کو ان الہامی احکامات کے سوشل میڈیا کے استعمال کے ساتھ تعلق کے بارے میں آگاہی نہیں دے سکے جس کا نتیجہ بد نظری اور اخلاقی تنزلی کی صورت میں عام ہے۔

1۔ سورۃ النور 24/30

2۔ سورۃ النور 24/31

سوشل میڈیا کے ذریعے پیسے کمانے کی دوڑ اور حلال و حرام کی تمیز کا نہ ہونا

سماجی ذرائع ابلاغ کا ایک نہایت پر کشش پہلو اس کے ذریعے دولت کمانا ہے۔ نیز اگر اسی پہلو کو سوشل میڈیا کے زیادہ تر خرابیوں کی اصل وجہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ اس پر مزید بات کرنے سے پہلے ہم سوشل میڈیا کے ذریعہ پیسہ کمانے کے طریقہ کار کو سمجھتے ہیں۔ سوشل میڈیا بنیادی طور پر آپ کو ان لوگوں کی تعداد کے حساب سے پیسے ادا کرتا ہے جو آپ کے مواد کو دیکھتے ہیں۔ یعنی جتنے زیادہ لوگ آپ کے مواد کو دیکھیں گے اتنا ہی پیسہ آپ بنا پائیں گے اور یہیں سے اصل خرابی شروع ہوتی ہے۔ پہلے سے زوال پذیر اخلاقیات کے حامل سوشل میڈیا تخلیق کار (content creators) اپنے مواد کے لیے زیادہ سے زیادہ ناظرین اکٹھا کرنے کے لیے ہر طرح کا حربہ آزمانے کو ہمہ وقت تیار رہتے ہیں اور اپنی نام نہاد تخلیقی صلاحیتوں کو اپنے ناظرین کی پسند کا مواد تخلیق کرنے میں ہی اپنی معراج سمجھتے ہیں چاہے ناظرین کا مطالبہ حرام شے یا کام پر مبنی ہو۔

کچھ یہی معاملہ صارفین کی طرف دیکھنے میں آتا ہے کہ جب وہ اپنے ناخداؤں کی دولت و ثروت کو دیکھتے ہیں اور ان سے مرعوب ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ اگرچہ یہ بات بھی آئے دن سوشل میڈیا کی زینت بنتی رہتی ہے کہ ویڈیوز میں دکھایا جانے والا عالی شان طرز زندگی اکثر ان تخلیق کاروں کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ سب کچھ یا تو کرائے کا ہوتا ہے یا پھر چاہنے والوں کی ناجائز و حرام خواہشات کی تکمیل پر اجرت کے طور پر ملا ہوتا ہے لیکن ان عقل کے اندھوں کا کیا کریں کہ جنہیں پھر بھی سمجھ نہیں آتی۔ حوص اور لالچ نے ان کو اندھا، گونگا اور بہرہ کر دیا ہے۔

جاہ و حشمت اور دولت و ثروت کے حصول کی یہ خواہش تخلیق کاروں اور ان کے صارفین دونوں کے دل و دماغ سے صحیح اور غلط، حرام اور حلال کی تمیز ختم کر دیتی ہے اور وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیابی کے لیے ہر ممکن حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ اور جو اپنے والدین کے لقمہ حلال کی بدولت اس اخلاقی حد تک نہیں گر پاتے وہ باقی کی زندگی اکثر پچھتاوے اور حسرت و ناامیدی اور ناشکری میں گزار دیتے ہیں۔ حلال و حرام کی تمیز بھلا دینے والوں کے لیے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((لا يَدْخُلُ الجنَّةَ لحمٌ ودمٌ نُبِتا علَى سُحتٍ النَّارُ أَوْلى به[1]))

"ایسا گوشت اور خون جنت میں داخل نہ ہو گا جو حرام سے پلا ہو اُس کے لیے دوزخ ہی صحیح حقدار ہے۔"

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((لَيَأْتِيَنَّ علَى النَّاسِ زَمانٌ، لا يُبالِي المَرْءُ بما أخَذَ المالَ، أمِنْ حَلالٍ أمْ مِن حَرامٍ))[2]

---

1 ۔ ابن حبان، کتاب الحظر والاباحۃ، ج12، ص378

2 ۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب من لم یبال من حیث کسب المال، ح2059

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی یہ پرواہ نہیں کرے گا اُس نے جو مال حاصل کیا ہے وہ حرام ہے یا حلال۔"[1]

دراصل سوشل میڈیا پر موجود مواد انسان میں حب دنیا کا ایسا بیج بوتا ہے کہ جس کی آبیاری سے پنپنے والا تناور درخت انسان کے دل و ذہن سے فکر آخرت اور یوم جزاو سزا کا تصور مٹاڈالتا ہے۔ اور جب آپ کے دل میں اپنے اعمال صالحہ و فاسدہ کے لیے جواب دہ ہونے کا کوئی خیال بھی نہ گزرے تو یہ اخلاقی تنزلی اور حب مال و جاہ بالکل منطقی معلام ہوتی ہے۔ اسی لیے کسی نے کیا خوب کہا ہے:

چار دنان دا میلہ ایتھے، کجھ کھالے پی لے موج اڑا

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سوشل میڈیا کے مثبت پہلوؤں سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ اپنے صارفین خصوصًا نوجوان نسل کی اخلاقی تربیت پر بھی خاص توجہ دیں اور انہیں ان تمام رستوں سے آگاہ و ہوشیار کریں کہ جن کے ذریعے سماجی ذرائع ابلاغ ان کی دولت ایمان کو لوٹنے میں مصروف ہیں۔

1۔ جاوید، خلیل الرحمٰن، جانب حلال، (2011ء)، 117

فصل دوم

اخلاقیات کا فقدان

انسانی وجود پر غور وفکر کرنے سے ایک بات عیاں ہوتی ہے کہ وجود انسان اور حیوانات میں کچھ جبلتیں قدر مشترک ہیں جیسا کہ بھوک وپیاس کا احساس، تکلیف محسوس کرنے اور محبت و نفرت کے جذبات کا اظہار۔ تو پھر وہ کیا شے ہے جو انسان کو باقی حیوانات سے برتر و ممتاز بناتی ہے۔ مزید غور وفکر سے اس کا جواب ہمیں عقل، حس جمالیات اور اخلاقیات کی صورت میں ملتا ہے۔ لہذا یہ کہنا بے جا نہ ہو گا یہ تین عناصر انسان کو اشرف المخلوقات بناتے ہیں۔

عقل اور حس جمالیات کا عطیہ خداوندی یا محض ایک حادثہ (نظریہ ارتقاء) کی پیداوار ہونے کی طرح اخلاقیات اور مذہب کا باہمی تعلق بھی ہمیشہ سے موضوع بحث چلا آرہا ہے۔ الہامی و غیر الہامی مذاہب سے تعلق رکھنے والا طبقہ جہاں اخلاقیات کو مذہب کی دین گردانتا ہے تو وہیں الحادی طبقہ مذاہب کے وجود سے بہت پہلے اخلاقی اقدار کی موجودگی کو اپنے نظریات کے دفاع میں پیش کرتا ہے۔ یہ حقیقت تو مسلمہ ہے قدرت نے بنیادی اخلاقیات ہر انسان کی فطرت میں ودیعت کیے ہیں۔[1] جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ﴾[2]

(ترجمہ) وہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے

تاہم ان اخلاقی اقدار کی تعمیر و تطہیر میں مذاہب کا کردار بھی کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ ہر الہامی مذہب کی بنیادی اخلاقی تعلیمات میں سماجی، معاشرتی حتیٰ کہ گھریلو سطح پر بھی اچھے اخلاق کے متعلق تعلیمات و احکامات موجود ہیں اور ایک باعمل مذہبی شخص اخلاق کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے۔ چنانچہ تقریباً تمام مذاہب عالم بالعموم اور ابراہیمی مذاہب بالخصوص اخلاقیات کی تعمیر و تطہیر پر خصوصی زور دیتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ قرآن و احادیث میں عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات پر بھی بہت زور دیا گیا ہے۔ حتیٰ کے یہاں تک فرما دیا گیا کہ عبادات میں کوتاہی کی معافی تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے صدقے دے سکتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ﴾[3]

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک ٹھہرائے جانے کو بخشنے والا نہیں ہے اور اس (گناہ) کے سوا وہ

1۔ احمد علی کورار، ''اخلاقیات اور مذہب کا ربط'' مکالمہ ڈاٹ کام، 13 جنوری 2021ء
https://www.mukaalma.com/118121/

2۔ سورۃ الروم 30/30

3۔ سورۃ النسآء 4/48

جس (بھی گناہ) کو چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

لیکن معاملات کی کوتاہی میں جب تک متاثرہ فرد معاف نہ کر دے، اللہ کے ہاں بھی معافی نہ ملے گی۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ:

((لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنْ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ)) [1]

(ترجمہ) قیامت کے روز تمہیں سب حقداروں کو ان کے حقوق ادا کرنا ہوں گے، یہاں تک کہ اس بکری کا بدلہ بھی کہ جس کے سینگ توڑ دیے گئے ہوں گے، سینگوں والی بکری سے پورا پورا لیا جائے گا۔

اگرچہ قرب قیامت مذہب سے دوری کے بارے میں امت مسلمہ کو پہلے سے احادیث نبوی کے ذریعے خبردار کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد نبی کریم ﷺ ہے:

((لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي)) [2]

(ترجمہ) میری امت کے ساتھ ہو بہو وہی معاملہ پیش آئے گا جو بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آچکا، یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے اگر اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ برائی کا ارتکاب کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا شخص ہوگا جو اس فعل قبیح کا ارتکاب کرے گا، اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، اور (ان میں سے) ایک فرقہ کو چھوڑ کر باقی سبھی آگ میں جائیں گے، صحابہ نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! یہ جماعت کون سی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: 'وہ جو میرے اور میرے صحابہ کے رستے پر ہوگی۔

یہ وہی خوش قسمت جماعت ہے جو نہ صرف خود شعار اسلام پر کاربند ہوگی بلکہ دوسروں کو بھی بھلائی اور دین کی طرف دعوت دینے والی ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [3]

(ترجمہ) اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو خیر کی طرف بلائے اور نیکی کے کاموں کا حکم دے اور برائی کے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

عام مشاہدہ ہے کہ انسان کی مذہب سے دوری کا ایک اثر اس کے اخلاقی معاملات پر بھی پڑتا ہے چنانچہ آج

1۔ مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، (1435ھ)، مقدمہ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، ح 6580

2۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، أبواب الایمان عن رسول اللہ ﷺ، ماجاء فی افتراق ھذہ الامۃ، ح 2641

3۔ سورۃ آل عمران 3/104

کی نوجوان نسل کی اخلاقی حالت بھی کچھ زیادہ متاثر کن نہیں۔

دینی فرائض سے دوری

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر یہ بات واضح کرتا ہے کہ ہدایت اللہ کی طرف سے ہے۔ کسی بھی شخص کی بشمول انبیاء کرام، واحد ذمہ داری اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ اس سے آگے کا معاملہ خدا اور اس کے بندے کا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ [1]

(ترجمہ) ہم نے اسے (انسان کو) راہ دکھائی اب چاہے تو وہ شکر گزار بنے اور چاہے تو ناشکرا

نیز دین اسلام کا خصوصی ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ﴾[2]

(ترجمہ) دین (اسلام) کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾[3]

(ترجمہ) پس آپ کے ذمے صرف تو کھول کر پیغام پہنچا دینا ہی ہے۔

ذرائع ابلاغ کے جدید ترین ذرائع نے جہاں جید علماء کرام کی عوام الناس تک رسائی کو آسان بنا دیا ہے وہیں ان ذرائع کا استعمال ایسے بہت سے مبلغین اور واعظین کے ہاں بھی پہنچ چکا ہے جو دین کی اشاعت کے معاملے میں بنیادی الہامی احکامات کو سراسر نظر انداز کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے ذریعے ہر عالم، مبلغ اور واعظ تک یہ ہدایت پہنچائی کہ:

﴿ ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾[4]

(ترجمہ) اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے۔

چنانچہ دیکھنے میں آیا کہ ایسے واعظین بنیادی عقائد پر امت کے اجماع کو بیان کرنے کی بجائے فروعی مسائل میں موجود فقہی اختلافات (جو کہ دراصل دین اسلام کی خوبصورتی اور اس کے ماننے والوں کے لیے رحمت ہیں) کو صحیح

1۔ سورۃ الانسان 76/3

2۔ سورۃ البقرۃ 2/256

3۔ سورۃ النحل 16/82

4۔ سورۃ النحل 16/125

و شام بڑھا چڑھا کر ایسے انداز سے بیان کرتے ہیں کہ یہ اختلاف حسن نہیں بدصورتی معلوم ہونے لگتا ہے۔ علامہ اقبال نے اس حقیقت کی عکاسی کچھ ان الفاظ میں کی ہے:

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو[1]

نتیجتاً پہلے سے ہی مذہب بیزار لوگوں کو خدائی احکامات بجالانے اور فرائض کی ادائیگی سے بچ نکلنے کا ایک نادر موقع مل جاتا ہے اور انہیں یہ کہتے اکثر سنا جاتا ہے کہ ہم اسلام پر چلنا تو چاہتے ہیں لیکن پہلے ہمیں یہ بتائیں کہ کونسے اسلام پر چلیں، سنیوں کے، وہابیوں کے یا شیعہ کے۔ ان نادان واعظین کے اس جاہلانہ اور متکبرانہ رویے نے نوجوان نسل کو مذہب سے دور کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

کچھ ایسا ہی معاملہ دنیا کے سمٹ کر عالمی اکائی (Global Village) بن جانے کے سبب دیگر اسلامی عبادات کے ساتھ پیش آرہا ہے۔ چنانچہ آج کا نوجوان بڑے بڑے عالمی رفاحی اداروں کو تو دل کھول کر عطیات دیتا ہے لیکن زکوٰۃ جیسے بنیادی اسلامی فریضہ کو ایسی "بھیک" قرار دیتا ہے جو امیروں سے لیکر غریبوں کو دی جاتی ہے۔ اس جہالت کے پیچھے بھی ہمارے مذہبی طبقے کی غیر معمولی غفلت کارفرما ہے کہ جس نے نئی نسل پر اسلام کے عالمگیر فلاحی، معاشی نظام کی حقانیت واضح کرنے کی بجائے اسے اپنے مدارس کے سالانہ اخراجات پورے کرنے کے لیے چندوں کی اپیلوں تک محدود کر دیا ہے۔

جدت پسندی نے کچھ یہی سلوک روزے جیسی بدنی عبادت کے ساتھ بھی کیا ہے۔ آج کا نوجوان خود کو صحت مند اور توانا رکھنے کے لیے (Dieting) کے نام پر فاقہ کشی کو تو بخوشی قبول کر لیتا ہے لیکن روزے جیسی بے پناہ اجر و ثواب اور جسمانی فوائد کی حامل عبادت کو اپنی صحت کے لیے نقصان دہ سمجھتے ہوئے اس کی ادائیگی میں غفلت برتتا ہے۔

یہ چند مثالیں اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ ہمارے مذہبی طبقے کے غیر محتاط رویے، جدید عصری تقاضوں اور ٹیکنالوجی کو صحیح سے سمجھ کر نہ اپنانے نیز جدت پسندی کے عالمی رجحان نے آج کے نوجوان کو دینی فرائض سے بہت دور کر دیا ہے۔

بڑوں کا احترام کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا

1۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، اقبال اکیڈمی، لاہور

أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾[1]

(ترجمہ) اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انھیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات کرنا۔

دین اسلام والدین کا مقام و مرتبہ نیز ان کے حقوق کی اہمیت اس امر سے واضح ہے کہ قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت میں اللہ عزوجل نے والدین کے ساتھ حسن معاملہ کا حکم اپنی بندگی کے حکم کے فوراً بعد ذکر کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ حسن معاملہ کی تاکید صرف والدین تک محدود نہیں بلکہ احادیث نبوی ﷺ میں مجموعی طور پر بڑوں کی عزت و توقیر کی نہ کرنے پر تنبیہ کے ذریعے ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((عَنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَر قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيرِنَا)) [2]

(ترجمہ) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا مقام نہ پہچانے۔

اہل علم کے مطابق حضور ﷺ کے فرمان "ہم میں سے نہیں" سے مراد یہ ہے کہ ایسا شخص ہماری ملت اسلامیہ کا حصہ نہیں یا یہ کہ وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے۔

اسلامی تعلیمات کے ساتھ برصغیر پاک وہند میں مقبول دوسرے دو بڑے مذاہب ہندو مت اور سکھ مت کے ماننے والے بھی بڑوں کے ادب و احترام کے قائل ہیں۔ چنانچہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ بڑوں کے ساتھ عزت و توقیر کے ساتھ پیش آنا نہ صرف مشرقی روایات کا حصہ ہے بلکہ انکا طرہ امتیاز بھی ہے۔ اس کے برعکس مغربی معاشرہ پر ایک نظر دوڑائیں تو وہاں یہ اخلاقی قدر ناپید معلوم ہوتی ہے۔ بوڑھوں کے بارے میں ایک عمومی مغربی رویہ افراد اور معاشرے پر بوجھ کا ہے چنانچہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جب کوئی والدین بڑھاپے کی عمر کو پہنچتے ہیں تو انکی اولاد سعادت سمجھتے ہوئے انکی خدمت بجالانے کی بجائے انہیں معمر افراد کے لیے خصوصی طور پر تیار کردہ پناہ گاہوں میں چھوڑ آتی ہے اور ان کی باقی کی سانسیں انہی پناہ گاہوں میں اپنوں سے دور تنہائی میں کٹتی ہیں۔

عالمی اکائی نے جہاں مختلف ممالک کے لوگوں کو ایک دوسرے کی ثقافت بارے جاننے میں بہت مدد کی ہے وہیں اس کے ہاتھوں بہت سی تہذیبوں نے بے جا نقصان بھی اٹھایا ہے۔ انہی میں ایک ہماری مشرقی تہذیب بھی ہے۔ چنانچہ ہماری نوجوان نسل اب (Generation Gap) کے نام پر اپنے بزرگوں کے ریت رواج کو کالعدم اور خود

1۔ سورۃ الاسراء: 17/ 23

2۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، أبواب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان، ح1920

ان بزرگوں کو دقیانوسی کہتے ہوئے ان سے بیزاری کا کھلم کھلا اظہار کرتی نظر آتی ہے۔ ادب کی جگہ والدین سے دوستی کے نام عزت و احترام کی دیواریں گرائی جا رہی ہیں۔ جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہ ہونے کا کہہ کر والدین اور بڑوں کی نصیحتوں کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اگرچہ ابھی یہاں نوبت والدین کو پناہ گاہوں میں چھوڑنے کی تو نہیں آئی لیکن گھر کے اندر ہی انہیں ایک کمرے تک محدود کر کے ان سے ایک طرح کا مقاطعہ عام رواج بنتا جا رہا ہے۔ دیہاتوں سے شہروں میں نقل مکانی کرنے والے تو اکثر اپنے حلقہ احباب میں اپنے سادہ لوح والدین کو متعارف کروانے میں بھی شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔ غرض مغرب کی چکا چوند سے خیرہ آنکھیں حقیقت حال کا ادراک کیے بغیر بس اندھا دھند اپنی اخلاقی، سماجی و معاشرتی تباہی کی طرف سرپٹ دوڑے جا رہی ہیں۔

عدم برداشت

عدم برداشت کا معکوس رویہ بردباری، رواداری اور حلم ہے۔ عربی میں حلم، جہل کے متضاد لیا جاتا ہے۔ گویا علم، حلم سکھاتا ہے اور جہالت انسان میں عدم برداشت کو جنم دیتی ہے۔ ماہرین کے مطابق عدم برداشت کا رویہ انسان میں مایوسی کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ مایوسی جو انسان کی ناآسودہ خواہشات اور ناتمام ارادوں سے جنم لیتی ہے۔ زمانہ جدید کی تمام تر ترقی اور ایجادات نے جہاں انسان کے لیے بے شمار تن آسانی اور آسودگی کا سامان مہیا کیا ہے وہیں معاشرے میں موجود طبقاتی تقسیم کو بھی مزید گہرا کر دیا ہے۔ جس کا نتیجہ ایک عمومی بے چینی، مایوسی، غصہ اور محرومی کا احساس ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فی زمانہ لوگوں اور بالخصوص نوجوانوں میں برداشت کا مادہ عنقا ہے۔

تحمل عربی میں برداشت کا مترادف ہے جس کے معنی بوجھ اٹھانا کے ہیں۔ یہ صفت طبیعت انسانی میں وہ طاقت پیدا کرتی ہے جس کے سبب وہ ناپسندیدہ اور اشتعال انگیز صورتحال کا سامنا کرنے کے باوجود خود پر قابو رکھتا ہے اور بیشتر اوقات رد عمل ظاہر کرنے کی قوت اور حیثیت رکھنے کے باوجود اپنے جذبات کو حالات کے دھارے میں بہنے سے روک پاتا ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ کے پسندیدہ بندوں یعنی عباد الرحمٰن کی ایک خصوصیت حلم اور بردباری بھی بتائی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾[1]

(ترجمہ) (سچے) عباد الرحمٰن وہ ہیں جو زمین پر مصلحت کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم (جاہل) لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ سلام کہہ کر (کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں)۔

نیز فرمایا:

1۔ سورۃ الفرقان 25/63

﴿ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾[1]

(ترجمہ) اور جب کسی لغو کام پر ان کا گزر ہو تو (شرفاء کی طرح) وقار سے گزر جاتے ہیں۔

ایک اور مقام پر زمین و آسمان کی وسعتوں جتنی وسیع جنت کی خوشخبری ایسے پرہیزگاروں کے حق میں سنائی گئی ہے جو:

﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ﴾[2]

(ترجمہ) اور وہ غصہ پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔

اسی طرح حضور سرور دو عالم ﷺ نے زندگی بھر عملی طور پر بردباری اور برداشت کا مظاہرہ کر کے مؤمنین کے لیے ایک عملی نمونہ فراہم کیا۔ نیز اپنے عمل کے ساتھ ساتھ اپنے الفاظ سے بھی برداشت اور رواداری کی ترغیب دی۔ ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الغَضَبِ)) [3]

(ترجمہ) پہلوان وہ نہیں جو کشتی میں غلبہ پالے بلکہ حقیقی پہلوان تو وہ ہے جو غصہ میں خود پر قابو رکھ پائے۔

نیز جب ایک شخص نے حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر نصیحت کیے جانے کی درخواست کی تو حضرت اَبوہریرۃ رضی اللہ عنہ اس موقع پر ہونے والی گفتگو کے کچھ ایسا اَحوال بتاتے ہیں:

((أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَوْصِنِي، قَالَ: لاَ تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ: لاَ تَغْضَبْ)) [4]

(ترجمہ) ایک شخص نبی کریم ﷺ سے درخواست گزار ہوا کہ آپ مجھے کوئی نصیحت فرما دیجئے جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کر۔ اس شخص کے بار بار سوال کرنے پر بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کر۔

ان سب اسلامی تعلیمات کے برعکس دیکھنے میں آتا ہے کہ ہمارا معاشرہ روز بروز عدم برداشت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ ٹریفک سگنل کے کھلنے کا انتظار ہو یا بل جمع کروانے جیسے موقع پر قطار بنانا، ہر کوئی دوسرے کو روندتے ہوئے آگے بڑھ جانے کی کوشش کرتا دکھائی دیتا ہے۔ جب ایک معاشرہ بحیثیت مجموعی عدم برداشت کو ذہنی طور پر قبول کرلے تو اس معاشرے کو تباہی و بربادی سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ کیونکہ عدم برداشت کے رویے کو قبول کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے زمانے میں موجود ظلم و ناانصافی، طاقت یا اثر و رسوخ کے بل بوتے پر اپنے سے کمزور کو کچل دینے جیسے رویوں کے پیچھے موجود غیر اخلاقی جواز (I will do it, because I can) کو تسلیم

1۔ سورۃ الفرقان 72/25

2۔ آل عمران 134/3

3۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، (1433ھ)، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ح6114

4۔ ایضاً، الحذر من الغضب، ح6116

کر لیا ہے۔ اور یہ بات زمانے میں مزید ابتری کا باعث بنتی ہے کیونکہ ایسی سوچ رکھنے والے انسان کے نزدیک اپنا حق حاصل کرنے کا صرف اور صرف ایک ہی طریقہ درست اور جائز ہو جاتا ہے جو کہ طاقت کا استعمال ہے۔ ایسے معاشرے میں منطق اپنی اہمیت وافادیت کھو دیتی ہے اور ذرا ذرا سی بات پر خوب بہایا جانا معمول ہو جاتا ہے۔

قرائن بتاتے ہیں کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اس خطہ زمین میں صدیوں سے چلتی آرہی امیر و غریب، طاقتور و کمزور کے بیچ کی خلیج مزید گہری اور چوڑی ہوتی جارہی ہے۔ جس کا نتیجہ معاشرے کے تمام طبقات بالخصوص نوجوانوں میں عدم برداشت کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ عالمی اکائی کے سبب ہمارے نوجوان کے احساس محرومی میں مزید اضافہ ہوا ہے کہ جب وہ مغربی معاشرے میں موجود قانون کی بالادستی اور کمزور و طاقتور سب کو قانون کے آگے جواب دہ پاتا ہے تو اس کا جوان خون مزید کھولنے لگتا ہے۔ ایسے میں یہ معاشرے، اس کی اخلاقی اقدار، اور اس میں بسنے والے بڑے بوڑھے اس کی نظر میں مزید کھٹکنے لگتے ہیں کیونکہ وہ ان سب کو اس خرابی اصل کی وجہ اور ذمہ دار سمجھتا ہے۔ چنانچہ آئے روز ایسے واقعات سننے کو ملتے ہیں جہاں معمولی سی رنجش، مسلکی، سیاسی یا فکری اختلاف کا نتیجہ کشت وخون پر منتج ہوتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نئی پود کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی جائے۔ انہیں کھیل کود اور تفریح کے مواقع میسر کیے جائیں۔ ان کی ذہنی وجسمانی صحت و نشوونما کا خصوصی خیال رکھا جائے ورنہ خاکم بدہن یہ بات سچ ثابت نہ ہو جائے کہ

اس گھر کو آگ لگ گئی، گھر کے چراغ سے

زوال پذیر اخلاقیات

اظہار رائے کی آزادی اور شخص آزادی کے نام پر جدید دنیا میں اخلاقی انحطاط کی جو مثالیں دیکھنے میں آرہی ہیں وہ بیان کے بھی قابل نہیں[1]۔ مذہب سے دوری کا ایک بڑا نتیجہ انسان کو جواب دہی کے خوف کا نہ رہنا ہوتا ہے۔ انسان دنیاوی زندگی کی چکا چوند میں اس قدر منہمک ہو جاتا ہے کہ اسے یوم محشر ایک خیالِ خام سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہوتا اور اگر کسی وقت چند لمحوں کے لیے بلکتے سسکتے ضمیر کے کچوکوں سے یہ احساس بیدار ہو بھی جائے تو اسے ستر ماؤں سے زیادہ چاہنے والے خداوند کی رحمت کی لوری سنا کر پھر سے سلا دیا جاتا ہے۔ روز محشر اپنے اعمال کی جواب دہی ہی وہ احساس ہے کہ جس کی وجہ سے انسان نفس امارہ کو قابو کر پاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴾[2]

(ترجمہ) اور جو (بروز قیامت) اپنے رب کے سامنے جواب دہی سے ڈر گیا اور نفس کو نفسانی خواہشات سے

1۔ محمد متین خالد، حقوق انسانی کی آڑ میں: حقوق انسانی کے نام پر، (ملتان: مجلس تحفظ ختم نبوت 2003ء)، ص 20-13

2۔ سورۃ النازعات 79/40

باز رکھا۔

انسان اپنی خواہشات نفسانی و حیوانی کے بے لگام گھوڑے کے آگے گھٹنے ٹیک دے تو پھر اس کی مثال چوپایوں کی سی ہو جاتی ہے جو سنتے اور دیکھتے تو ہیں لیکن شعور کی بنا پر صحیح اور غلط میں تمیز کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ بلکہ قرآن مجید تو ایسے افراد کے بارے میں اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ میں کلام کرتا ہے۔

﴿ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾[1]

(ترجمہ) یہ لوگ (اپنی گمراہی اور ہٹ دھرمی کے باعث) چوپاؤں کی مثل ہیں بلکہ یہ تو ان سے بھی زیادہ گم کردہ راہ ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں۔

چنانچہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ہمارا نوجوان طبقہ بھی جلوہ دانش فرنگ سے خیرہ آنکھیں لیے ایک ایسی راہ پر چل نکلا ہے جو دین سے دوری اور دنیاوی اور اخروی ناکامی ومایوسی کی طرف جاتی ہے۔ سطحی فکر کے مالک نوجوان مغربی معاشرے کی دگرگوں اخلاقی حالت اور وہاں سسکتی انسانیت سے بے خبر صرف ظاہری حسن ورعنائیوں کا شکار ہو چکا ہیں اور اس احساس کمتری کے باعث ہر قیمت پر خود کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ اور تہذیب یافتہ بنانے اور ثابت کرنے پر تلا ہوئے ہیں۔ اس سب کا نتیجہ ہے کہ ہمارا معاشرہ اخلاقی لحاظ سے مجوعی طور پر زوال پذیر ہے۔ جیسا کہ

عدل وانصاف کا نہ ہونا

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ ﴾[2]

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل اور بھلائی کا۔

عدل وانصاف سے مراد کسی شخص کو اسکا پورا پورا حق دینا اور ظلم وزیادتی کے نتیجے میں ظالم کی دنیاوی حیثیت سے قطع نظر مظلوم کو پورا انصاف دلانا ہے۔ ناپ تول میں کمی نہ کرنا بھی عدل ہی کے زمرے میں آتا ہے۔ ماضی کی کتنی قومیں صرف عدل و انصاف پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے صفحہ ہستی سے مٹا دی گئیں۔ جس معاشرے میں عدل و انصاف باقی نہ رہے وہاں ظلم کا بول بالا ہوتا ہے۔ ہر شخص حتی المقدار اپنے سے کم تر لوگوں کے حقوق غصب کرنے میں ذرہ برابر تامل نہیں کرتا۔ جو طاقت رکھتے ہیں وہ تو اپنا حق اپنے زور بازو پر حاصل کر لیتے ہیں لیکن کمزور وبے کس کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ حالات کے مارے ایسے شخص کے پاس دو ہی راستے بچتے ہیں۔ اول ہتھیار اٹھا لینے کا اور دوم اپنے معاملات خدائے عادل وقہار کے سپرد کر دینے کا۔ اول الذکر صورت میں معاشرہ میں خون ریزی اور بدامنی عام ہو جاتی ہے، لوگوں کی جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ نہیں رہتی۔

1۔ سورۃ الاعراف 179/7

2۔ سورۃ النحل 90/16

ہمارا نوجوان بھی اپنے ذہن میں روز گار کے مناسب مواقع میسر نہ ہونے، معاشرتی ناانصافی کے عام ہونے اور حقوق کی پامالی کے سبب عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑتا نظر آرہا ہے۔ یہی محرکات اس کے عدم برداشت کے رویے کا بھی سبب ہیں۔ نتیجتاً وہ اپنے حقوق حاصل کرنے اور مطالبات منوانے کے لیے کچھ بھی کر گزرنے کی سوچ رکھتا ہے۔ ایسے ذہن، تخریب کار افراد کے لیے بہت ہی آسان شکار ہوتے ہیں چنانچہ حالات و واقعات بتاتے ہیں کہ داعش اور علیحدگی پسند تحریکوں کے زیادہ تر کارکن یہی نوجوان ہیں جو معاشرے کو طبقاتی محرومیوں اور ناانصافیوں سے نجات دلانے کی سوچ کے تحت اسلحہ اٹھانا بالکل جائز اور ضروری خیال کرتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مشہور قول ہے کہ کفر کی حکومت قائم رہ سکتی ہے لیکن ظلم کی نہیں۔

جھوٹ بولنا یا جھوٹ کا عام ہونا

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴾[1]

(ترجمہ) اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ایسا قول کیوں بولتے ہو جس پر اپنے اَفعال سے پورا نہیں اتر پاتے؟ (یاد رکھو) اللہ کے ہاں قول کی پاسداری نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

کسی معاشرے کی اخلاقی تنزلی کا ایک اور عندیہ ان کے ہاں جھوٹ کا عام ہو جانا بھی ہے اور عام مشاہدہ ہے کہ آج کا نوجوان بھی اس لت میں بری طرح مبتلا ہے۔ اپنی تعلیمی سرگرمیوں کی کوتاہیوں نیز دوستوں کی صحبت میں تمباکو نوشی جیسی برائیوں کو والدین سے چھپانے کے لیے جھوٹ کا سہارا لینا عام سی بات ہے بلکہ جو جتنی کامیابی سے جھوٹ بول پاتا ہے اسے اتنا ہی سراہا جاتا ہے۔ دروغ گوئی کے اس بڑھتے ہوئے رویے کے متعلق والدین اکثر شکایت کرتے نظر آتے ہیں کہ ہم نے تو اپنے بچوں کو ہمیشہ سچ بولنے اور سچ کا ساتھ دینے کا درس دیا ہے۔ جب کہ وہ اس حقیقت کو یکسر نظر انداز کیے ہوتے ہیں کہ بچے اخلاق و اطوار کتابوں اور زبانی وعظوں سے نہیں اپنے بڑوں کے عملی کردار سے سیکھتے ہیں۔ جب والدین بچوں کو دروازے پر آئے مہمان سے جھوٹ بولنے کا کہیں گے۔ جب بچہ بازار میں سوداگروں کو سرعام دروغ گوئی کرتا پائے گا۔ جب وہ سکول و مدارس میں اساتذہ کو اپنی پیشہ ورانہ کوتاہیوں اور بشری کمزوریوں کو چھپانے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتے دیکھے گا تو کتابوں میں لکھے الفاظ اسے کھوکھلے محسوس ہوں گے جو کہ اسے کسی طور اخلاقیات نہ سکھا پائیں گے۔ اس کے ناپختہ ذہن میں یہ بات ثبت ہو جائے گی کہ سانچ کو آنچ نہیں جیسے اخلاقی سبق صرف کتابوں کی حد تک تو ٹھیک ہیں لیکن حقیقی زندگی میں جینے اور آگے بڑھنے کے لیے جھوٹ ناگزیر ہے۔ اور اسی "عملی تربیت" کا نتیجہ ہے کہ ہمارا نوجوان دروغ گوئی کو وقت کی ضرورت اور مصلحت کا تقاضہ جانتے

1۔ سورۃ الصف 61/3-2

ہوئے جائز خیال کرتا ہے۔

رشوت خوری، دھوکہ دہی وبدزبانی

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((المسْلِمُ مَنْ سَلِمَ المسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالمهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ)) [1]

(ترجمہ) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے شر) سے (دوسرے) مسلمان بچے رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کے منع کردہ کاموں کو چھوڑ دے۔

نیز اللہ تعالٰی نے قرآن مجید، فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [2]

(ترجمہ) اور ناحق ایک دوسرے کا مال نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر (اور جھوٹی گواہی دے کر) کسی کا کچھ مال ناحق طریقے سے اپنا کر لیا کرو، جبکہ تم (اس کے ظلم اور گناہ ہونے کے متعلق) جانتے ہو۔

مندرجہ بالا آیت قرآنی اور ارشاد محبوب ربانی اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کافی وشافی ہیں کہ اسلام کسی بھی طرح سے ظلم وزیادتی کو برداشت نہیں کرتا۔ چاہے وہ ظلم زبانی ہو، جسمانی ہو یا پھر مالی۔ چنانچہ مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی بھی وجہ سے بدکلامی کرے اگرچہ اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو تب بھی۔ کہ ایسا کرنے سے نہ صرف وہ گناہ کا مرتکب ہو گا بلکہ صبر کے اجر وثواب سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اسی طرح مذاق یا سنجیدگی میں کسی دوسرے انسان کو جسمانی گزند پہنچانا بھی مذموم قرار دیا گیا ہے۔ بالفرض اگر خود سے کی گئی کسی زیادتی کا بدلہ لینا بھی مقصود ہے تو یہ خیال رکھا جائے کہ مقابل کو بھی صرف اتنی ہی تکلیف پہنچائی جائے جتنی اس کی ذات سے آپ کو پہنچی ورنہ ظلم کا الزام آپ کے سر آن رہے گا۔ اسی طرح حکام کے ساتھ ملی بھگت کے ذریعے دوسروں کے مال کو غصب کرنا یا رشوت کے ذریعے اپنے ناجائز کام (جن میں دوسروں کی حق تلفی ہو) کروانا نص قرآنی سے حرام قرار دیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ علماء اس ضمن میں اس رشوت کو شامل نہیں کرتے جو اپنے کسی جائز کام یا حق کو حاصل کرنے کے لیے بامر مجبوری دینی پڑے اور جس کے نہ دینے سے آپ کو اپنے جائز وقانونی حق سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا بھی اندیشہ ہو۔ البتہ اس صورت میں راشی افسر بہرحال معتوب ومغضوب ٹھہرے گا۔

لیکن عام مشاہدہ ہے کہ مغرب کے دلدادہ نوجوان بدکلامی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ایسے ہی ان کا شدت

1۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، (1433ھ)، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، ح10

2۔ سورۃ البقرۃ 2/188

پسندانہ رویہ انہیں ایک عام انسان کی سی زندگی گزارنے سے عاجز کر دیتا ہے چنانچہ دوسروں کی ہتک عزت کرنا، خاص طور پر سوشل میڈیا پر ہر دوسرے شخص کے بارے منفی پروپیگنڈہ کا حصہ بن جانا ان کے لیے ایک نشے کی سی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اسی طرح اپنے مفاد کو سب سے پہلے اور ترجیح پر رکھتے ہوئے ہر وہ کام کر گزرنا چاہے اس کے کر گزرنے میں دوسروں کی حق تلفی یقینی ہو ان کے ہاں باعث فخر چیز ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہی غیر اسلامی اور بہیمانہ رویہ رسم دنیا بھی ہے اور دستور حیات بھی۔

فصل سوم

معاشرت، معیشت، اور مادیت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو چیزوں سے متعلق کیا ہے، ان میں سے ایک اس کا مقصد تخلیق ہے اور دوسرا اس کی ضروریات۔ عبد یعنی خدا کا غلام ہونے کے ناطے انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی خواہشات اور اَفعال کو اللہ کے فرامین کے تابع کرتے ہوئے اپنی نجات کا سامان کرنے کی کوشش کرے۔ دوسری طرف اس دنیاوی زندگی میں گزر بسر کے لیے درکار ذرائع اس کی ضروریات میں سے ہیں جن میں سر فہرست تن ڈھانپنے کو لباس، کھانے کو خوارک اور موسموں کی نرمی و سختی سے محفوظ رہنے کے لیے چھت ہے۔

ہمارا معاشرہ اور آج کا نوجوان

انسان ایک سماجی جانور ہے اور اس کی بقا اپنے جیسے انسانوں کی موجودگی کے بغیر ممکن نہیں۔ انسانوں کے مل جل کر رہنے سے خاندان، قبیلے، اور قومیں وجود میں آتی ہیں اور ان اکائیوں کو منظم طریقے سے کام کرنے کے لیے رہنما اصولوں کی ضرورت پڑتی ہے جن کے مجموعے کو معاشرت کہتے ہیں۔[1]

اسلام ایک مقبول عام دین ہونے کے باوجود برصغیر پاک وہند کی معاشرت پر ہندو مذہب کی گہری چھاپ ہے اور ہماری سادہ لوح عوام نے بہت سے ہندوانہ رسم ورواج کو اسلامی سمجھتے ہوئے سینے سے لگا رکھا ہے۔ یہ رسم و رواج نہ صرف فرسودہ اور دقیانوسی ہیں بلکہ آج کے دور میں جبکہ ہر دعوے کو سائنس سے ثابت کرنے کا چلن عام ہے، یہ روایات اور معاشرتی اقدار ہمارے نوجوان کو اپنے پاؤں کی بیڑیاں محسوس ہوتی ہیں۔

قرآنی آیات، متعدد احادیث حتیٰ کہ خطبہ حجۃ الوداع میں ذات پات کے خاتمے کے اعلان کے باوجود ہمارے معاشرے میں ذات برادری کا تصور بہت گہرا ہے، اسی طرح کچھ پیشوں کو کمتر قرار دیتے ہوئے کچھ "نچلی ذاتوں" کے لیے مخصوص سمجھا جانا انہی چیزوں میں سے ایک ہے جس کی وجہ سے ہمارا نوجوان اپنے ماحول سے متنفر ہے چنانچہ ایک پڑھا لکھا بیروزگار نوجوان ٹھیلا لگا کر اپنے لیے رزق حلال کا انتظام صرف اس لیے نہیں کرپاتا کہ یہ اچھے لوگوں کو زیب نہیں دیتا اور لوگ کیا کہیں گے۔

مغربی دنیا میں ہر شخص اپنا ہر طرح کا کام خود کرنے کا عادی ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کو یوٹیوب پر DIY ویڈیوز کی سب سے بڑی تعداد مغربی لوگوں کی ملتی ہے جبکہ نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ کے موجود ہونے کے

1۔ مولوی فیروز الدین، جامع فیروز اللغات اردو، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی

باوجود ہم اپنے بیشتر کاموں کے لیے ملازم رکھتے ہیں جس سے ایک طرف تو سستی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف پہلے سے ہی کمیاب آمدن پر مزید غیر اضافی بوجھ پڑتا ہے۔

مذہب اور خدا سے نزدیکی یا دوری کا ایک گہرا تعلق انسان کی اندرونی جذباتی حالت سے بھی ہے اور یہ اندرونی حالت کسی بھی انسان کے ارد گرد کار فرما عوامل کا گہرا اثر قبول کرتی ہے۔ ہمارے معاشرے کی ایک اور فرسودہ قدر "ضرورت سے زیادہ" یا "غیر ضروری" شرم وحیا بھی ہے۔ چنانچہ ہماری عائلی زندگی اسلام کے نام پر اس نام نہاد شرم وحیاکے تصور سے ایک عذاب مسلسل کی شکل اختیار کئے رکھتی ہے، کہیں نئے شادی شدہ جوڑے کی کسی حرکت پر اعتراض تو کہیں مشترکہ خاندانی نظام میں کسی ایک کی حق تلفی اور دوسرے کی ناجائز طرف داری کے نتیجے میں جنم لینے والے جھگڑے۔ ان سب برائیوں کی بنیادی وجہ بھی اگر مذہبی تعلیمات سے دوری کو قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ سورۃ نور ایک مکمل معاشرتی نظام کے ڈھانچے کو نہ صرف بیان کرتی ہے بلکہ اس میں مختلف اکائیوں کی حدود و قیود کا تعین بھی کرتی ہے اور اس کا ایک سرسری سا مطالعہ بھی یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ ہماری بیشتر "مشرقی روایات" ان قرآنی تعلیمات کے صریح خلاف ہیں۔ خاندانی نظام کی یہ زبوں حالی اور مغربی معاشرتی اقدار (خصوصًا شخصی آزادی سے متعلقہ) جن کی ایک بڑی تعداد بہر حال ہماری اقدار سے کہیں زیادہ اسلامی تعلیمات کے قریب ہیں کے متعلق ذرائع ابلاغ سے حاصل ہونے والی آگاہی ہمارے نوجوان کو مزید پریشان اور اپنے ماحول سے بدگمان کر دیتی ہے۔ اور چونکہ ان روایات میں سے اکثریت میں پوشیدہ "حکمت" کو جتانے کے لیے اسلام کا نام لیا جاتا ہے اس لیے لامحالہ ہمارا نوجوان اسلامی تعلیمات سے بھی بدظن ہونے لگتا ہے۔

نوجوانوں کے معاشی مسائل

مذہب سے دوری کے اسباب میں سے ایک اہم وجہ آج کے نوجوان کو درپیش معاشی مسائل بھی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ ہے:

((کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کفْرًا))[1]

(ترجمہ) قریب ہے کہ غریبی کفر تک پہنچادے۔

اسی طرح ایک اور جگہ حضور نبی کریم ﷺ کی دعا منقول ہے جس میں آپ ﷺ نے فقر و افلاس سے اللہ کی پناہ مانگی ہے، چنانچہ حدیث نبوی ﷺ ہے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ، وَالْقِلَّةِ، وَالذِّلَّة))[2]

1۔ تبریزی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، ح 5051

2۔ ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، (1437ھ)، سنن ابی داؤد، کتاب تفریع ابواب الوتر، باب فی الاستعاذۃ، ح 1544

(ترجمہ) اے اللہ! میں فقر، قلت مال اور ذلت سے تیری پناہ مانگتا ہوں

برصغیر پاک و ہند کے مشہور صوفی بزرگ حضرت فرید الدین گنج شکر بھی اسی بنا پر "روٹی" کو اسلام کا چھٹا رکن قرار دیتے تھے۔

معاشرے میں رائج بدعنوانی اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم نوجوانوں میں بیروزگاری کی ایک بڑی وجہ ہے۔ آج کا پڑھا لکھا نوجوان ہاتھ میں تعلیمی اسناد لیے مارا مارا پھرتا ہے لیکن اول تو اسے نوکری نہیں ملتی اور اگر کہیں نوکری ملنے کی امید ہو تو وہاں رشوت کا مطالبہ کیا جانے لگتا ہے۔ ایسے میں بیروزگاری اور معاشی بدحالی مل کر اس کے دماغ پر ایسا اثر ڈالتی ہیں کہ وہ خدا کی ذات سے شاکی ہو جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ذرائع ابلاغ کی ترقی کے پیش نظر اسے جب اقوام عالم خصوصًا مغربی نوجوان کو حاصل سہولتوں، آسائشوں اور روزگار کے یکساں مواقع کے بارے میں علم ہوتا ہے تو اس کے خجلان میں مزید اضافہ ہوتا ہے اور ہمارا بے بس نوجوان اپنا غصہ خدا کے ساتھ گلے شکوے میں نکالنے لگتا ہے اور انتقامًا خود کو مذہب سے دور کر لیتا ہے۔ بہت سی غیر ملکی اور غیر مسلم تنظیمیں نیز انتہا پسند رجحانات رکھنے والے اسلامی اور علاقائی گروہ اس نازک صورتحال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان نوجوانوں کے ایک سنہرے مستقبل کا خواب دکھاتے ہوئے اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ آئے روز غربت کے مارے خاندان کی اجتماعی تبدیلی مذہب (عمومًا عیسائیت یا قادیانیت) کی خبریں اخبار و جرائد کی زینت بنتی رہتی ہیں جس پر وقتی طور پر ایک مذمتی طوفان تو ضرور اٹھتا ہے لیکن مستقبل میں ایسے واقعات کے سدباب کے لیے ٹھوس اقدامات کہیں دیکھنے میں نہیں آتے۔

اسلام دین کامل ہونے کے سبب دنیاوی اَسباب کی درجہ اعتدال میں چاہت رکھنے کے خلاف نہیں[1] جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ﴾[2]

(ترجمہ) لوگوں کے لیے خواہشات (نفسانی) کی محبت خوبصورت بنا دی گئی ہے، یعنی عورتوں، بیٹوں، سونے اور چاندی کے خزانوں، پلے ہوئے گھوڑوں، چوپایوں، اور کھیتی کی محبت، یہ ساری چیزیں (تو) دنیاوی زندگی کا ساز و سامان ہیں، اور بہتر ٹھکانا تو اللہ کے پاس ہے۔

1۔ خالد سیف اللہ رحمانی، "مادّہ پرستی کا غلبہ روحانیت کیلئے نقصان دہ ہے" انقلاب ڈاٹ کام، 41 فروری 2020ء
https://www.inquilab.com/features/articles/materialism-dominance-are-bad-for-soul-12056

2۔ سورۃ آل عمران 3/14

مندرجہ بالا قرآنی آیات میں جن اشیاء کا ذکر موجود ہے ان سے انسان کی محبت ایک فطری امر ہے لہذا ان کی چاہ رکھنا قطعی ناپسندیدہ امر نہیں۔ چنانچہ خود حضور اکرم ﷺ سے ایک موقع پر خوشبو اور عورت کا محبوب ہونا منقول ہے۔ اسی طرح نیک عورت کو دنیا کی بہترین متاع کہا گیا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((الدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ))[1]

(ترجمہ) دنیا (وقتی فائدہ اٹھانے کی شے) متاع ہے اور (اس) دنیا کی بہترین متاع صالح عورت ہے۔

نیز امت مسلمہ کی قوت میں اضافے کی غرض سے بیٹوں کی چاہ رکھنا بھی معیوب نہیں۔ البتہ اس چاہ کا درجہ اعتدال سے تجاوز کر جانا کہ جس کے باعث انسان کا ایمان کمزور پڑنے لگے نیز وہ اللہ اور آخرت کی یاد سے غفلت کا شکار ہو جائے، کی نہ صرف مذمت کی گئی ہے بلکہ چاہ کی ایسی زیادتی کو موجب ہلاکت بتایا گیا ہے۔

دنیاوی مال و متاع کی چاہ میں اعتدال رکھنا کس قدر مشکل ہے اس کا اندازہ اس آیت سے بخوبی ہو سکتا ہے:

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾[2]

(ترجمہ) اور جار رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد (تمہارے لیے) آزمائش کی چیز ہیں اور اس (آزمائش میں کامیابی کے عوض) اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا بھاری اجر ہے۔

نیز فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾[3]

(ترجمہ) اے لوگو جو ایمان لائے ہو! خوب جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد کہیں تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کریں تو وہی لوگ نقصان (عظیم) اٹھانے والے ہیں۔

اس مادیت پرستی سے بچے رہنے اور حب دنیا کو اعتدال کے درجے میں قائم رکھنے کا واحد طریقہ یوم حساب کا خیال ہے۔ وہ دن کہ جب انسان کی ذرہ برابر نیکی اور بدی بھی چھپی نہ رہے گی۔ جن لوگوں کا ایمان اپنے رب کے سامنے جوابدہ ہونے پر ہو، ان کے لیے یہ آزمائش کیسی ہوتی ہے اس کا ذکر بھی قرآن مجید فرقان حمید میں موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ ۙ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ﴾[4]

1۔ مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، (1435ھ)، مقدمہ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ، ح 3649

2۔ سورۃ الانفال 8/28

3۔ سورۃ المنافقون 63/9

4۔ سورۃ النور 24/37

(ترجمہ) وہ لوگ جو تجارت اور خرید و فروخت کے باعث اللہ کے ذکر، نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے غافل نہیں ہوتے (کیونکہ وہ) اس دن سے ڈرتے ہیں جب بے شمار دل اور آنکھیں (اس دن کی ہولناکی کے مارے) الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔

حضور سرور کونین، آقائے دو جہاں ﷺ نے بھی اپنی حیات مبارکہ بھی عملی طور پر دنیا سے عارضی و فانی ہونے کے سبب بے رغبتی اور اخروی زندگی کے حقیقی و ابدی ہونے کے سبب اس کی فکر کے عملی نمونوں سے بھری پڑی ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

((نَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَصِيرٍ فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً فَقَالَ مَا لِي وَمَا لِلدُّنْيَا مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا))[1]

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سوگئے، بیدار ہونے تک آپ کے پہلو پر چٹائی کا نشان پڑ چکا تھا، صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیوں نہ ہم آپ کے لیے ایک بچھونا بنا دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: 'مجھے دنیا سے کیا مطلب ہے، میری اور دنیا کی مثال اس سوار کی سی ہے جو درخت کے نیچے سایہ میں (ستانے کے لیے) بیٹھے، پھر اس درخت کو وہیں چھوڑتے ہوئے کوچ کر جائے۔

لیکن فی زمانہ لوگوں میں دنیا کی محبت گھر کرتی جارہی ہے اور اس پر آج کا میڈیا جلتی پر تیل کا کام کرتا ہے۔ وہ دنیا اور اس کی عارضی زندگی کو اتنے مسحور کن انداز میں پیش کرتا ہے کہ اس کے سحر کا شکار ہونے والے اپنی آخرت بھلا بیٹھتے ہیں اور دنیا کی ہی زندگی کو اپنا مطمع نظر سمجھ لیتے ہیں لہذا ان کے شب و روز کے تمام اعمال اس دنیاوی زندگی کو مزید پر تعیش اور شاہانہ بنانے کی خاطر ہی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ذیل میں دنیا کی اس حد سے بڑھی ہوئی محبت کے نتیجے میں جنم لینے والے ایمان سوز رویوں پر مختصر بحث مناسب معلوم ہوتی ہے۔

ہوسِ مال

مالک دو جہاں نے جن انسانی کمزوریوں کا ذکر اپنی کتاب میں فرمایا ہے ان میں سے ایک مال و دولت کی چاہ بھی ہے اور آج کے انسان کی زندگی پر دوڑائی جانے والی ایک نظریہ واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ کتنے ہی ناعاقبت اندیش اس محبت میں اندھے ہو کر دوسروں کی حق تلفی، غبن، بد عنوانی، دھوکہ دہی جیسے اَفعال کے ذریعے اپنا دین و ایمان اور اپنی آخرت برباد کرنے پر تلے ہیں۔[2] ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ

1۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، اَبواب الزھد عن رسول اللہ ﷺ، باب حدیث مالدنیاالا کراکب استظل، ح2377

2۔ محمد اقبال کیلانی، زکوۃ کے مسائل، (الریاض: مکتبہ بیت السلام 2011ء)، ص12

ہے۔

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ﴾[1]

(ترجمہ) اور جو لوگ سونا چاندی کو جمع رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کو دردناک عذاب کی وعید سنا دیں۔ (اور اس دن سے ڈرائیں کہ) جس دن اس جمع شدہ دولت کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور پھر ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں (اس پگھلے ہوئے مال و دولت سے) داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا) چکھو اس خزانے کا مزہ جسے تم نے اپنے لیے جمع کرتے تھے۔

نیز حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

((قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لُعِنَ عَبْدُ الدِّينَارِ لُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ))[2]

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'دینار کا بندہ ملعون ہے، درہم کا بندہ ملعون ہے'۔

نیز مال و دولت کی طمع انسان کے ایمان پر کیا اثر ڈالتی ہے اس کے بارے میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی ﷺ نقل کرتے ہیں کہ

((مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ))[3]

(ترجمہ) دو بھوکے بھیڑیئے جنہیں بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے اتنا نقصان نہیں پہنچائیں گے جتنا نقصان آدمی کے دین کو مال و جاہ کی حرص پہنچاتی ہے۔

چنانچہ عام مشاہدہ ہے کہ آج کا انسان مال و دولت کی محبت میں اس قدر گرفتار ہے کہ اسے یہ بھی فکر نہیں کہ جو مال وہ کما رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔ اور یہ اسی محبت کا اثر ہے کہ انسان اپنی ضرورت سے زیادہ حاصل کرنے کے چکر میں دوسروں کا حق مارنے سے بھی باز نہیں رہتا جس سے معاشرے میں بدامنی اور ظلم کا بول بالا ہوتا ہے۔ ایسا شخص چونکہ صرف مال میں بڑھوتری کا خواہش مند ہوتا ہے لہذا وہ زکوٰۃ جیسے فریضہ سے بھی غفلت برتتا ہے نیز غریب اور دکھی انسانیت کے لیے خرچ کرنے سے بھی ڈرتا ہے کہ کہیں اس سے اس کے مال میں کمی نہ ہو جائے۔ دنیا بھر کی دولت بھی ایسے شخص کی طمع کو مٹانے کے لیے ناکافی ثابت ہوتی ہے اور اسی غفلت اور گمراہی میں وہ وقت آن پہنچتا ہے کہ جس کی منظر کشی قرآن حکیم میں کچھ اس انداز میں کی گئی ہے۔

1۔ سورۃ التوبۃ 9/35-34

2۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، أبواب الزهد عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی عبد الدینار وعبد الدرھم، ح2375

3۔ ایضاً، باب حدیث ماذئبان جائعان ارسلافی غنم، ح2377

﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝﴾[1]

(ترجمہ) زیادہ مال (جمع کرنے کی) طلب نے تمہیں غافل کیے رکھا حتٰی کہ (موت نے تمہیں آن لیا اور) تم قبروں تک آ پہنچے۔

اللہ تعالٰی ہمیں مال و جاہ کی ایسی طلب سے پناہ میں رکھے جو ہمارے ایمان کے ضائع ہونے کا سبب بنے اور قیامت کے روز ہمارے لیے باعث شرمندگی و تکلیف کا سامان بنے۔

ریاکاری اور شہرت کی خواہش

جیسے دنیا دھوکے کا گھر ہے ایسی ہی اس کی محبت میں گرفتار لوگ اپنے گرد نمود و نمائش اور ریاکاری کے طفیل ایک ایسا ماحول تخلیق کر لیتے ہیں جو دیکھنے والے کو تو نہایت حسین و جمیل معلوم ہوتا ہے لیکن قریب جانے پر اس کی بدصورتی اور ناپائیداری عیاں ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ دنیادار شخص کی زندگی آہستہ آہستہ اخلاص سے خالی ہوتی جاتی ہے اور وہ اپنے اندر پیدا ہونے والے اس خلا کو پر کرنے کے لیے ریاکاری کا سہارا لیتا ہے۔ جیسے شہد کی مکھی گند پر نہیں بیٹھتی اسی کی مثل دنیادار انسان کے دوست احباب بھی اسی کی طرح دنیادار، سطحی اخلاق کے مالک اور نمود و نمائش کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے نیک اعمال بھی دکھاوے اور نمود نمائش کے لیے ہی ہوتے ہیں۔ اور کیا خسارے میں ہیں ایسے لوگ کہ اپنے اعمال کی جزا دنیا میں ہی پالیں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[2]

(ترجمہ) جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و زیبائش کا طلب گار ہے تو ہم ان کے تمام اعمال کا بدلہ یہیں پورا پورا پہنچا دیتے ہیں اور (اس دنیا میں) ان سے کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ ہاں (البتہ) یہ وہی لوگ ہیں، آخرت میں جن کے لئے آگ کے علاوہ اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے یہاں (دنیا میں) کیا ہوگا وہاں سب بیکار ہے اور جو ان کے تمام اعمال خاک میں ملنے والے ہیں۔

ریاکار انسان اپنے ہر کام کے لیے داد و تحسین کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رب ذوالجلال فرماتا ہے:

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوا وَّيُحِبُّونَ أَن يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُم بِمَفَازَةٍ مِّنَ

1۔ سورۃ التکاثر 102/1-2

2۔ سورۃ ھود 11/15-16

الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾[1]

(ترجمہ) وہ لوگ جو اپنے اعمال پر خوش ہیں اور خواہش مند ہیں کہ انہیں اس کے لیے بھی سراہا جائے جو انہوں نے نہیں کیا تو آپ ایسے لوگوں کو عذاب سے مبرا نہ سمجھیں۔ ان کے لئے تکلیف بھرا عذاب ہے۔

اس قبیل میں صرف ایسے اعمال شامل نہیں کہ جو محض اس دنیاوی زندگی کے لیے ہوں بلکہ وہ فرائض بھی شامل ہیں جن کے سرانجام دینے والوں کے دلوں کے احوال اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی دوسرے پر عیاں نہیں ہو پاتے۔ اسی حقیقت کو واضح کرتی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ایک طویل حدیث یہاں اختصار سے بیان کرنا ضروری معلوم ہوتی ہے:

((أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَنْزِلُ إِلَى الْعِبَادِ لِيَقْضِيَ بَيْنَهُمْ وَكُلُّ أُمَّةٍ جَاثِيَةٌ فَأَوَّلُ مَنْ يَدْعُو بِهِ رَجُلٌ جَمَعَ الْقُرْآنَ وَرَجُلٌ يَقْتَتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَرَجُلٌ كَثِيرُ الْمَالِ فَيَقُولُ اللَّهُ لِلْقَارِئِ أَلَمْ أُعَلِّمْكَ مَا أَنْزَلْتُ عَلَى رَسُولِي قَالَ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا عُلِّمْتَ قَالَ كُنْتُ أَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ وَيَقُولُ اللَّهُ بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ إِنَّ فُلَانًا قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ وَيُؤْتَى بِصَاحِبِ الْمَالِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ أَلَمْ أُوَسِّعْ عَلَيْكَ حَتَّى لَمْ أَدَعْكَ تَحْتَاجُ إِلَى أَحَدٍ قَالَ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا آتَيْتُكَ قَالَ كُنْتُ أَصِلُ الرَّحِمَ وَأَتَصَدَّقُ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ وَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ وَيُؤْتَى بِالَّذِي قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ فِي مَاذَا قُتِلْتَ فَيَقُولُ أُمِرْتُ بِالْجِهَادِ فِي سَبِيلِكَ فَقَاتَلْتُ حَتَّى قُتِلْتُ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ وَيَقُولُ اللَّهُ بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَرِيءٌ فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ ثُمَّ ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رُكْبَتِي فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أُولَئِكَ الثَّلَاثَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللَّهِ تُسَعَّرُ بِهِمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))[2]

(ترجمہ) قیامت کے دن جب ہر امت گھٹنوں کے بل پڑی ہو گی تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کے لیے نزول فرمائے گا، پھر اس وقت فیصلہ کے لیے سب سے پہلے ایسے شخص کو بلایا جائے گا جو قرآن کا حافظ ہو گا، دوسرا شہید ہو گا اور تیسرا مالدار ہو گا، اللہ تعالیٰ حافظ قرآن سے کہے گا: کیا میں نے تجھے اپنے رسول پر نازل کردہ کتاب کی تعلیم نہیں دی تھی؟ وہ کہے گا: یقیناً اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو علم تجھے سکھایا گیا اس کے مطابق تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں اس قرآن کے ذریعے رات دن تیری عبادت کرتا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی اس سے کہیں گے کہ تو نے جھوٹ کہا، پھر اللہ تعالیٰ کہے گا: (قرآن سیکھنے سے) تیرا مقصد یہ

1۔ سورۃ آل عمران 3/188

2۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، أبواب الزهد عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء في الرياء والسمعة، ح2382

تھا کہ لوگ تجھے قاری کہیں، سو تجھے کہا گیا، پھر صاحب مال کو پیش کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: کیا میں نے تجھے ہر چیز کی وسعت نہ دے رکھی تھی، یہاں تک کہ تجھے کسی کا محتاج نہیں رکھا؟ وہ عرض کرے گا: یقیناً میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تجھے جو چیزیں دی تھیں اس میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: صلہ رحمی کرتا تھا اور صدقہ وخیرات کرتا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تونے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی اسے جھٹلائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: بلکہ تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں سخی کہا جائے، سو تمہیں سخی کہا گیا، اس کے بعد شہید کو پیش کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: تجھے کس لیے قتل کیا گیا؟ وہ عرض کرے گا: مجھے تیری راہ میں جہاد کا حکم دیا گیا چنانچہ میں نے جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا، اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا: تونے جھوٹ کہا، فرشتے بھی اسے جھٹلائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرا مقصد یہ تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے سو تجھے کہا گیا: پھر رسول اللہ ﷺ نے میرے زانو پر اپنا ہاتھ مار کر فرمایا: 'ابو ہریرہ! یہی وہ پہلے تین شخص ہیں جن سے قیامت کے دن جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔

لیکن شومئ قسمت کے ہمارا نوجوان جدت کو اپناتے اپناتے اس قدر دور نکل چکا ہے کہ اللہ کی کتاب اور احادیث رسول ﷺ میں صریح تنبیہات کے باوجود اپنے انجام سے غافل اپنی تباہی کی طرف سرپٹ دوڑے جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ اور بالخصوص اس قوم کے مستقبل اور معمار نئی پود کو اپنے اعمال میں خلوص کی دولت عطا فرمائے اور ریاکاری اور نمود و نمائش کے سبب ان کے اعمال غارت ہونے سے محفوظ فرمائے۔

نفسانی خواہشات کی تکمیل

اسلامی معاشرے کے کتنے ہی افراد ہیں جنہوں نے مادہ پرستی کے غلبے تحت حرص و ہوس اور فحاشی و عریانی پر اکسانے والے نفسِ امّارہ کے سامنے سر جھکا دیا اور شراب نوشی، منشیات اور فحاشی کے کاموں میں اپنے شب و روز گزارنے لگے۔ جلتی پر تیل کا کام دور حاضر کے ذرائع ابلاغ نے کیا کہ طاغوت کو حق بنا کر، بنا سنوار پیش کیا اور ان کی مزید حوصلہ افزائی کی۔ نتیجتاً امت مسلمہ کا ایک بڑا حصہ جس میں نوجوان قابل ذکر و فکر تعداد میں موجود ہیں اخلاقی گراوٹ، شہوت پرستی اور گمراہی میں مغرب کی ٹکر پر آ چکے ہیں۔[1] اللہ عزوجل کا یہ قول ایسے ہی گروہِ گمراہ کردہ کے بارے میں معلوم ہوتا ہے:

﴿فَخَلَفَ مِنْم بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾[2]

(ترجمہ) پس ان کے پیچھے ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے کہ جنھوں نے نماز کو ضائع کر ڈالا اور نفسانی خواہشات کی اتباع میں لگ گئے۔ پس وہ جلد ہی غیّ (جہنم کی ایک وادی) میں ڈالے جانے والے ہیں۔

1۔ خطبات حرمین، مترجم محمد منیر قمر، 2011ء، ج1، ص237

2۔ سورۃ مریم 19/59

نفسانی خواہشات کی بے جا اتباع اور لہو و لعب میں پڑنے کا ہی اثر ہے کہ مسلمانوں کا رعب و دبدبہ جاتا رہا۔ ایک وقت تھا جب مسلمان طب، فلکیات، حیاتیات غرض ہر شعبہ ہائے زندگی میں دنیا کے لیے مشعل راہ تھے۔ چنانچہ آج کی اس ترقی کے پیچھے بھی انہیں لوگوں کا ہاتھ ہے کہ انہوں نے اپنے علم و ہنر اور لیاقت کے بل بوتے پر وہ مضبوط بنیاد فراہم کی جس پر آج کی مشینی ترقی کی عمارت تعمیر کرنا ممکن ہو پایا۔ لیکن پھر مسلمان اپنے آباء کی درخشندہ روایات و اطوار کو بھلا کر خواہشات کے غلام بن بیٹھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گذشتہ دو صدیوں میں کسی قابل ذکر مسلمان کا نام سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں سننے کو نہیں ملتا۔ ایک زمانے میں ایجادات کی دنیا میں سب کی رہنمائی کرنے والے آج سوئی جیسی حقیر چیز کے لیے بھی کفار کے محتاج ہو چکے ہیں۔

مشہور و معروف افراد کی نقالی

انسانی فطرت ہے کہ وہ اصول زندگی سیکھنے اور اپنانے میں ہمیشہ کسی نہ کسی کی طرف دیکھتے ہیں۔ اسی ضرورت انسانی کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے ہی ان کے لیے رسول اور پیغمبر مبعوث فرمائے اور ان کے مقابلے میں شیطان ملعون نے بھی فرعون، نمرود اور ہامان جیسی گمراہ کن ہستیوں کو مثالی اور قابل تقلید نمونوں کے طور پر نوع انسانی کے سامنے پیش کیا۔ اللہ کے ہدایت یافتہ انسانوں نے انبیاء، علماء اور صلحاء کے رستے کو اپنے لیے منتخب کیا اور نفسانی خواہشات کے تابع لوگوں نے مؤخر الذکر گروہ کو اپنا رہنما بناتے ہوئے خود کو بھی جہنم کے راستے پر ڈال لیا۔ آج کا جدت پسند نوجوان بھی اپنے سلف صالحین کو چھوڑ کر ٹی وی اور فلم کے اداکاروں، سوشل میڈیا celebrities کے طرز زندگی کو اپناتا جا رہا ہے۔[1] اس سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے مذہبی ہیروز کو مختلف حیلوں بہانوں سے متنازع بنایا جا رہا ہے جس کے باعث اچھے خاصے مذہبی رجحانات کا حامل طبقہ بھی ان شخصیات کو اپنا آئیڈیل بتاتے ہوئے ہچکچاتا ہے۔ دوسری طرف آج کے رول ماڈلز ہیں تو ان میں وہ تمام اخلاقی برائیاں بدرجہ اتم موجود ہیں جن کا تصور ممکن ہے۔ یہ لوگ زینت و زیبائش کے نام پر اللہ کے عطا کردہ جسم سلیم کو عجیب و غریب ڈیل ڈول دینے کی خاطر کبھی جسم کے مختلف حصے چھدواتے ہیں تو کبھی اللہ کی تخلیق کو نامکمل سمجھتے ہوئے مختلف طریقوں سے اپنے جسمانی اعضاء کی ساخت و رنگت تبدیل کرنے نکل پڑتے ہیں۔ اخلاقی گراوٹ کا یہ عالم کہ شخصی آزادی کے نام پر بغیر شادی کے رشتے کو علی الاعلان فخریہ طور پر تسلیم کرتے ہیں اور اس سے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے ہم جنس پرستی کی بھی کھلے بندوں تائید و حمایت کرتے نظر آتے ہیں۔ انسانیت سوز رویے ایسے کہ ہاتھوں میں پتھر لیے فلسطینی تو انہیں دہشت گرد معلوم ہوتے ہیں اور جدید ترین اسلحہ سے لیس غاصب اسرائیلی انہیں اپنی دفاع و بقا کی جنگ لڑتے نظر آتے ہیں۔ مالی بدعنوانی کا یہ حال کہ اپنا ہر جائز (اور زیادہ تر) ناجائز کام پیسے کے زور پر کروانا ان کی عادت بن چکی

1. Ormerod, Katherine. Why Social Media is ruining your life, Octopus 2018, p: 5-7

اور پیسہ کمانے میں حلال وحرام کا تصور ان کے ہاں دقیانوسی اور پتھر کے زمانے کا رواج خیال کیا جاتا ہے۔

اب ایسی نادر و بے مثال شخصیات کی تقلید کرنے والی نوجوان نسل سے کوئی کیسے بھلائی اور خیر کی توقع کر سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج کے نوجوانوں میں بھی ان کے اَن داتاؤں کے یہ جدت پسند اور "انسان دوست" خیالات گھر کرتے جارہے ہیں اور وہ بھی اسی اخلاقی گراوٹ کا شکار نظر آتے ہیں جو ان کے رول ماڈلز میں پائی جاتی ہے۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ایک حدیث یہاں بیان کرنا انتہائی مناسب معلوم ہوتی ہے جس میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی دوجہاں ﷺ سے روایت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ:

((الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ)) [1]

(ترجمہ) انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لیے تم میں سے ہر کوئی یہ ضرور دیکھے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

مجموعی اخلاقی کیفیت

اگرچہ نوجوان نسل کی مذہب بیزاری اور اخلاقی تنزلی پر جتنا لکھا جائے کم ہے لیکن طوالت کے ڈر سے آئندہ سطور میں مختصراً اس سانحے پر نوحہ کنی کی اپنی سی کوشش کی جائے گی۔

خرابی کی جڑ تک پہنچنے کے لیے خرابی کے اسباب کا صحیح ادراک اور دشمن کی پہچان کلیدی اہمیت کی حامل ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کریم کچھ ایسے ہماری رہنمائی فرماتا نظر آتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾ [2]

(ترجمہ) اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے پس یہ دنیاوی زندگی (کی چکا چوند) تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دغاباز شیطان (خوابِ) غفلت میں ڈالے۔

نیز دشمن کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۚ إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ [3]

(ترجمہ) جان رکھو کہ بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے لہذا تم اسے دشمن کے طور پر لو۔ وہ تو اپنی پیروی کرنے والوں کو جہنم واصل کرنے کے لیے ہی (اپنی طرف) بلاتا ہے۔

شیطان کی چالوں میں سے پہلی چال انسان کا دل دنیا کی محبت میں لگانا ہے کہ باقی کی سب برائیاں اسی پودے

1۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، أبواب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب حديث الرجل على دين خليله، ح2378

2۔ سورۃ فاطر 5/35

3۔ سورۃ فاطر 6/35

کے ثمرات میں سے ہیں۔ چنانچہ دیکھنے میں آتا ہے کہ آج کا نوجوان عملاً آخرت کا انکار کرتے ہوئے اس دنیا کو ہی اپنا پہلا اور آخری ٹھکانہ بنا بیٹھا ہے۔ اس کے نتیجے میں موت کا تصور اس کے لیے سب سے زیادہ ہولناک ہے لہذا ماضی کے مسلمانوں کی طرح ظلم و زیادتی کے شکار اپنے مسلم بھائیوں کی مدد کے لیے اسلحہ اٹھانے کی بجائے اس امر کو جغرافیائی لکیروں کا سہارا لیتے ہوئے ان کا داخلی معاملہ قرار دے کر اپنی آنکھیں پھیر لیتا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ سے انحراف کی اس روش نے طاغوتی طاقتوں کے دل و دماغ سے مسلمانوں کا خوف نکال پھینکا ہے اور وہ بھونڈے جواز بنا کر آئے دن مسلم ممالک پر لشکر کشی کرتے نظر آتے ہیں۔ چند لاکھ یہودی ارض مقدس فلسطین سے مسلمانوں کو بے دخل کرتے ہوئے اسے اپنی ریاست قرار دے دیتے ہیں اور مسلمان اربوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود ان کا بال تک بیکا نہیں کر پاتے۔ کچھ یہی حال کشمیر، میانمار اور بوسنیا کے مسلمانوں کا ہے لیکن مسلم ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزت و آبرو اور بوڑھوں، بچوں کے تقدس کے ضامن آج کے مسلمان نوجوان کو موسیقی، دولت کمانے اور دنیا میں اپنی پہچان بنانے کی فکر سے ہی آزادی نہیں۔ بزدلانہ رویے کے باعث آنے مسلم امت کا مقدر ٹھہرنے والی اس ذلت و رسوائی کی خبر نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے بھی ملتی ہے

((يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا. فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ! وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ. فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ))[1]

(ترجمہ) وہ وقت قریب ہے کہ دوسری امتیں ایک دوسرے کو تمہارے خلاف ایسے بلائیں گی جیسے کہ کھانے والے اپنے پیالے پر دوسروں۔ "کہنے والے نے کہا: کیا یہ ہماری قلت تعداد کے سبب ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا" نہیں " بلکہ تم کثرت میں ہو گے، لیکن تم سیلاب کے جھاگ کی مانند ہو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اَعداء کے سینوں سے تمہارا رعب و دبدبہ نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں « وھن » ڈال دے گا۔ "پوچھنے والے نے پوچھا :اے اللہ کے رسول! « وھن » سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا" دنیا کی محبت اور موت کی کراہت۔ "

یہ دنیا کی محبت ہی ہے جو انسان کو زیادہ سے زیادہ مال و دولت جمع کرنے اور عیش و آرام پر اکساتی ہے۔ چنانچہ عام مشاہدہ ہے کہ آج کے نوجوان کی سب سے پہلی ترجیح روپے پیسے کا حصول ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے اسے حلال و حرام کی بھی پرواہ نہیں۔ اسی سبب معاشرے میں بدعنوانی، دھوکہ دہی اور لوٹ مار عام ہے۔ دنیا کی محبت انسان کو تن آسان بھی بناتی ہے لہذا آج کا نوجوان دولت کا متمنی تو ہے لیکن اس کے حصول کے لیے درکار محنت کرنے سے خائف ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ ہر جائز و ناجائز طریقہ اپنانے کو ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ معاشرے میں

1۔ ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، (1437ھ)، سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الإسلام، ح 4297

پھیلتی بے حیائی کا ایک محرک یہ بھی ہے چنانچہ آج کا نوجوان بالخصوص لڑکیاں ٹک ٹاک جیسے بدنام زمانہ پلیٹ فارمز پر اپنے جسم کی نمود و نمائش سے بھی نہیں کتراتیں اور فحاشی و عریانی کے دلدادہ مرد نہ صرف ان پر اپنی دولت نچھاور کر دیتے ہیں بلکہ آج کے کم عمر بچے اور بچیاں ان اخلاق باختہ افراد کو اپنا رول ماڈل مانتے ہیں اور انہی کی طرح دولت اور شہرت کمانے کے خواب دیکھتے ہیں۔

جہاں دولت کی کثرت ہو وہاں حسد اور کینہ کی موجودگی لازم و ملزوم ہے۔ کیونکہ ایسا کوئی بھی شخص کسی دوسرے کو اپنے برابر دیکھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ایک طرف جہاں دوسرے ہم پلہ افراد کے خلاف سازشوں کا جال بچھا کر اور ان کے کردار پر کیچڑ اچھال کر انہیں بدنام کرنے اور ان کے موجودہ سماجی مقام و مرتبے سے گرانے کی کوشش کی جاتی ہے وہیں دھوکہ دہی اور طاقت کے ذریعے ان کی دولت ہتھیا کر انہیں ان کی معاشی حیثیت سے محروم کر دینے کی خواہش بھی انسان کو کسی پل چین نہیں لینے دیتی۔ چنانچہ ایسے لوگوں کی محافل خلوص و محبت سے عاری، جاہ و حشمت کی نمود و نمائش اور محبت کے کھوکھلے مظاہر کے سوا کچھ نہیں ہوتیں۔ ان کی صحبت کی بدولت اچھا بھلا قناعت پسند انسان بھی اپنی زندگی اور حیثیت سے نالاں، بے چین اور رب تعالیٰ سے شکوہ کناں رہنے لگتا ہے۔

حیرت ہوتی ہے کہ Time Travel کا شوقین آج کا نوجوان اپنی آنکھوں کے سامنے فراعین مصر، قوم عاد و ثمود کی گم گشتہ تہذیبوں کے آثار تو دیکھتا ہے لیکن ان سے عبرت حاصل کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ سرکشی کی روش اختیار کیے وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ فرمان عالی شان بھی فراموش کر چکا ہے کہ:

﴿كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۙ ۝ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ۙ ۝ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۙ ۝ كَذٰلِكَ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝﴾[1]

(ترجمہ) وہ (سرکش لوگ) کتنے (ہی) باغ اور چشمے اور کھیت اور عمدہ مکانات چھوڑ گئے۔ اور (وہ) نعمتیں (بھی) جن میں وہ عیش کرتے تھے۔ اور ایسے ہی ہم نے دوسری قوم کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا۔ تو ان (کی تباہی) پر نہ تو زمین و آسمان نے گریہ وزاری کی اور نہ ہی انہیں (اس ہلاکت سے بچنے کی) مہلت دی گئی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ابھی بھی خود کو سنبھال لیا جائے اور اس سرکشی سے توبہ کرتے ہوئے اعتدال کی حد میں واپس آ جایا جائے۔ اپنے مذہبی اور اخلاقی معاملات کو سدھار لیں کہ ابھی بھی حالات مکمل طور پر قابو سے باہر نہیں ہوئے۔ ایمان کے ساتھ مذہب کی ان تعلیمات پر پھر سے عمل پیرا ہو جائیں کہ جن کے ترک کے باعث آج ہم ذلیل و رسوا اور جنہیں اپنا کر مغرب آج دنیا میں معزز اور معتبر ہے۔ عدل و انصاف ہو یا اخلاقیات، الہامی حدود کے اندر جدت پسندی ہو یا علم دوستی، غرض ہر معاملے میں ہمارے پاس اپنے خالق و مالک کی طرف سے واضح احکامات و

1۔ سورۃ الدخان 44/ 29-25

ہدایات قرآن و سنت اور سلف صالحین کی صورت میں موجود ہیں۔ بس ہمیں حرص و طمع، نفسانی و حیوانی جذبات و خواہشات کے بتوں کے سامنے جھکے سر کا رخ اپنے رب کی طرف پھیرنے کی ضرورت ہے۔ ان شاء اللہ دنیا و آخرت کی بھلائی اور اقتدار پھر سے ہمارا مقدر ہو کر رہے گا۔

یہاں نوجوان نسل کے لیے ایک بات کی وضاحت عین ضروری معلوم ہوتی ہے کہ موجودہ تصورات کے برعکس اسلام نہ تو جدت پسندی کے خلاف ہے اور نہ ہی ٹیکنالوجی کے استعمال پر قدغن لگاتا ہے۔[1] سپیکر کے حرام ہونے کے فتوٰی کی بھونڈی مثال پیش کرنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ نئی ٹیکنالوجی کو قبول کرنے میں اصل آڑ مذہب نہیں بلکہ انسانی فطرت ہے جو بعض اوقات بدلتے حالات اور ضروریات کو صحیح طور سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اسی مذہب کے پیروکار سپیکر کے استعمال پر پابندی کے حکومتی احکامات کے سب سے بڑے ناقد نظر آتے ہیں۔ اور پھر تاریخ عالم ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے جہاں آج کی نام نہاد ترقی یافتہ قومیں بھی اول اول ٹیکنالوجی یا سائنسی نظریات کے خلاف شدت سے اٹھ کھڑی ہوئیں لیکن پھر اپنی کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے انہی ٹیکنالوجیز اور نظریات کو کھلے دل سے قبول کر لیا۔

جیسے سائنسی علوم کے حصول کے لیے سائنس دانوں کی باتوں پر یقین ہی صحیح راستہ ہے ایسے ہی ہمیں مذہبی تعلیمات اور دین اور دنیا میں مطابقت بارے علم حاصل کرنے کے لیے مروجہ اور تسلیم شدہ دینی مصادر کا رخ کرنا چاہیے۔ جب تک ہم اس بارے اپنی روش کو صحیح رستے پر نہ ڈالیں گے، ہمارا نوجوان مذہب سے بیزاری کے سبب اپنی دنیا و آخرت کو تباہ کرتا رہے گا۔ خدا بزرگ و برتر کی ذات تمام علوم کی خالق ہے اور خالق کا اپنی مخلوق (انواع و اقسام کے علوم کہ جو غور و فکر کرنے والوں کو اللہ کی پہچان کرانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں) سے بیزاری کا اظہار خود اسی کی شانِ خلاقی کی توہین ہے۔ خدا کی اسی جدت پسندی اور علم دوستی کو کسی نے کیا ہی خوبصورت الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

اگر ایک مؤمن اور کافر کو دریا میں پھینک دیا جائے تو بچے گا وہی جسے تیرنا آتا ہو گا کیونکہ خدا جاہلوں کی طرفداری نہیں کرتا۔

---

1. Masood, Ehsan. Science & Islam: A History. Icon Books Ltd. 2009

باب سوم

مذہب سے دوری کے اثرات

فصل اول: علمی و فکری اثرات

فصل دوم: سماجی اثرات

فصل اول

علمی و فکری اثرات

گزشتہ باب میں مختصراً ان اسباب کا جائزہ لیا گیا جو مسلم امت اور بالخصوص نوجوان طبقے میں مذہب سے دوری کی وجہ بن رہے ہیں۔ آئندہ سطور میں مذہب سے دوری کے نتیجے میں پیدا ہونے والی قباحتوں کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔ جیسا کہ شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؒ نے افراد کو بصورت قوم یکجا کرنے والی جاذبی قوت، مذہب کو قرار دیا ہے تو لامحالہ مذہب سے دوری کا سب سے نمایاں اثر ملی اتحاد پر ہوتا ہے۔ مذہب سے دوری کی صورت میں انسانی رویوں میں پیدا ہونے والی بے حسی، قومی شیرازہ کے بکھرنے پر منتج ہوتی ہے اسی لیے اللہ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾[1]

(ترجمہ) اور (تم) مضبوطی سے اللہ کی رسی کو تھامے رکھو اور (آپس میں) تفرقہ بازی میں نہ پڑو۔

مادہ پرست معاشرے میں موجود طبقاتی تفریق، عدل و انصاف کے فقدان نیز دولت، اقتدار، طاقت اور وسائل کے ایک مخصوص طبقے میں مرتکز ہو جانے کے سبب عام عوام میں جو احساس محرومی پیدا ہوتا ہے اس کے سبب مذہب اور قومیت کے نام پر ان کا استحصال اور بھی آسان ہو جاتا ہے۔ ایسے مادہ پرست معاشرے میں روٹی، کپڑا اور مکان جیسی بنیادی انسانی ضروریات کے حصول میں سرگرداں افراد کو بدنی ضروریات کے ساتھ ساتھ روحانی ضروریات کی تکمیل کے لیے بھی فرصت میسر نہیں ہو پاتی جس کے نتیجے میں ان افراد میں اخلاقیات، تہذیب، تمدن کے ساتھ مذہب سے دوری بھی عام دیکھنے کو ملتی ہے۔ اپنی بقا کی جنگ لڑتے انسان، خصوصاً آج کا نوجوان جو بقا کے ساتھ ذاتی حیثیت میں الگ پہچان کا متمنی بھی ہے، میں مذہب سے یہ دوری ایک ایسی کیفیت کو جنم دیتی ہے جس میں اسے خود پر دوسروں کے حقوق تو یاد نہیں رہتے لیکن دوسروں پر اپنے حقوق اور ان حقوق کی حق تلفی کا شکوہ ہمیشہ اس کے ہونٹوں پر رہتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے

﴿وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ۝الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ۝وَ اِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّ زَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ۝اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ۝لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ۝یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾[2]

(ترجمہ) خرابی ہے تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ ان کے لیے جو دوسروں سے وصول کرتے وقت

1۔ سورۃ آل عمران 103/3

2۔ سورۃ المطففین 83/1-6

تول پورا رکھیں۔ اور دوسروں کو دیتے وقت تول میں کمی کر دیں۔ کیا ان لوگوں کو یقین نہیں کہ یہ (مرنے کے بعد زندہ کرکے) دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ ایک عظیم دن کے لیے۔ جس دن لوگ دو جہانوں کے پالنے والے کے دربار میں کھڑے ہوں گے۔

ان آیات ربانی میں بھی ایسے لوگوں کو روز محشر اللہ کے حضور جواب دہی کا خوف دلایا گیا ہے جو اپنا حق وصول کرتے وقت تو دھونس جماتے ہوئے پورا پورا حق وصول کرتے ہیں لیکن جب دوسروں کا حق دینے کا موقع آتا ہے تو حیلوں بہانوں سے اس میں کمی کرتے ہیں یعنی دوسروں کا جائز حق انہیں دینے سے بھی کنی کترا جاتے ہیں۔ انہی لوگوں کو یہ وعید سنائی گئی ہے کہ اس دنیا میں چند ٹکوں کے فائدے کی خاطر جو ناحق ظلم تم کماتے ہو تو یہ بھی یاد رکھو کہ کل قیامت کے روز یہی چند ٹکے تمہارے لیے جہنم کے عذاب کی وجہ بن سکتے ہیں۔[1]

دین وملک دشمن عناصر کے آلہ کار

مذہبی تعلیمات سے دوری نیز معاشرتی استحصال کے سبب نوجوان سب سے زیادہ احساس محرومی کا شکار ہوتے ہیں اور ان کی یہ محرومیاں، قوم پرست یا مذہبی دہشت گرد عناصر کے ہاں محبوب ترین خوبیوں کے طور پر دیکھی جاتی ہیں۔ چنانچہ اسلام کے نام پر سب سے زیادہ غیر اسلامی کاروائیاں کرنے والی داعش ہو یا کوئی ملک دشمن علیحدگی پسند تنظیم، ان کے کارکنان کی ایک بڑی تعداد نوجوانوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ایسے نوجوان اکثر دنیاوی لحاظ سے تو بہت پڑھے لکھے ہوتے ہیں لیکن مذہب سے دوری اور مذہبی تعلیمات سے ناآشنائی کے سبب قرآن وحدیث کی ایسی مسخ شدہ توجیہات کو بخوشی قبول کر لیتے ہیں جن کا درحقیقت اسلام سے دور دور کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اسی سبب ایسے لوگ معاشرے کی "تطہیر" کے پیش نظر، معصوم اور بے گناہ عوام کے قتل عام کو بھی جائز اور کار ثواب سمجھتے ہیں۔ خود کو انسانیت کا نجات دہندہ قرار دیتے ہوئے ایسے قوانین لاگو کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن سے کسی حد تک ان کی ناآسودہ خواہشات اور محرومیوں کا تدارک تو ہو جاتا ہے لیکن انسانیت کے لیے اس میں رتی بھر بھی بھلائی موجود نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کے انجام بارے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا﴾[2]

(ترجمہ) اور ان لوگوں کی سزا جو اللہ اس کے رسول سے لڑیں (یعنی اعلانیہ دینی تعلیمات کی مخالفت کریں) اور زمین میں فساد پھیلائیں یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی چڑھا دیا جائے۔

آگے مزید ارشاد ہوتا ہے کہ ان کا یہ انجام تو اس دنیا میں ان کے لیے ذلت اور خواری کا باعث ہو گا جبکہ

1۔ عثمانی، محمد تقی، حقوق العباد اور معاملات (ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ 1426ھ)، 271

2۔ سورۃ المائدۃ 5/33

آخرت میں بھی عذاب عظیم ان کا منتظر ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد سے عدم واقفیت

استحصال کے نتیجے میں جنم لینے والی مذہبی دوری دراصل اللہ کی لکھی تقدیر پر عدم اطمینان کے سبب ہوتی ہے چنانچہ ایسے افراد اللہ سے بھی شکوہ کناں نظر آتے ہیں اور نعوذ باللہ، اللہ پاک کو عدل و انصاف قائم کرنے سے معذور تصور کرتے ہوئے دنیا کو "سدھارنے" کا بیڑہ اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی غلط تشریح کرتے ہوئے خود کو خلیفہ اللہ علی الارض اور ہر طرح کے اختیار کا مالک سمجھ لیتے ہیں۔ چنانچہ ایسے افراد اپنی مذموم کاروائیوں میں نہ صرف انسانی حقوق کو سرعام پامال کرتے ہیں بلکہ روز محشر کی جزا و سزا کو ناکافی سمجھتے ہوئے اسی زندگی میں لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچانے لگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے افعال کئی طرح سے بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر مبنی ہوتے ہیں جیسا کہ:

انسانی جان، مال و عزت و آبرو کی تقدیس و تکریم

اسلام ہر ذی شعور کی جان، مال اور عزت کا ضامن ہے الا ماسوا یہ کوئی ہتھیار اٹھا کر اعلان جنگ کر دے۔ لیکن ایسی صورت میں صرف اسی فرد کی جان لینا جائز ہے، انتقامی کاروائی کے طور پر اس کے اہل و عیال کو کوئی نقصان پہنچانا یا مال و دولت لوٹنا قطعی حرام ہے۔ انسانی جانی کی تقدیس کو بیان کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے:

﴿مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾[1]

(ترجمہ) جو شخص کسی دوسرے کو بغیر وجہ قصاص یا فساد فی الارض کے مار ڈالے تو گویا اس نے تمام انسانیت کے قتل کا ارتکاب کیا اور جس شخص نے کسی ایک جان کو بچا لیا تو اس نے گویا تمام انسانیت کو زندہ کر دیا۔

نیز اسی طرح نبی کریم ﷺ نے مؤمن کی حرمت کو بیت اللہ کی حرمت سے بھی بڑھ کر قرار دیا چنانچہ روایات میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ:

((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، وَيَقُولُ: مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ، مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ حُرْمَةً مِنْكِ، مَالِهِ، وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا))[2]

(ترجمہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے:

1۔ سورۃ المائدۃ 5/32

2۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن عبد اللہ، سنن ابن ماجہ (1428ھ)، کتاب الفتن، باب حرمۃ دم المؤمن ومالہ، ح3932

(اے کعبہ!) تو کتنا پاک ہے! اور تیری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے! تو کس قدر عظمت والا ہے! تیری حرمت کتنی عظیم ہے! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اللہ عزوجل کے ہاں بندہ مومن (کے جان ومال) کی حرمت تیری حرمت سے بڑھ کر ہے، اور یہ کہ اس کے بارے میں بدگمانی کرنا بھی حرام ہے۔

نیز حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخُونُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ التَّقْوَى هَا هُنَا بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنْ الشَّرِّ أَنْ يَحْتَقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ)) [1]

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، (لہذا انہیں چاہیے کہ ایک مسلم دوسرے) کے ساتھ خیانت نہ کرے، دروغ گائی سے کام نہ لے، اور (ضرورت کے وقت) اس کو بے آسرا و بے سہارا نہ چھوڑے، ہر مسلمان کی عزت، دولت اور خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے، تقوی یہاں (دل میں) ہے، کسی شخص کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر و کم تر سمجھے۔

مندرجہ بالا آیت واحادیث ایسے شخص کے بارے میں ہیں جو خود کسی مسلمان یا ذی روح انسان کو گزند پہنچاتا ہے، اس کو ناحق قتل کرتا یا اس کے مال کو لوٹتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو ایسے معاملات میں ان تخریب کاروں کے آلہ کار بنتے ہیں اور انہیں کسی بھی طرح کی مدد فراہم کرتے ہیں، انہیں بھی نہ صرف اس فعل میں برابر کا حصہ دار قرار دیا گیا ہے بلکہ ان کے لیے سخت وعید آئی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِ مُؤْمِنٍ وَلَوْ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ، لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ)) [2]

(ترجمہ) جس شخص نے کسی (دوسرے) مومن کے قتل میں بقدر آدھا لفظ بھی تعاون کیا، وہ (قیامت کے روز) جب اللہ سے ملے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا، "اللہ کی رحمت سے مایوس شخص"۔

چنانچہ انسان کو چاہیے کہ نہ صرف حتی الامکان خود کو کسی بھی انسان بالخصوص کسی مسلمان کی حق تلفی سے بچائے بلکہ اگر کسی دوسرے شخص بھی کو ایسا کرتا پائے تو بقدر طاقت اور استطاعت اسے بھی ایسا کرنے سے روکے۔

مومن کبھی بدزبان نہیں ہو سکتا

مذہب سے دوری کا ایک بڑا مظہر معاشرے میں بدزبانی اور فحش گوئی کا عام ہونا ہے۔ چنانچہ آج کا نوجوان گفتگو کے آداب سے عاری ہے۔ اس کا انداز تخاطب شائستگی اور اس کا کلام، مقصدیت اور فہم و فراست سے خالی

1۔ ترمذی، محمد بن عیسی بن سورۃ، ابواب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی شفقۃ المسلم علی المسلم، ح1927

2۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ، سنن ابن ماجہ (1428ھ)، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلما، ح2620

ہے۔ جبکہ اس کے برعکس ایک بندہ مسلم کی پہچان اس کا انداز تکلم اور آداب گفت وشنید ہوتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ويلٌ لكلّ همزة لمزة ﴾[1]

(ترجمہ) تباہی ہے ایسے تمام افراد پر کہ جو دوسروں سے لوگوں کے عیب بیان کرتے اور طعن و تمسخر سے کام لیتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مکارم اخلاق کے بارے تعلیم فرماتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يَا عَائِشَةُ إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ)) [2]

(ترجمہ) اے عائشہ! لوگوں میں بدترین وہ ہے جسے لوگ اس کی بدزبانی سے محفوظ رہنے کی خاطر چھوڑ دیں۔

چنانچہ یہ مذہب سے دوری کے اثرات ہیں کہ آج کا نوجوان فحش گو اور بدکلام ہے۔ بڑوں سے بات کرنے آداب سے ناواقف اور بچوں کو مخاطب کرنے کے قرینے سے ناآشنا ہے۔ اختلاف رائے کی صورت میں تو اس کی بدکلامی مخاطب فرد کی عمر اور رتبے کا لحاظ کیے بغیر عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ جسمانی خدوخال، بناوٹ اور رنگ کی بنیاد پر لوگوں کا ٹھٹھا اڑانا اور انہیں برے ناموں سے پکارنے کو جی داری اور گہری دوستی کی علامت قرار دے دیا گیا ہے۔ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کی موجودگی نے اس بدکلامی اور فحش گوئی کے اثرات بد میں کئی ہزار گنا اضافہ کر دیا ہے چنانچہ انٹرنیٹ پر دوسروں کی تصاویر پر بیہودہ تبصرہ کرنا یا کسی سے اختلاف رائے کی صورت میں اس کی تذلیل کرنا وقت گزاری کا محبوب ترین طریقہ بن چکا ہے۔[3] اب تو اس اخلاقی برائی کے اثرات پر سائنس دانوں نے بھی تحقیق شروع کر دی ہے چنانچہ معاشرے میں پھیلتے ذہنی تناؤ، افراد کے علیحدگی پسند ہونے کے رجحان، نیز اکثر مواقع پر ذہنی تناؤ کے تحت خودکشی کرنے کے واقعات کا براہ راست تعلق بھی اسی معاشرتی ناسور سے جوڑا جا رہا ہے۔[4]

دین دشمن عناصر کی پیروی کرنا

آج کا نوجوان نہ صرف مذہب سے دور ہو گیا ہے بلکہ وہ انٹرنیٹ اور میڈیا کے پروپیگنڈہ کے باعث تمام

1۔ سورۃ الھمزۃ 104/1

2۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، أبواب البر والصلة عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء في المداراة، ح1996

3. Keipi Teo, Näsi Matti, Oksanen Atte & Räsänen Pekka. Online Hate and Harmful Content: Cross-National Perspectives. Taylor & Francis 2016. p: 75

4۔ پروفیسر سیما گپتا، "نوجوانوں پر سوشل میڈیا کے 10 حیران کن اثرات" پروفیسر سیما ڈاٹ کام، 13 جولائی 2020ء

https://www.profseema.com/ur/digital-marketing-2/10-shocking-impacts-of-social-media-on-youth /

مذاہب اور بالخصوص دین اسلام کو فرسودہ اور اس کی تعلیمات کو آج کے دور میں ناقابل عمل سمجھتا ہے۔ مغربی تہذیب (جو کہ حقیقتاً مادہ پرست تہذیب ہے) سے حد سے زیادہ متاثر اور سوشلسٹ اور ملحدانہ افکار سے مرعوب نوجوان تو مذہب کو لوگوں کو کنٹرول کرنے کے لیے سامراجی نظام کی اختراع اور ایک آلے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ سابق انبیاء کی شخصیات کو ایک نبی اور رسول کی بجائے انسانیت کا درد رکھنے والے ایک نیک انسان یا صوفی کا روپ دے دیا گیا ہے چنانچہ آج کے مغرب میں جابجا فلموں، ڈراموں اور خاکوں میں حضرت عیسیٰ کی شخصیت کو تضحیک کا نشانہ بنتا دیکھا جا سکتا ہے۔ کچھ ایسا ہی رویہ دین بیزار، مغربیت زدہ سوچ سے متاثرہ نوجوانوں کا نبی کریم ﷺ کی ذات کے متعلق ہوتا جارہا ہے چنانچہ اظہار رائے کی آزادی کی آڑ میں گستاخانہ خاکوں کی صورت میں ببانگ دہل نبی آخر الزماں ﷺ کی توہین کی جاتی ہے۔[1] اور مغربی افکار سے مرعوب نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد اس پر مجرمانہ خاموشی اختیار کیے رکھتی ہے۔ مغرب کی جدت پسندی سے مرعوب ہوتے وقت نیز دنیا کی ترقی اور عروج کے لیے مغرب کی ہر حال اور عمل میں تقلید کو ضروری گردانتے نوجوان کو حبیب کبریا حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے اس اعرابی کا واقعہ یاد رکھنا چاہیے کہ:

((أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ حُبَّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ قَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ)) [2]

(ترجمہ) ایک اعرابی نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا: قیامت کب قائم ہو گی؟ اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے فرمایا: "تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟" اس نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ آپ نے فرمایا: "تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم کو محبت ہے۔"

یعنی قیامت کے روز انسان اسی گروہ کے ساتھ اٹھایا جائے گا جسے وہ دنیا کی زندگی میں عزیز رکھتا تھا یا جس کے طریقہ کو اس نے اپنے لیے مشعل راہ بنائے رکھا تھا۔ اسی کے ساتھ انسان کا انجام بھی ہو گا۔ سو اب یہ فیصلہ ہمارے نوجوان کو کرنا ہے کہ دنیا کی عارضی زندگی کی بظاہر کامیابی اور ترقی اس کا مقصد ہے یا قیامت کے دن کی ابدی نجات۔

مسلکی تعصب

اردو فیروز اللغات کے مطابق مسلک کا مطلب راستہ، قاعدہ اور دستور کے ہیں۔[3] مذہبی اصطلاح میں

1۔ زاہد الراشدی، اَبو عمار، "مغرب، توہین رسالت اور امت مسلمہ"، ماہنامہ الشریعہ، (مارچ 2006ء)
http://zahidrashdi.org/58

2۔ مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم، صحیح مسلم (1435ھ)، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب المرء مع من احب، ح 6710

3۔ فیروز اللغات اردو جدید (لاہور: فیروز سنز)، 634

مسلک، روز مرہ زندگی میں پیش آنے والے معاملات میں آیات قرآنی، احادیث نبویہ، آثار صحابہ، اجماع اور اجتہاد کی بنا پر ائمہ کی طرف سے اختیار کی گئی آراء کے مجموعے کا نام ہے۔ مسلم امہ میں پانچ مسالک سب سے زیادہ مشہور و معروف ہیں۔ مختلف علماء کے درمیان ایک ہی مسئلے کے متعلق ایک جیسی نصوص سے حاصل ہونے والی معلومات کے باوجود در آنے والے اس اختلاف کا مقصد خالصتاً اللہ کی رضا کا حصول اور رسول کریم ﷺ کے طریقے پر عمل ہے اور یہ اختلاف صد فیصد نیک نیتی پر مبنی ہے۔[1] لہذا عقل سلیم کا مالک کوئی بھی شخص ان مسالک کو برحق اور رسول کریم ﷺ کے قول ما انا علیہ واصحابی[2] کے مطابق ناجیہ سمجھتا ہے۔ لیکن مذہب بیزار، جدت پسند نوجوان اس معاملے میں بھی غلو کا شکار ہے اور ان مسالک برحق کا شدید ترین ناقد ہے جس کی واحد وجہ ان مسالک کے وجود کے پیچھے کی حکمت سے ناآشنائی ہے۔

مسالک یا فرقہ بندی: اختلاف یا افتراق

آج کل عوام کی اکثریت مسالک کی بجائے لفظ فرقہ بندی کا استعمال زیادہ پسند کرتی ہے۔ سوشل میڈیا جیسے طاقتور ذرائع ابلاغ کی بدولت شہرت پانے والے نام نہاد علماء نے پہلے سے ہی مذہب بیزار نوجوان کو دین سے دور کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ یہ علماء سوء divide and rule کے اصول کو اپناتے ہوئے چند اختلافی مسائل کی صبح شام گردان کرتے ہوئے اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مساجد بنائے بیٹھے ہیں۔ وہ اختلاف جو مذہب اسلام کا حسن اور اس کے پیروکاروں کی آسانی کا سبب تھا، دنیاوی مال و جاہ کے طالب ان افراد کے سبب عوام الناس میں مذہب اسلام کی سب سے بڑی کمزوری اور خامی کے طور پر جانا جانے لگا ہے۔ کیونکہ یہ علماء سوء اس اختلاف کو افتراق یعنی دین میں رخنہ اندازی کے طور پر پیش کرتے ہیں اور اصول فقہ اور مصادر سے مسائل اخذ کرنے کی باریکیوں سے ناواقف عوام خصوصاً نوجوان اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر جاری اس دھوکہ دہی کو سچ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ ان فرقہ پرستوں کی جسارت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے اپنی امت کے تہتر فرقوں میں بٹنے کی حدیث کو بیان کرتے ہوئے بانگ دہل خود اور اپنے پیروکاروں کو فرقہ ناجیہ اور باقی مسالک کو جہنمی قرار دینے سے بھی نہیں کتراتے۔ آدھا سچ مکمل جھوٹ سے زیادہ خطرناک ہونے کے مصداق دین کے یہ ٹھیکیدار فروعی مسائل میں اختلاف کی وجہ نعوذ باللہ ائمہ کرام کی انا کو قرار دیتے ہوئے اسے بدعت بتاتے ہیں اور امت سے اس حقیقت کو چھپا جاتے ہیں

1۔ مفتی محمد شبیر قادری، ''آئمہ فقہ کے درمیان اختلاف کی کیا وجوہات ہیں؟''، دی فتویٰ ڈاٹ کام، (26 مارچ 2017ء)

https://www.thefatwa.com/urdu/questionID/4058/آئمہ-فقہ-کے-درمیان-اختلاف-کی-کیا-وجوہات-ہیں/

2۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، ابواب الایمان عن رسول اللہ ﷺ، ماجاء فی افتراق ھذہ الامۃ، ح 2641

کہ ایسے اختلافات تو دور نبوی ﷺ میں صحابہ کے درمیان بھی متعدد مواقع پر پیدا ہوئے۔[1] نتیجتاً نوجوانوں میں آخری سانسیں لیتی دینی حمیت ان دینی ٹھیکیداروں کی دکانیں چمکانے کے کام آتی جارہی ہے۔

علماء کا ڈھونگ رچاتے ہوئے کلمہ حق کہنے کی آڑ میں امت میں بدگمانیاں پیدا کرنے اور اپنے حواریوں کو دوسروں کے خلاف اکسانے والے ان فتنہ پروروں نے جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس کا بظاہر کوئی دیرپا اور موثر حل ڈھونڈنے میں امت ابھی تک ناکام ہے۔

اختلاف کی حقیقت وضرورت

روزمرہ زندگی میں درپیش کسی بھی مسئلے پر جب قرآن وسنت میں کوئی واضح حکم موجود نہ ہو تو نیک نیتی کی بنیاد پر صحابہ کے طرز عمل اور امت کے اجماع کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی رائے قائم کرنا اجتہاد کہلاتا ہے اور علماء کا ایک ہی مسئلے میں اجتہاد کی بنا پر دو مختلف آراء بیان کرنا اختلاف کہلاتا ہے۔ فروعی مسائل میں مسالک کے اختلاف کو افتراق بنا کر پیش کرنے والے ۵ھ میں غزوہ خندق کے فوراً بعد بنو قریظہ کے خلاف مہم جوئی کے دوران پیش آنے والے اس واقعے کو ہمیشہ نظر انداز کر دیتے ہیں جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ عصر کی نماز بنو قریظہ کے قلعے پر پہنچ کر ادا کریں۔[2] صحابہ کی جماعت کو رستے میں نماز عصر کے وقت نے آن لیا، جس پر صحابہ میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ صحابہ کی ایک جماعت کی رائے یہ تھی کہ حضور ﷺ کے ظاہری الفاظ واضح طور پر اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ہمیں ہر حال میں بنو قریظہ پہنچ کر ہی نماز عصر ادا کرنی ہے چاہے کتنی بھی تاخیر کیوں نہ ہو جائے۔ جب کہ دوسری جماعت کا موقف یہ تھا کہ حضور ﷺ کے یہ الفاظ ادا کرنے کا اصل مقصد اس امر (بنو قریظہ کی طرف کوچ کرنے) میں عجلت کا اشارہ دینا تھا۔ موخر الذکر جماعت نے اپنے موقف کی تائید میں قرآن کریم کے الفاظ پیش کیے کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ﴾[3]

(ترجمہ) اپنی نمازوں کی حفاظت کرو، بالخصوص درمیان والی (عصر کی) نماز کی۔

یعنی نمازوں کی حفاظت میں خصوصاً نماز عصر کا الگ ذکر اس کی اہمیت پر دال ہے لہذا قرآن کو نصوص میں اعلیٰ مقام حاصل ہونے کے سبب نیز رسول اللہ ﷺ کے امر الٰہی کے خلاف کوئی بھی حکم دینے کے امر محال ہونے کی رو سے نماز عصر رستے میں ادا کرنا صحیح وضروری ہے۔ چنانچہ صحابہ کی دونوں جماعتوں نے اپنی اپنی رائے کے مطابق

1۔ الخن، مصطفیٰ سعید، قواعد اصولیہ میں فقہاء کا اختلاف اور فقہی مسائل پر اس کا اثر (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی 2002ء)، 31

2۔ بخاري، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاري (1433ھ)، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب ومخرجہ الی بنی قریظۃ ومحاصرتہ ایاھم، ح4119

3۔ سورۃ البقرۃ 2/238

عمل کیا اور بعد میں جب اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا گیا تو آپ نے خاموش رہتے ہوئے گویا دونوں کے فعل کو درست قرار دیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صحابہ کی دونوں جماعتوں کے درمیان اختلاف کسی ذاتی پسند، ناپسند کی وجہ سے نہیں بلکہ اس بات پر ہوا کہ دونوں کے نزدیک انکی رائے اللہ اور رسول ﷺ کے فرامین کے زیادہ مطابق تھی لیکن نہ تو دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے پر کفر و فسق کا کوئی فتوٰی لگایا اور نہ ہی بزور بازو ایک دوسرے کو اپنی رائے کے حق میں جھکانا صحیح خیال کیا۔

چنانچہ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ فروعی معاملات میں رائے کا اختلاف اللہ کی طرف سے ہے اور ائمہ نے صحابہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے یہ اختلاف ہمیشہ نیک نیتی پر مبنی اس خیال سے کیا کہ ان کی رائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین سے زیادہ سے زیادہ مطابقت رکھے۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوانوں کو دور نبوی ﷺ اور پھر دور خلفاء راشدین سے ایسے واقعات بیان کیے جائیں جہاں صحابہ کے درمیان اختلاف رائے ہوا تاکہ انہیں اختلاف کرنے کے آداب اور ان پر مناسب اور درست رد عمل کی تعلیم ملے۔ اس ضمن میں قرآن حکیم اور نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کے ایک ارشادات نقل کرنا بھی ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾[1]

(ترجمہ) پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کر لو۔

﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾[2]

(ترجمہ) پھر اگر (تم آپس میں) کسی چیز پر اختلاف کرو تو اسے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (ﷺ) کی طرف لوٹاؤ (یعنی اجتہاد کرتے وقت قرآن وحدیث کو اپنا ماخذ و مرجع بناؤ)، (اور تم ایسا تب ہی کرو گے) اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ (اور اگر تم جانو تو) یہ بات بہت بہتر اور باعتبار انجام بہت اچھی ہے۔

اسی طرح سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں خود حضور ﷺ حضرت معاذ بن جبلؓ سے سوال کرتے ہیں کہ اگر تمہیں کسی درپیش مسئلے کا حل قرآن وسنت میں نہ ملے تو تم کیا کرو گے؟ جس پر حضرت معاذؓ کا جواب یہ تھا کہ میں تب اجتہاد کروں گا اور غور و فکر کے ذریعے کسی نتیجے پر پہنچنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھوں گا۔ اس جواب پر حضور ﷺ نے ان الفاظ میں اللہ کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر پیش کیا کہ:

1۔ سورۃ النحل 16/43

2۔ سورۃ النسآء 4/59

((الْحَمْدُ لِله الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اﷲِ ﷺ لِمَا يَرْضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ)) [1]

(ترجمہ) خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے شخص کو اس امر کی توفیق بخشی کہ جس سے اللہ تعالیٰ کا رسول (ﷺ) راضی ہو۔

یہ امر غور طلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود اس امر کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ روزمرہ زندگی میں ایسے مسائل بھی درپیش آئیں گے کہ امت کو جن کا واضح حل قرآن و سنت میں نہیں ملے گا۔ نیز اپنے صحابی کے جواب پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اجتہاد کو عین جائز اور بوقت ضرورت لازمی امر قرار دیا۔

اسی ضمن میں مجتہد کی فضیلت پر حضور اکرم ﷺ کا ایک قول نقل کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جسے صحاح ستہ کے تمام محدثین نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ)) [2]

(ترجمہ) جب کوئی حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ (عند اللہ) صحیح ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر وہ اجتہاد سے فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ (عند اللہ) غلط ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔

گویا اگر مجتہد اپنی نیک نیتی کے باوجود اپنی انسانی کمزوریوں کے سبب کوئی غلط رائے بھی قائم کر بیٹھے تو اسے اس کی نیک نیتی کی بنا پر ایک اجر سے ضرور نوازا جاتا ہے۔ یہ تو ہے اللہ کا طرز عمل جب کہ اسی خالق کے دین کے ٹھیکیداروں کا طرز عمل یہ ہے کہ وہ صبح و شام منبر و محراب سے ائمہ مجتہدین پر بدنیتی کا الزام لگاتے نہیں تھکتے اور کوئی ڈھکے چھپے تو کوئی علی الاعلان ان برگزیدہ ہستیوں کے بارے میں دشنام طرازی کرتا پھرتا ہے۔ اللہ پاک ہمارے نوجوان کو اس فتنہ عظیم کے ہر قسم کے شر سے محفوظ فرماتے ہوئے اس پر حق اور سچ کو واضح فرمائے۔

دلائل سے عدم واقفیت

آج کے نوجوان کے مذہب بیزار رویے نے جہاں اسے اسلام سے دور کیا ہے وہیں اس کے اندر حق کی تلاش کی جستجو بھی ختم کر دی ہے۔ چنانچہ آج کا نوجوان اگرچہ اسلامی فقہ اور تحقیق کی بنیادی معلومات سے تو عاری ہے لیکن بدعت، فرقہ پرستی، شخصی تقلید جیسی چند اصطلاحات اسے ازبر ہیں جن سے روشناس کروانے والے خود کو جدت پسند "محققین اسلام" کہلانا پسند کرتے ہیں۔ ان اصطلاحات کے بارے میں بھی آج کا نوجوان انہی مذہبی پیشواؤں کا تعلیم کردہ ایک خود ساختہ نظریہ رکھتا ہے جو ایک تنگ فکر اور تنگ نظر ذہن کا عکاس ہے۔ اگرچہ آج کا نوجوان اپنے آپ میں یہ زعم رکھتا ہے کہ وہ مقلدین کی طرح کسی مجتہد کی اندھی تقلید نہیں کرتا اور دینی مسائل کا حل

1۔ أبو داوٗد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن أبي داود (1437ھ)، کتاب الأقضية، بَابُ اجْتِهَادِ الرَّأْيِ فِي الْقَضَاءِ، ح 3592

2۔ بخاري، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاري (1433ھ)، کتاب الاِعتصام بالکتاب والسنة، باب أجر الحاکم إذا اجتهد فأصاب أو أخطا، ح 7352

قرآن و سنت کی روشنی میں اپنی فہم و فراست سے پیش کرتا ہے۔[1] چنانچہ دلائل اور اصول اجتہاد سے عدم واقفیت کے سبب آج کا محقق ایسی ایسی نابغہ روزگار آراء پیش کرتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

دراصل علماء و صلحاء کو انسانی سہل پسندی کے پیش نظر اس فتنے کا اندازہ بہت پہلے سے ہو گیا تھا جس کے سبب انہوں نے مسالک اربعہ میں سے کسی ایک کی مکمل اور ہر معاملے میں پیروی کا حکم جاری کیا۔ کیونکہ صلحاء بہت پہلے بھانپ چکے تھے کہ مختلف مسائل میں آراء کا یہ اختلاف لوگوں کے لیے اپنی پسند کے مطابق کسی بھی مسلک کی رائے کو اختیار کر لینے راستہ کھول دے گا۔ یہ فعل دراصل اللہ اور اس کے رسول کی زیادہ سے زیادہ پیروی کے پیش نظر نہیں ہوتا بلکہ درحقیقت دستیاب آراء میں سے اپنی پسند اور نفس امارہ کی سہولت اس کے پیش نظر ہوتی ہے۔

تحریر و تقریر میں تحریفات

امت مسلمہ کی اصلاح و نجات کی نیت کے پیش نظر کسی ایک مسلک کی اتباع کے حکم کو اپنی کج فہمی اور انا پرستی کے سبب ایک شخص کی تقلید سے تعبیر کر لیا گیا ہے اور اسی سوچ کے تحت پروپیگنڈہ کا بازار گرم ہے۔ اس معاملے میں ائمہ کرام کی تصنیفات اور اقوال و آراء کے منتخب حصوں کو سیاق و سباق کے بغیر یا بالکل مختلف سیاق و سباق کے ساتھ عوام الناس کے سامنے پیش کرتے ہوئے رائے عامہ کو اپنے "منہج" کے حق میں ہموار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ بات مختلف مکاتب فکر کے علماء کی تقاریر یا تحاریر کے چنیدہ حصوں اور ان کے بارے اپنی خود ساختہ تاویلات سے شروع ہوتی ہے اور ختم اسی مسئلہ یا موضوع پر اپنی فہم و فراست سے قائم کردہ "حق" پر ہوتی ہے۔ حقیقت میں یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾[2]

(ترجمہ) بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو الگ کر دیا اور گروہ بن گئے (تو اے نبی کریم ﷺ) آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے پھر ان کو ان کے اعمال بتلا دیں گے۔

خدائے بزرگ و برتر سے دعا ہے کہ اللہ پاک نوجوانان ملت کو اپنے آباء کے فہم و فراست سے آشنا کرتے ہوئے ان میں بھی وہی حکیمانہ مزاج پیدا کر دے جو اختلاف میں بھی اخلاق کا پہلو ہاتھ سے جانے نہ دے۔ نیز اپنے سلف صالحین کے طریق پر چلنے کی ہمت اور استقامت نصیب فرمائے کہ اسی میں ان کی اور ہماری دینی و دنیوی نجات ہے۔

1۔ عثمانی، محمد تقی، اسلام اور دور حاضر کے شبہات و مغالطے (کراچی: زمزم پبلشرز 2014ء)، ص52

2سورۃ الانعام 6/159

فصل دوم

سماجی اثرات

نوجوانان ملک وملت میں مذہب سے دوری کے سبب پیدا ہونے والے بگاڑ میں سب سے نمایاں اخلاقی بگاڑ ہے جس کے مظاہر ہمیں روازنہ کی بنیاد پر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ معاشرے کا ہر فرد اس اخلاقی تنزلی کا قصوروار دوسروں کو ٹھہراتا نظر آتا ہے جبکہ اپنے گریبان میں جھانکنے کو کوئی بھی تیار نہیں۔ جب کبھی بھی معاشرتی سدھار کی بات کی جائے تو بھی اصل توجہ دوسروں کی اصلاح پر ہی ہوتی ہے چنانچہ ایسی تمام اصلاحی تحریکیں معاشر میں کسی بھی قسم کی مثبت تبدیلی لائے بغیر ہی دم توڑ جاتی ہیں۔ جدید دنیا کے بدلتے طرز زندگی کے سبب ہمارے نوجوان کے اخلاقی بگاڑ کے اسباب کی طرح اس کے اثرات بھی متنوع نوعیت کے ہیں کہ آج کے نوجوان کا دائرہ کار اس کے رشتے داروں، دوست احباب اور محلے داروں سے بڑھ کر انٹرنیٹ کی بدولت پوری دنیا تک پھیل چکا ہے[1] لہذا ہمیں ان اخلاقی برائیوں کو بھی اسی وسیع تناظر میں دیکھنا ہوگا۔ ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ ان اخلاقی برائیوں کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں جو آج کے نوجوان طبقے میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

جھوٹ کا عام ہونا

آج کا نوجوان ایک ایسے ماحول میں جی رہا ہے جہاں Virtual Reality کی ٹیکنالوجی ایسی تصوراتی دنیا کے قیام کو ممکن بنا چکی ہے جس کے متعلق ماضی کا انسان شاید سوچ بھی نہیں سکتا تھا لہذا یہ نوجوان اپنے گرد بھی خیالات و تصورات کی ایسی دنیا تخلیق کر لیتا ہے جس میں وہ سب سے بہتر، سب سے صحیح اور سب سے عقل مند اور ہر لحاظ سے کامل شخصیت (avatar) کا حامل ہوتا ہے۔ اپنی اس کامل تصوراتی شخصیت کو حقیقی دنیا میں مجسم دیکھنے اور محسوس کرنے کے لیے اس کے پاس جھوٹ کا سہارا لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں بچتا ہے۔ اسی حقیقت کو امریکی کیبل چینل MTV کے شو Catfish میں مختلف کہانیوں کی صورت میں دکھایا گیا ہے جن میں یہ جھوٹے profile کئی ہولناک المیوں کا سبب بنتے دکھائے گئے ہیں۔[2] آج کا نوجوان بھی سوشل میڈیا پر سب کو ایک پُر تعیش زندگی جینے کا دھوکہ دیتا نظر آتا ہے۔ اس دھوکے کے سبب کتنے ہی نوجوان جو ایسا پُر تعیش انداز زندگی اپنانے کے لیے درکار وسائل نہیں رکھتے، ذہنی تناؤ یعنی depression کا شکار ہو کر اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لیتے ہیں۔ اسی تصوراتی زندگی کے بارے

---

1 ۔ محمد اقبال، ڈاکٹر فیض اللہ بغدادی، ''سوشل میڈیا کا استعمال اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں''، ص 117

2- Amedie, Jacob, "The Impact of Social Media on Society" (2015). Advanced Writing Pop Culture Intersections. 2, http://scholarcommons.scu.edu/engl_176/2

میں اپنے دوست احباب کو یقین دلانے کا سب سے آسان راستہ اسے جھوٹ ہی نظر آتا ہے لہذا آج کا نوجوان قدم قدم پر جھوٹ بولتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب اسے جھوٹ بولنا سچ بولنے سے زیادہ آسان لگنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا نوجوان کوئی بھاری ذمہ داری اٹھانے کے قابل نہیں رہا کہ اسے ذمہ داری نبھانے کے دوران پیش آسکنے والی مشکلات کا سامنا کرنے سے کہیں زیادہ آسان جھوٹ بول کر ذمہ داری ہی سے بچ جانا لگتا ہے۔ ایسا سہل پسند رویہ کسی طور ہمارے نوجوانوں کی ذاتی نیز قومی زندگی کے لیے فائدہ مند نہیں کیونکہ یہ نوجوان ہی ہوتے ہیں جو کسی بھی قوم کی ترقی اور خوشحالی کے اصل ضامن ہوتے ہیں لیکن افسوس کہ نہ تو خود نوجوان اپنی اس حالت سے آگاہ نظر آتے ہیں اور نہ ہی معاشرہ اس بگاڑ کو سدھارنے میں دلچسپی لیتا دکھائی دیتا ہے۔

گالم گلوچ، بے جا تنقید اور عدم برداشت

آج کا نوجوان عدم برداشت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ اسے اپنے خیالات، نظریات اور عقائد سے اس قدر پیار ہے کہ وہ ان کے بارے میں کسی کا ادنیٰ سا اعتراض یا تنقید بھی برداشت نہیں کرپاتا اور ایک حلیم الطبع انسان کی مانند اختلاف رائے کا احترام کرنے کی بجائے بدزبانی اور مخالف کی کردار کشی پر اتر آتا ہے۔ بعض لوگوں کا رد عمل دیکھنے کے لیے تو آپ کو براہ راست انکا سامنا کرنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ جیسے ہی ان تک ان کی پسند کے خلاف کسی کا کوئی قول، فعل یا رویہ بلاواسطہ یا بالواسطہ پہنچتا ہے تو وہ شدید ترین رد عمل کے ساتھ میدان عمل میں اتر آتے ہیں۔[1]

یہ رویہ صرف روزمرہ زندگی تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کے سب سے خطرناک مظاہر ہمیں انٹرنیٹ کی دنیا میں دیکھنے کو ملتے ہیں جہاں فاصلوں کی موجودگی اور جھوٹی معلومات پر مبنی اکاؤنٹ لوگوں پر اُن کے اِن افعال قبیح کے نتائج کی براہ راست ذمہ داری عائد نہیں ہونے دیتے اور نہ ہی وہ قانون کی نظر میں مجرم قرار پاتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ انٹرنیٹ کی دنیا کا باسی آج کا نوجوان، انٹرنیٹ صارفین کے اس عدم برداشت کے رویے کے سبب اس قدر ذہنی تناؤ کا شکار ہے کہ اس کی وجہ سے وہ ذہنی اور بعض حالات میں جسمانی طور پر بھی مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔[2] ہر چند روز بعد کسی نہ کسی مشہور شخصیت کی، تعطیلات کے دوران بنائے جانے والی تصاویر، اپنے خاندان کے ساتھ گزارے جانے والے ذاتی لمحات میں پہنے گئے لباس، کسی عالمی واقعے کے رد عمل میں بولے گئے الفاظ یا اختیار کی گئی خاموشی کو لے کر ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا جاتا ہے اور ہمارا نوجوان ایسے وقت میں کہیں اپنی معاشرتی اور مذہبی اقدار بتاتے ہوئے

---

1 ۔ڈاکٹر شاہد امین، ڈاکٹر گلزار علی، سوشل میڈیا پر ہتک انسانی کا بڑھتا ہوا رجحان: اَسباب اور تدارک اسلامی تعلیمات کے تناظر میں، علوم اسلامیہ و دینیہ، جلد6، شمارہ1، (2021ء)، ص58

2 . Amedie, Jacob. "The Impact of Social Media on Society" (2015). Pop Culture Intersections. 2.

دین سکھاتا نظر آتا ہے تو کہیں کسی کو اس کے کہے گئے الفاظ یا اختیار کردہ خاموشی پر لعن وطعن کرتا نظر آتا ہے۔ اس امر میں سب سے زیادہ پریشان کن بات یہ ہے کہ گہرائی میں دیکھنے پر ان keyboard جہادیوں کے اپنے کردار بھی انہی لوگوں جیسے ملتے ہیں جن کی اصلاح بڑے شدومد سے جاری ہوتی ہے۔ پوری دنیا میں اس online bullying یا harrasment کو اب ایک سنجیدہ مسئلے کے طور پر دیکھا جانے لگا ہے اور آہستہ آہستہ cyber ethics اور cyber criminal laws کی تدوین وترویج جیسے اقدامات اس شدت پسندی کے سدباب کے لیے اٹھائے جا رہے ہیں۔[1]

اس شدت پسند رویے کا دوسرا پہلو ہماری روزمرہ زندگی میں احترام کے دائرے میں رہتے ہوئے اختلاف رائے رکھنے کے آداب سے ناواقفیت اور ردعمل کے اظہار میں وقار اور متانت کا فقدان ہے۔ چنانچہ انٹرنیٹ کی دنیا کی طرح روزمرہ زندگی میں بھی ہمارا نوجوان شدت پسندی اور عدم برداشت کا مظہر ہے۔ اپنی virtual world سے متصادم ہر قول، فعل اور فکر کو آج کا نوجوان اپنی بقا کے لیے ایک خطرے کے طور پر لیتا ہے اور اسی وجہ سے پہلے پہل تو وہ ردعمل میں زبان کے استعمال یعنی طعن وتشنیع اور گالم گلوچ تک محدود رہتا ہے لیکن تصادم کے طول پکڑنے پر انجام سے بے فکر نوجوان قوت کا استعمال کرنے سے بھی گریزاں نہیں رہتا۔

یہاں تصادم کا بھاری بھرکم لفظ بعض اوقات درپیش معاملات کی نوعیت کے اعتبار سے حد سے زیادہ متجاوز معلوم ہوتا ہے جیسا کہ کئی واقعات میں صرف ویڈیو گیم نہ کھیلنے دینے، موبائل فون کے استعمال سے روکنے، پسند کی چیز نہ دلوانے یا دوسروں کے سامنے ہلکی ڈانٹ ڈپٹ جیسے بے ضرر معاملات بھی قیمتی جانوں کے ضیاع پر اختتام پذیر ہوئے ہیں اور ایسے مواقع پر جان گنوانے والے زیادہ تر بالکل قریبی رشتے دار جیسا کہ والدین، بہن بھائی یا دیرینہ دوست تھے۔[2] یہ سب مظاہر ایک ایسی نسل کے عکاس ہیں جو تباہی کی طرف بڑھتی ریل گاڑی کی بھٹی میں جلتے الاؤ کو بڑی جانفشانی سے بڑھاوا دینے میں مصروف ہے۔

منشیات کا استعمال

حقائق سے بھاگتا، مذہب سے دور، مغربی ترقی اور تمدن سے مرعوب ہمارا نوجوان ہر وقت اکتاہٹ اور مایوسی کا شکار رہنے لگا ہے۔ اس کے دل میں کچھ کر گزرنے کا ارادہ تو موجود ہے لیکن اس ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے

1۔ ڈاکٹر شاہد امین، ڈاکٹر گلزار علی، سوشل میڈیا پر ہتک انسانی کا بڑھتا ہوا رجحان: اسباب اور تدارک اسلامی تعلیمات کے تناظر میں، ص 60

2۔ باسط اعجاز، ''PUBG Addict In Pakistan 'Recreates Scene' From The Game, Kills Two Family Members''، انڈیا ٹائمز ڈاٹ کام، 6 اپریل 2021

https://www.indiatimes.com/trending/wtf/pakistani-pubg-fan-shoots-family-members-dead-537747.html

کے لیے درکار قوت ارادی مفقود ہے۔ اس کے نزدیک اس سب کے لیے قصوروار یہ معاشرہ ہے جو دقیانوسی اور فرسودہ روایات کا حامل اور رجعت پسند سوچ کا مالک ہے۔ یہ تمام عوامل اس کی شخصیت میں ایک ایسی منفیت بھر دیتے ہیں کہ جس کے باعث وہ اپنے اندر کسی پل سکون محسوس نہیں کرتا۔ اس کی طبیعت میں ہر وقت ایک بے چینی اور اداسی چھائی رہتی ہے۔ اگرچہ دلوں کی بے چینی اور بے سکونی کا حل اللہ عزوجل کے ذکر میں پنہاں ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾[1]

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دل سکون حاصل کرتے ہیں۔

لیکن مذہب بیزار نوجوان طبقہ یہی سکون کبھی موسیقی میں تلاش کرتا نظر آتا ہے تو کبھی نشہ آور اشیاء کے استعمال میں۔ تعلیمی اداروں، خاص کر جامعات کے طلباء و طالبات میں منشیات کا استعمال خطرناک حد تک بڑھ چکا ہے۔ سکول جانے والے طلباء کی اکثریت سٹائل کے نام پر تمباکو نوشی شروع کرتی ہے اور دھیرے دھیرے یہ عادت اتنی پختہ ہو جاتی ہے کہ چند سالوں میں نوبت چرس کے باقاعدہ استعمال تک پہنچ جاتی ہے اور اس پر تف یہ کہ اکثر نوجوان چرس کے "طبی فوائد" گنواتے بھی نظر آتے ہیں۔ اسی طرح کرسٹل، آئس، کوکین، ہیروئن جیسی اور نہ جانے کتنی نشہ آور اشیاء ہیں جن تک گذشتہ چند سالوں میں رسائی بہت آسان ہو چکی ہے۔[2] اوائل استعمال میں تو نوجوان اس کے "طبی فوائد" کے سبب اپنی تعمیری صلاحیتوں میں ایک اضافہ محسوس بھی کرتے ہیں اور یہی چیز انہیں نشہ کی مقدار کو بڑھانے پر اکساتی ہے لیکن دھیرے دھیرے یہ طبی فوائد ہوا ہونے لگتے ہیں اور ان نشہ آور اشیاء کے حقیقی اثرات اپنا اثر دکھانے لگتے ہیں یعنی پہلے سے ہی منتشر ذہن سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے بالکل ہی محروم ہونے لگتا ہے۔ جس کے سبب ایسے نوجوان معاشرے کا عضو معطل بن کر رہ جاتے ہیں۔

اس معاملے میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی پیشہ ورانہ غفلت کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے جو سکول کالجوں اور جامعات میں سر عام اپنا کاروبار چلانے والے منشیات فروشی کے ان اڈوں کے خلاف موثر کروائی کرنے میں ناکام نظر آتے ہیں۔

محافل موسیقی اور فحاشی و عریانی

نوجوانوں کی اخلاقی گراوٹ کا ایک اور مظہر اس طبقے میں بڑھتی ہوئی فحاشی و بدکاری کا عام (normalize) ہو جانا ہے۔ اپنے خطے کی روایات اور تمدن سے بدگمان آج کا نوجوان ہر معاملے میں اہل مغرب کی تقلید کو ہی اپنے لیے

1۔ سورۃ الرعد 13/28

2۔ فرحان خان، "نسل نو میں منشیات کا بڑھتا ہوا رجحان"، روزنامہ "جنگ"، 5 دسمبر 2020ء
https://jang.com.pk/news/854023

راہ نجات سمجھتا ہے۔ مرد وزن کے آزادانہ اختلاط کے مواقع بڑھنے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے تک شادی نہ کرنے کے سبب معاشرے میں فحاشی و عریانی کو جو عروج گذشتہ چند سالوں میں ملا ہے اس کی نظیر پیش کرنا ممکن نہیں۔ کھیل کود اور تفریح کے مناسب مواقع نہ ہونے کے سبب ہمارے نوجوان تفریح کے لیے بھی مغرب کے چال چلن کو اپناتا جارہا ہے۔

چنانچہ شادی کی محافل ہوں یا تعلیمی اداروں میں غیر نصابی سرگرمیاں، سب کو تفریح کرنے اور لطف اندوز ہونے کا واحد ذریعہ موسیقی ہی سجھائی دیتا ہے۔ اسی سبب آج کل کی محافل شادی کو یادگار بنانے کے لیے دولہا دلہن کے (ایک دوسرے کے لیے غیر محرم) رشتہ داروں اور دوستوں کی رقص کی rehearsals کئی کئی ہفتے چلتی ہیں۔Positive mindset کے حامل یہ نوجوان سرعام بغل گیر ہونے اور بوس و کنار میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ ان کے ہاں محرم ونامحرم کی اسلامی اصطلاحات دقیانوسی اور دقیانوسی، منفی سوچ کے حامل ذہن کی کارستانیاں گردانی جاتی ہیں۔[1] اسی طرح تعلیمی اداروں میں ثقافت کے نام پر اخلاق باختہ گانوں پر طلباء و طالبات کی مخلوط performances ایک معمول بنتی جارہی ہیں۔ وہ طبقہ جو خود تو گم کردہ راہ ہے ہی لیکن ساتھ ہی دوسروں کو بھی اس برائی کے رستے چلانا چاہتا ہے ان کے بارے میں ارشاد ربانی ہے

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾[2]

(ترجمہ)جو لوگ مسلمانوں میں فحاشی اور بے حیائی کو فروغ دینے کے خواہش مند ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت (دونوں جہانوں) میں تکلیف دہ عذاب ہے۔

پر اگرچہ ان بے حیائی اور غیر اسلامی و غیر اخلاقی سرگرمیوں کے خلاف آواز اٹھانے والے ابھی بھی موجود ہیں لیکن دھیرے دھیرے ان کی آوازیں بھی اس طوفان بدتمیزی کے شور وغل میں دبتی جارہی ہیں۔

سمارٹ فون اور انٹرنیٹ نے بھی فحاشی و عریانی کو عام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ لہذا السبب ہمارے نوجوان کی خلوت اس کی جلوت سے کہیں زیادہ خطرناک اور اخلاق سوز ہو چکی ہے۔ انٹرنیٹ نے اخلاق سوز مواد تک رسائی اور اس کی ارسال وترسیل جتنی آسان بنادی ہے ایسا کسی اور ذریعے سے کبھی ممکن نہ ہو پایا تھا۔ چنانچہ آج کے نوجوان کے ذہن سے ہاتھ، آنکھ، کان کے زنا کا تصور ہی مٹ چکا ہے جبکہ قرآن کریم میں اللہ پاک نے انسان کی عبرت کے لیے روز قیامت کی منظر کشی کچھ ان الفاظ میں کی ہے کہ:

﴿الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾[3]

---

1 ۔ عثمانی، محمد تقی، اسلام اور دور حاضر کے شبہات و مغالطے، ص378

2۔ سورۃ النور 19/24

3۔ سورۃ یٰس 65/36

(ترجمہ) آج کے دن ان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے ان (تمام) کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[1]

(ترجمہ) جس دن ان کی زبانیں اور ہاتھ اور پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

چنانچہ آخرت کی جواب دہی سے بے خبر آج کا نوجوان نہ تو خود بے حیائی کے کاموں میں کوئی شرم محسوس کرتا ہے اور نہ ہی اس بے حیائی کو پھیلانے میں کوئی عار محسوس کرتا ہے۔

اسی مغربی انداز فکر کی ایک اور دین ہم جنس پرستی بھی ہے چنانچہ جس فعل قبیح کی سزا میں ایک قوم (قوم لوط) کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا ذکر قرآن میں موجود ہے اسی کو respect of others' personal space اور basic human right جیسی اصطلاحات کی آڑ میں انسان کا بنیادی حق قرار دیا جا رہا ہے۔ اور اب تو ڈھکے چھپے انداز میں اس خبیث رویے کے حق میں جلسے جلوس بھی نکالے جانے لگے ہیں۔

مرد و زن کے آزادانہ اختلاط اور جدید ٹیکنالوجی کی ارزانی کے سبب معاشرے میں بے حیائی اور بدکاری کو فروغ مل رہا ہے۔ شرم و حیا پر مبنی رشتے ناطے اس جدید تہذیب کے باعث اپنی حرمت و تقدیس کھوتے جا رہے ہیں۔ آنکھوں سے شرم و حیا عنقا ہے اور ذہن میں رشتوں کا تقدس مقدوم۔ اس بگاڑ کے نتیجے میں عورت ایک قابل عزت انسانی وجود کے مقام سے گر کر تفریح اور عیاشی کا سامان بن کر رہ گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں حتیٰ کہ معصوم بچیوں کی عصمت دری کے واقعات میں روز بروز اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔ اور بڑھتے بڑھتے ان وارداتوں میں معصوم بچوں کو بھی نشانہ بنایا جانے لگا ہے۔[2] لیکن افسوس صد افسوس کہ جب اس بابت معاشرتی رویوں کا جائزہ لیا جائے تو وہاں مایوسی کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس کی سب سے بنیادی وجہ اپنے اندر موجود اس برائی کے وجود کو سرے سے تسلیم کرنے سے ہی انکار کا ہونا ہے چنانچہ دیکھنے میں آیا ہے کہ عصمت دری کا ایسا واقعہ اگر کسی مدرسے یا مذہبی ادارے سے متعلقہ شخص سے متعلق ہو تو اشرافیہ فرد واحد کی حیوانیت کی مذمت کی بجائے پورے مذہبی طبقے اور مذہبی تعلیمات کو ہی اس حیوانیت پر ابھارنے والا ثابت کرنے پر تل جاتی ہے۔ دوسری طرف ایسا ہی رویہ کسی سکول، کالج یا جامعہ میں پیش آنے پر ہمارا مذہبی طبقہ سارا الزام ان دنیوی تعلیم دینے والے اداروں کے ماحول پر دھر دیتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے کے تمام طبقات سب سے پہلے اس حقیقت کو کھلے دل سے تسلیم کریں کہ یہ

1۔ سورۃ النور 24/24

2۔ فرحان خان، "بڑھتے ہوئے جنسی جرائم کے اسباب کیا ہیں؟"، روزنامہ "جسارت"، 11 جولائی 2021ء
https://www.jasarat.com/2021/07/11/210711-03-8/

اخلاقی بگاڑ تمام معاشرتی طبقات میں یکساں سرایت کر چکا ہے اور پھر اس کے سد باب کے لیے باہم مشورے اور افہام و تفہیم سے کوئی راہ نکالیں جس میں بنیادی رہنمائی بلا شک و شبہ مذہب ہی مہیا کر پائے گا۔

شراب و جوا کا عام ہو جانا

عید ملن پارٹی ہو یا کوئی اور خوشی کا موقع، شراب نوشی جشن منانے کا مقبول عام طریقہ بنتا جا رہا ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ متبادل موجود ہونے کے سبب ہمارا اچھا خاصا دنیا دار نوجوان بھی سور کے گوشت کو تو ایمان و کفر کا معاملہ سمجھتا ہے لیکن مشروبات میں ایسی سہولت موجود نہ ہونے نیز اشتہارات اور میڈیا میں شراب نوشی کے عمل کو انتہائی پر لطف، پر کشش اور جاذبیت بھرا دکھائے جانے کے سبب ہمارا نوجوان کم از کم beer کے استعمال میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتا۔ رہی سہی کسر ماضی قریب میں (عرب دنیا میں) دستیاب ہونے والی حلال beer اور wine[1] نے پوری کر دی کہ جس کے سبب شراب نوشی سے متعلق حلال و حرام کی تمیز نہ صرف خلط ملط ہو کر رہ گئی بلکہ پہلے سے بہانہ کے متلاشی نوجوان کو ایک جواز اور مذہبی آڑ حاصل ہو گئی۔ شاید اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ کے پاک نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

((لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ، يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا، يُعْزَفُ عَلَى رُءُوسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ، وَالْمُغَنِّيَاتِ، يَخْسِفُ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ، وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ)) [2]

(ترجمہ) میری امت میں سے کچھ لوگ شراب پئیں گے۔ وہ اس کا نام بدل کر کچھ اور رکھ لیں گے۔ گلوکارائیں انہیں ساز بجا کر گانے سنائیں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں (ان کے اعمال کے سبب) زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض (کی شکل و صورت) کو (بگاڑ کر) بندر اور خنزیر بنا دے گا۔

اسی طرح ایک اور قباحت جو نوجوانوں میں عام ہوتی جا رہی ہے وہ مختلف اقسام کا جوا ہے۔ چنانچہ کہیں لاٹری اور کہیں کھیل پر سٹہ بازی، کہیں معمولی رقم کے ٹکٹ پر لاکھوں کروڑوں کے انعامات کی شکل میں جوا ہمارے معاشرے میں عام ہے۔ جلد از جلد دولت مند ہونے کا خواہش مند آج کا نوجوان ان طریقوں کا سب سے زیادہ مشتاق اور دلدادہ نظر آتا ہے کہ اسے راتوں رات امیر ہونے کا اس سے زیادہ قانونی اور معقول اور کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا۔ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن

1. Z, Faeizah. “Halal Wine! An Unbelievable Concept For Muslims Just Turned Into Reality!” Last modified July, 27, 2017., https://www.parhlo.com/halal-wine-unfathomable-concept-muslims-just-turned-reality/

2۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر:4020، کتاب: فتنہ و آزمائش سے متعلق احکام و مسائل، باب: سزاؤں کا بیان

نَّفْعِهِمَا﴾[1]

(ترجمہ)(اے نبی ﷺ!)لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ اور لوگوں کے لیے دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے، لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت بڑھا ہوا ہے۔

چنانچہ اس آیت سے ایک اور بات کی صراحت ہوگئی کہ جیسا کہ آج کل لوگوں کی طرف سے (جو ان کے استعمال کے دلدادہ ہیں) اپنے نفس کو جھوٹی تسلی دینے کے لیے شراب کے طبی اور جوا کے جو چند مالی فوائد گنوائے جاتے ہیں ان کی تصدیق قرآن بھی کرتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیتا ہے کہ ان کے (دنیوی اور اخروی) نقصانات ان کے فوائد سے اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ وہ ان معدودے چند فوائد بدنیہ ومالیہ کو بھی گہنا دیتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت شراب وجوئے کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور (ان دونوں کے) اسی مجموعی اثرِ بد کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بعد میں اللہ جل شانہ نے شراب اور جوئے کو شیطانی عمل اور پلید، ناپاک قرار دیتے ہوئے "فَاجْتَنِبُوْهُ" کے الفاظ سے حرام قرار دے دیا۔

نوجوانوں میں مغربی کلچر کی سرایت اور اہل مغرب کی اندھی تقلید

آج کا نوجوان چاہے وہ مرد ہو یا عورت غیر معمولی حد تک مغربی تہذیب سے مرعوب اور اس کا دلدادہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کا بنیادی سبب مادہ پرستی کے سوا کچھ نہیں کہ جب آپ آخرت کو بھلا کر اپنا مطمع نظر اس دنیا کو ہی بنالیں تو پھر اس دنیوی زندگی میں عیش وعشرت کا سامان اکٹھا کرنا اور دنیوی اعتبار سے ترقی یافتہ لوگوں کا طرز زندگی اپنانا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آج کی نوجوان نسل مغرب کی اندھی تقلید کا شکار ہے اور مغربی طرز فکر اور انداز زندگی ان کے ہاں بہت مقبول ہوتا جارہا ہے۔ اس معاملے میں ان کی جذباتیت اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ مغربی اقدار سے متصادم ہماری ہر مذہبی ومعاشرتی قدر انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی اور ایسی اقدار سے اعلان لاتعلقی میں ہی انہیں اپنی کامیابی نظر آتی ہے۔

چنانچہ عام مشاہدہ ہے کہ ہماری عورت اپنی فطری اور تخلیقی کمزوریوں (کہ جن میں نہ تو عورت کا کوئی قصور ہے اور نہ ہی مرد کی کوئی اجارہ داری) کے سبب ماں، بہن، بیٹی، بیوی کے روپ میں مذہب کی طرف سے ملنے والی امتیازی حیثیت اور عزت واحترام کو ٹھکراتے ہوئے برابری کے سلوک کا تقاضا کرتی نظر آتی ہے۔[2] شخصی آزادی اور اپنی مرضی سے زندگی جینے کے اختیار اور آزادی کی آڑ میں آج کے مرد وعورت شادی اور عائلی نظام جیسے مضبوط

1۔ سورۃ البقرۃ 219/2

2۔ عثمانی، محمد تقی، اسلام اور دور حاضر کے شبہات ومغالطے، 358

مذہبی اور معاشرت اداروں سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے Live in Relationships کے دلدادہ دکھائی دیتے ہیں۔ معاشرے کے جن طبقات میں شادی جیسا ادارے آج بھی قائم ہے وہاں بھی ایک دوسرے کے لیے عزت واحترام کی بجائے برابری کے تصور سے یہ ادارے انحطاط پذیر ہیں۔ معاشرے میں طلاق کی شرح اور جنسی تسکین کے لیے ماورائے ازدواج تعلقات کے رجحان میں بھی اضافہ بھی اس اندھی تقلید کے ثمرات میں شامل ہے۔ مال وجاہ کی چاہت میں اضافے کے سبب معاشرے میں طبقاتی ناہمواری پہلے سے زیادہ واضح طور محسوس کی جانے لگی ہے اور اس کے سبب جرائم اور ظلم وناانصافی نیز طبقاتی استحصال میں بھی اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ الغرض ایک متمدن اور مہذب معاشرے کے مظہر تمام اشاریے (indices) ہمارے زوال کی داستان سناتے معلوم ہوتے ہیں۔

والدین کی نافرمانی، اساتذہ کی بے ادبی، علماء وصلحاء کا استہزاء

مغربی تہذیب کے دلدادہ نوجوان کو مذہبی اور معاشرتی روایات کا امین ہر وہ شخص کھٹکتا ہے جو اس کے راستے میں ہلکی سی مزاحمت بھی کرے یا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ چنانچہ فرسودگی اور تنگیٔ فکر وذہن کے نام پر اپنے سے بڑوں کا ٹھٹھا اڑانا آج کے نوجوان کے لیے کوئی عیب کی بات نہیں۔ قرآن کریم، فرقان حمید کی سورۃ بنی اسرائیل میں رب تعالیٰ نے اپنے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کی ممانعت کے ساتھ ہی والدین کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ [1]

(ترجمہ) اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔

یہ آیت حقوق والدین کی اہمیت و افضلیت پر دلالت کے لیے کافی ہے۔ نیز آگے اللہ پاک والدین کے بڑھاپے میں پہنچنے پر بچگانہ حرکات وسکنات پر خفگی کے اظہار سے بھی روکتے ہوئے ان کے سامنے اف تک کہنے کی بھی ممانعت بیان کرتا ہے۔ اسی طرح احادیث نبویہ میں بھی ماں اور باپ دونوں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے چنانچہ روایت میں ہے کہ جب ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد کی اجازت طلب فرمائی اور آپ ﷺ نے ان صحابی سے والدین کے بارے استفسار فرمایا جس پر انہوں نے اپنی بوڑھی ماں کے متعلق بتایا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فَالْزَمْهَا فَإِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَيْهَا)) [2]

(ترجمہ) اس (اپنی والدہ) کے پاس ہی رہو (اور اس کی خدمت کرو) بے شک جنت اس (ماں) کے پیروں تلے ہے۔

1۔ سورۃ الاسراء 17/ 23

2۔ نسائی، اَبو عبد اللہ احمد بن شعیب، (1432ھ)، کتاب الجهاد، الرخصة فی التخلف لمن له والدة، ح3106

نیز والد کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((رِضَا الرَّبِّ فِيْ رِضَا الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ)) [1]

(ترجمہ) رب تعالیٰ کی رضا والد کی رضا میں اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

جب بات اساتذہ کے مقام و مرتبے کی آتی ہے تو ان کے حق میں اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی کہ حضور اکرم ﷺ نے خود اپنی نسبت معلمین کے ساتھ کی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

((اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا)) [2]

(ترجمہ) مجھے (معلم) علم سکھانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اسی طرح علماء کی فضیلت و اہمیت بتانے کے لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ)) [3]

(ترجمہ) بے شک علماء (باعتبار علم) انبیاء کے وارث ہیں۔

والدین، اساتذہ کرام اور علماء و صلحاء امت تو معمر افراد کی صف میں سے چند لوگ ہیں لیکن دین اسلام عمر میں خود سے بڑے تمام لوگوں کے ادب و احترام پر اس قدر زور دیتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص سے بری الذمہ ہونے کا اعلان فرمایا جو بڑوں کا احترام نہ کرے۔[4] بد قسمتی سے ہمارا نوجوان اس معاملے میں انتہائی غیر ذمہ دارانہ رویہ رکھتا ہے۔ والدین کی طرف سے اس کی تربیت و تعلیم اور پرورش کے دوران دی جانے والی قربانیوں کو وہ والدین کی "ذمہ داری" گردانتے ہوئے خود پر ان کا کسی بھی قسم کا احسان ماننے کو تیار نہیں۔ والدین کی نصیحت پر عمل تو کجا اسے سننے کی بھی متحمل نہیں یہ نوجوان نسل، کیونکہ ان کے نزدیک ان کے والدین کے مشورے outdated ہیں۔ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ معمر افراد کے لیے قائم کیے گئے مراکز میں ایسے والدین کثیر تعداد میں موجود ہیں جنہیں ان کی اولاد وہاں صرف اس لیے چھوڑ گئی کہ وہ انہیں اپنے "تہذیب یافتہ حلقہ احباب" میں متعارف کرانے میں شرم محسوس کرتے تھے جبکہ مغربی معاشرے کا بغور مطالعہ یہ بتاتا ہے ہمارے ہاں پایا جانے والا یہ تاثر کہ تمام مغربی لوگ ہی اپنے بوڑھے والدین کو اولڈ ہومز میں داخل کروا دیتے ہیں سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے۔[5]

اسی طرح نوجوان نسل کے مطابق اساتذہ چونکہ تعلیم و تربیت کے بدلے معاوضہ وصول کرتے ہیں لہٰذا ان

1۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، الادب المفرد، (بیروت: دار البشائر الاسلامیہ)، ح3506

2۔ ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید، (1428ھ)، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم ح229

3۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، أبواب العلم عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ح2682

4۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، أبواب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان، ح1921

5۔ ہارون قریشی، "خاص مضمون: والدین اور اولڈ ہومز؟"

http://mashriqakhbar.com/39674-3.html

کا بھی کوئی احسان اور حق خود پر تسلیم کرنے کو یہ نسل تیار نہیں۔ اساتذہ کے ساتھ نوجوان نسل کا رویہ ہمارے اسلاف کی روایات سے کس قدر ہٹا ہوا ہے اس کا اندازہ حضرت علیؓ کے اس قول سے لگ سکتا ہے جس میں وہ ایک حرف سکھانے والے کو بھی اتنا درجہ دیتے ہیں کہ خود کو اس کا غلام کہہ ڈالتے ہیں۔ اس کے برعکس آج سکول، کالج اور جامعات میں اساتذہ کے ساتھ frankness کے نام پر بدتمیزی عام چلن بنتا جا رہا ہے۔

علماء اور صلحاء کی طرف ان کی بدگمانی تو انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ چند نام نہاد، خود ساختہ یوٹیوبر علماء نے ان کے پراگندہ ذہن میں علماء حق کے متعلق ایسی لغو باتیں بھر دی ہیں کہ وہ ان کو اعلانیہ طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ گویا آج کا نوجوان اب دین کی تعلیم بھی ان علماء سے سیکھتا معلوم ہوتا ہے جن کا مطمع نظر صرف دنیا کی دھن دولت اور جاہ و حشمت معلوم ہوتی ہے۔

Prank کے نام پر لوگوں کا ٹھٹھا و مزاح اڑانا

اسلام اپنے پیروکاروں کو ایک سخت مزاج خود کار روبوٹ کی مانند نہیں دیکھنا چاہتا جو بغیر سوچے سمجھے ہر وقت صرف عبادات و ریاضت میں مصروف رہیں بلکہ وہ تو اپنے پیروکاروں کو ایک ایسی متنوع شخصیت کے روپ میں دیکھنا پسند کرتا ہے جو ہنستا کھیلتا بھی ہے، تفریح بھی کرتا ہے، دنیا کی بقدر ضرورت فکر کرتے ہوئے آخرت سے بھی غافل نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہمیں حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں ایسے بیش بہا واقعات ملتے ہیں جب آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ ہنسی مذاق فرمایا۔

ایک واقعہ بڑھیا کا واقعہ مشہور ہے کہ جب اس نے حضور دو عالم ﷺ سے اپنے جنت میں جانے کے متعلق سوال کیا تو حضور ﷺ نے اس فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ اس پر وہ بڑھیا روتی ہوئی واپس لوٹ گئی تو حضور اکرم ﷺ نے صحابہ سے کہا کہ اس بڑھیا کو پیغام پہنچاؤ کہ بوڑھی عورت جنت میں داخل نہیں ہو گی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اس پہلے جوان اور کنواری بنا دے گا۔[1] اسی طرح مرویات میں حضور ﷺ کا ازراہ تفنن حضرت انسؓ کو یاذی الاذنین یعنی اے دو کانوں والے کہہ کر پکارنا موجود ہے۔[2] ان واقعات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام درجہ اعتدال میں رہتے ہوئے مزاح سے منع نہیں کرتا بشرطیکہ مزاح سچی بات پر مشتمل ہو اور اس سے کسی کی تحقیر یا دل آزاری نہ ہوتی ہو۔

آج کا نوجوان حس مزاح تو رکھتا ہے لیکن حساسیت سے عاری ہے۔ یعنی دوسروں کو ان کے نام کی جگہ ان کے کسی جسمانی خدوخال یا عیب کے سبب طنزیہ نام سے پکارنا جبکہ قرآن مجید میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَنَابَزُوْا

1۔ ولی الدین، محمد بن عبد اللہ مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب المزاح، الفصل الثانی، ح 4888

2۔ أبو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن أبي داود (1437ھ)، کتاب الادب، باب ماجاء فی المزاح، ح 5002

بِالْاَلْقَابِ فرماتے ہوئے اس کی ممانعت کی ہے [1]، فحش گوئی کے ذریعے بات میں مزاح کا عنصر پیدا کرنا یا دوسروں کو ہنسانے کے لیے جھوٹے قصے گھڑنا ہی آج کی دنیا میں مزاح کہلاتا ہے۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ کچھ مغربی ٹی وی پروگرامز سے اس نوجوان نسل نے prank کرنا سیکھ لیا اور اب ہر دوسرا شخص prankster بنا پھرتا ہے حالانکہ یہ فعل یعنی دوسروں کو ایک فرضی صورتحال پیدا کرتے ہوئے ڈرانا بھی حضرت عبد الرحمٰن بن ابو لیلیٰ سے روایت کردہ حضور نبی کریم ﷺ کے اس قول کے خلاف جاتا ہے جس میں آپ ﷺ نے ایک مسلمان کے لیے اپنے مسلمان بھائی کو (چاہے مذاق میں ہی) ڈرانا ناجائز قرار دیا ہے۔ [2] اور افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ ان کا یہ کام اسلامی تعلیمات سے دور تو ہے ہی، یہ ان بنیادی اخلاقیات کا مظاہرہ کرتے بھی دکھائی نہیں دیتے جن کا چلن اہل مغرب کے ہاں رائج ہے۔ یعنی کسی کو prank کا نشانہ بنا چکنے بعد ان کی ویڈیو کو انٹرنیٹ پر جاری کرنے کے لیے ان سے باقاعدہ اجازت حاصل کرنا اور ویڈیو جاری کرتے وقت عکس بندی کے دوران ظاہر ہو جانے والی ذاتی نوعیت کی معلومات جیسا کہ رابطہ نمبر، پتہ وغیرہ چھپا دینا وغیرہ۔ نیز ان تمام سرگرمیوں کا بنیادی مقصد ایک ہی ہے کہ کسی انسان کو اس حد تک زچ کر دینا کہ وہ بے اختیار بدزبانی یا ہاتھا پائی تک پہنچ جائے اور اس کی اس کیفیت سے لطف اٹھانا۔

ان سب اخلاقی برائیوں اور بگاڑ کے سبب معاشرے میں پیدا ہونے والی بے سکونی اور بے وقعتی اس وقت مزید مہلک ہو جاتی ہے جب نوجوان ان برائیوں کو برائی تسلیم کرنے اور خود کو سدھارنے کی بجائے سب چیزوں کو حالات کی ستم ظریفی اور اغیار کی سازشوں پر ڈال دیتا ہے۔ گویا بربادی کی اصل وجہ یہ نہیں کہ ہم بگڑ چکے ہیں بلکہ یہ ہے کہ اپنے بگاڑ کے بارے میں جانتے ہوئے بھی خود کو سدھارنے کو تیار نہیں۔ اور حالات کے سدھار کو ہی اپنے ہر مسئلے اور بگاڑ کا حل بتاتے ہیں۔ جبکہ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ پاک ایسی قوم کی حالت بدلنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا جنہیں خود بھی اپنی حالت کو بدلنے کی فکر نہ ہو۔ [3]

کمزور عقائد و توہم پرستی

حضرت انسان ہمیشہ سے ہی ان مظاہر فطرت سے مرعوب ہوتا چلا آیا ہے جن کی وضاحت کے لیے اس کے پاس کوئی ٹھوس توجیہ موجود نہ ہو۔ ایسی صورت میں وہ ان مظاہر کی وضاحت کے لیے مافوق الفطرت قوتوں اور عوامل کی کارستانیوں کے بہانے کو استعمال میں لاتا آیا ہے۔ مذہب سے دوری کا ایک اثر بھی ہمارے عقائد پر پڑتا ہے۔ آج کا نوجوان خیالی گھوڑے دوڑانے میں تو اپنا ثانی نہیں رکھتا لیکن عملی میدان میں وہ بالکل ناکام و نامراد نظر آتا ہے۔ اسی

1۔ سورۃ الحجرات 49/11

2۔ أبو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن أبي داود (1437ھ)، کتاب الادب، باب من یاخذ الشئ علی المزاح، ح 5004

3۔ سورۃ الرعد 13/11

سہل پرستی اور بے عملی کے سبب یہ نوجوان پیش آنے والی مشکلات اور مصائب کی ذمہ داری خود قبول کرنے کی بجائے انہیں مختلف معاشرتی اور مافوق الفطرت عوامل کے کھاتے میں ڈال دیتا ہے۔

نوجوانوں کی توہم پرستی کا ایک سبب جغرافیائی اور علاقائی نوعیت کا بھی ہے۔ چنانچہ برس ہا برس ہندو قوم کے ساتھ رہنے اور کئی صورتوں میں آباءؤ اجداد کا تعلق بھی انہیں مذاہب سے ہونے کے سبب توہم پرستی ہماری جینیات میں رچی بسی ہے، رہی سہی کسر ہماری تعلیمی پسماندگی اور مذہبی تعلیمات سے دوری نے پوری کر دی ہے۔ چنانچہ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی بھی غیر معمولی بات یا واقعہ کے متعلق دیومالائی قصے کہانیاں جتنا جلدی ہمارے معاشرے میں قبولیت پاتے ہے اس کی نظیر کہیں اور ملنی مشکل ہے۔ بعض صورتوں میں تو انسانی ترقی بھی اس توہم پرستی کو ختم کرنے میں ناکام نظر آتی ہے جیسا کہ علم نجوم کی صورت میں دیکھنے میں آتا ہے۔ ذیل میں ہم کچھ ایسے ہی مظاہر کا تذکرہ اختصار کے ساتھ کریں گے جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح توہم پرستی سے نکلتا ہے۔

ماہ صفر سے متعلق توہم پرستی

زمانہ جاہلیت کے عرب میں بھی حرمت کے مہینوں کا تصور اور تقدس موجود تھا چنانچہ ان مہینوں میں وہ لوگ لڑائی اور جنگ و جدل سے اجتناب کرتے تھے اور چونکہ ماہ صفر سے قبل کے تین لگاتار مہینے حرمت والے ہیں اس لیے محرم کا مہینہ ختم ہوتے ہیں ان کے جنگ و جدل میں غیر معمولی تیزی آجاتی تھی۔ لیکن اس میں اپنی غلطی اور قصور قبول کرنے کی بجائے وہ صفر کے مہینے کو ہی منحوس کہنے لگتے تھے کہ اس مہینہ میں مصیبتیں اور بلائیں کثرت سے اترتی ہیں۔[1] ماہ صفر سے منسوب نحوست کی سوچ کو زائل کرنے کے لیے نبی پاک ﷺ نے خصوصاً اس امر کا تذکرہ اپنے ارشاد میں کیا ہے چنانچہ فرمایا:

((لاَ عَدْوَى وَلاَ صَفَرَ، وَلاَ هَامَةَ))[2]

(ترجمہ) چھوت کا لگ جانا، (ماہ) صفر کی نحوست اور الو کی نحوست جیسی کسی چیز کا وجود نہیں ہے۔

لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ ہمارے ہاں نہ صرف ابھی تک ماہ صفر کے متعلق یہ عقیدہ موجود ہے بلکہ اب تو ماہ صفر کے آتے ہی کمزور عقیدہ لوگ ایک جھوٹی حدیث بھی اس ضمن میں زور و شور سے پھیلاتے نظر آتے ہیں۔ اس جھوٹی حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

مَنْ بَشَّرَنِيْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالْجَنَّةِ

(ترجمہ) جو شخص مجھے تک صفر (کے مہینے) کے ختم ہونے کی خوش خبری پہنچائے، میں اُسے جنت کی خوش

1۔ مولانا محمد منصور احمد، "توہم پرستی کی بیماری سے بچیں"، کلمہ حق، شمارہ 615، (2017)

2۔ بخاري، محمد بن اسماعيل، صحيح البخاري (1433ھ)، كتاب الطب، باب لاهامة، ح5770

خبری پہنچاؤں گا۔

اس روایت کا ذبہ سے وجہ استدلال یہ ہے کہ چونکہ ماہ صفر میں نحوست ہے اس لیے بخیر و عافیت اس کے گزر جانے کی خبر دینے پر جنت کی بشارت کی نوید سنائی گئی ہے۔اسی طرح ماہ صفر سے منسوب نحوست کے سبب کئی اور بدعات بھی ہمارے معاشرے میں رائج ہیں جیسا کہ صفر کے آخری بدھ کو خصوصی عبادت اور روزے کا اہتمام نیز خصوصی طور پر پکائے جانے والے کھانے وغیرہ۔[1]

یہی نہیں بلکہ محرم کے مہینہ میں شہادت امام حسین علیہ السلام کے عظیم سانحہ کے رونما ہونے کے سبب بھی لوگ ماہ صفر جیسی توہم پرستی کا شکار نظر آتے ہیں۔لہذا دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ ان دو مہینوں میں شادی بیاہ جیسی رسومات سے اجتناب کرتے ہیں۔اس کے علاوہ کسی کاروبار یا مکان کی تعمیر جیسے بڑے معاملے کی شروعات کے لیے ان مہینوں کا انتخاب کم کم ہی دیکھنے میں آتا ہے۔نوجوانوں کی جہالت تو یہ عالم ہے کہ ان کی غالب اکثریت نو اور دس یا دس اور گیارہ محرم کے مسنون روزے کی کڑیاں بھی سانحہ کربلا سے ہی ملاتی ہے۔العیاذ باللہ!

چھوت اور بیماریوں سے متعلق توہمات

ہمارے نوجوانوں کی اکثریت چھوت چھات کی قائل ہے اور اس سبب بہت سی معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں۔جیسے لوگ مرگ والے گھر کسی حاملہ کے جانے کو معیوب خیال کرتے ہیں کہ مبادا اس سے زچہ و بچہ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔اسی طرح ایسی عورت جس کا حمل گرا ہو اس کے سائے سے بھی حاملہ عورت یا زچہ بچہ کو دور رکھا جاتا ہے۔اسی طرح عام مشاہدہ ہے کہ اگر کسی گھر کا کوئی فرد کسی متعدی بیماری میں مبتلا ہو جائے تو لازم نہیں کہ گھر کے تمام افراد ہی اس بیماری سے متاثرہ ہوں۔لیکن ہمارے ہاں کے توہم پرست لوگ نہ صرف خود ایسے کنبے کا مقاطعہ کر دیتے ہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے ہیں۔جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گذشتہ صفحات میں گزرنے والے قول میں سب سے پہلے چھوت چھات کے متعلق اس عوامی تاثر کی نفی کی گئی ہے اور جب موقع پر موجود دیہاتی نے صحت مند اونٹ کے خارش زدہ اونٹ سے ملنے پر خارش زدہ ہونے کا بیان کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ان الفاظ میں اس امر کی وضاحت فرمائی کہ اگر ایسا ہے تو یہ بتلاؤ کہ پہلے اونٹ کو خارش کس نے لگائی تھی؟[2] یہاں تک ہی نہیں بلکہ روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوڑھی کے ساتھ ایک ہی برتن سے کھانا تناول فرمالیا کرتے تھے[3] گویا حضور

1۔ڈسکوی، مفتی محمد راشد، ''ماہ صفر کی بدعات اور ایک من گھڑت حدیث کا جائزہ''، ماہنامہ دارالعلوم، جلد96، شمارہ12، (2012ء)

http://www.darululoom-deoband.com/urdu/articles/tmp/1490671531%2003-Mah%20 Safar%20Ki% 20Bidat_MDU_12_Dec_12 .htm

2۔بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، (1433ھ)، کتاب الطب، باب لا صفر وھو داء یاخذ البطن، ح5717

3۔ترمذی، محمد بن عیسٰی بن سورۃ، ابواب الاطعمۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی الاکل مع الجذوم، ح1927

ﷺ نے قولاً و عملاً اس توہم پرستی کے خلاف لوگوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرمایا لیکن افسوس کہ آج کا مسلمان خصوصاً نوجوان اس درخشاں طرز عمل کو یکسر فراموش کر چکا ہے اور اس کمزور عقیدے نے اسے ایمانی اور جسمانی دونوں طرح سے اس قدر کمزور کر دیا ہے کہ لامحالہ وہ طرح طرح کے روحانی و جسمانی عوارض کا شکار رہنے لگا ہے۔

اس ضمن میں ایک بات قابل وضاحت ہے کہ اگر کسی بیمار سے دوری رکھنے کا مشورہ سائنسی تحقیق کی روشنی میں اخذ شدہ نتائج کے سبب ہو تو ایسی ہدایات پر عمل کرنا ہی عین ایمان ہے۔ ایسی صورت میں سب کچھ اللہ کے بھروسے چھوڑتے ہوئے پرہیز نہ کرنا اور جواز میں ماہ صفر والی حدیث کو بیان کرنا ایمان نہیں بلکہ عین جہالت ہے کہ روشنی کے جس مینارے سے یہ ہدایات وارد ہوئی ہیں اسی مصدر ہدایت نے یہ حکم بھی دیا ہے کہ:

طاعون ایک عذاب تھا، جو پچھلی امتوں کو پہنچایا گیا، جب یہ کسی علاقے میں واقع ہو تو اس میں داخل نہ ہوا کرو اور جب تم کسی زمین میں موجود ہو تو یہ طاعون پڑ جائے تو وہاں سے باہر نہ جاؤ۔ [1]

اصحاب قبور اور غیر اللہ یا سائنس سے نفع و نقصان پہنچانے کے عقائد

مذہب سے دوری کا ایک نتیجہ انسان کے اللہ پر ایمان میں کمزوری بھی ہوتا ہے اور ایسا ہونے پر انسان اللہ کی قدرت کاملہ کو بھول کر ظاہری اسباب و علل پر تکیہ کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ ایمان کی کمزوری کے سبب مسلمان نوجوان اللہ کی بارگاہ کو چھوڑ کر اپنی ضروریات کے لیے غیر اللہ کی طرف مائل ہوتا جارہا ہے۔ اس امر میں بھی دو الگ الگ معاملات دیکھنے میں آتے ہیں۔ ایک طبقہ تو وہ ہے جو مزارات کے مجاوروں اور اصحاب قبور سے امیدیں لگا لیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۖ فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ ۖ فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿١٨٩﴾ فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا ۚ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٩٠﴾﴾ [2]

(ترجمہ) اور اللہ تو وہ ہے جس نے تمہیں نفس واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کے لیے جوڑا بنایا تاکہ وہ اس (اپنے جوڑے سے) سکون حاصل کرے۔ پھر جب بیوی سے مجامعت ہوئی تو اس کو ہلکا سا حمل ٹھہر گیا (ابتدائے حمل کی طرف اشارہ ہے) سو وہ اس کو لئے پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں (میاں بیوی) نے اپنے پالن ہار،

1۔ امام حنبل، أبو عبد اللہ احمد بن محمد، مسند احمد (237ھ)، مکتبہ رحمانیہ، طاعون اور وبا کے ابواب، طاعون زدہ زمین میں داخل ہونے کی اور وہاں موجود لوگوں کا فرار ہوتے ہوئے وہاں سے نکل جانے کی ممانعت کا بیان، ح7800

2۔ سورۃ الاعراف 7/190-189

اللہ سے مخاطب ہوئے کہ اگر ہمیں اولادِ صالح نصیب ہوئی تو ہم تیرے شکر گزراوں میں سے ہو رہیں گے۔ پس جب اللہ نے انہیں صحیح سلامت اولاد دے دی تو اللہ کی عطا کردہ نعمت میں وہ اللہ کے شریک ٹھہرانے لگے۔ پس اللہ تعالی ان کے شرک سے پاک ہے۔

اس کے علاوہ معاملات کی ایک لمبی فہرست ہے جن کو بد عقیدہ لوگوں نے غیر اللہ سے منسوب کر لیا ہے جیسے کہ کسی بزرگ کے مزار پر حاضری سے اولاد نرینہ کا یقینی ہونا، کسی خاص منت کے پورے کرنے سے نافرمان اولاد کا نیک ہو جانا، محبوب کا زیر ہو جانا، رزق میں فروانی ہونا نیز رشتوں میں بندش کا خاتمہ، کسی خاص مزار پر لوٹا یا جھاڑو رکھنے سے گمشدہ عزیز رشتے دار کا واپس آ جانا وغیرہ۔ اسی طرح ایسے لوگوں میں ایک اور خرابی وظائف کی بھر مار کی ہے۔ مختلف امور کے لیے مسنون وظائف یا بزرگان دین کے مجرب وظائف کی اہمیت اپنی جگہ مسلمہ ہے لیکن یہ وظائف عملی تدبیر کے بعد ہی اپنی افادیت دکھا سکتے ہیں۔

اسی طرح بہت سے لوگ جادو ٹونے کی راہ پر چل نکلتے ہیں۔ یہ فعل، اول الذکر فعل سے بھی زیادہ مہلک ہے کہ اس میں اللہ کی نافرمانی کے ساتھ ساتھ شیطان کی پرستش اور حقوق العباد کی کوتاہی لازم وملزوم ہے کیونکہ ایسے معاملات میں اکثر دوسروں کو نقصان پہنچانا ہی اصل غرض وغایت ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کے شر سے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آخری دو سورتیں یعنی معوذتین نازل فرمائیں۔ چنانچہ سورۃ فلق میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ﴾[1]

(ترجمہ) اور گرہ (لگا کر ان) میں پھونکنے والیوں کے شر سے (بھی)۔

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ اس آیت میں رب تعالیٰ نے جادو کرنے والے مرد و عورت کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا تلقین فرمائی ہے کیونکہ جادو برحق ہے اور اس کے اثرات بد بھی مسلمہ ہیں۔

ان دونوں گروہوں کے بالکل برعکس کچھ نوجوان ایسے بھی ہیں جو دنیاوی علوم اور ظاہری اسباب پر اس قدر انحصار کرنے لگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و رضا کے ہی منکر ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر چیز کو سائنس کی زبان سے ہی ناپتے اور ہر امر میں سائنسی توجیہ کو ہی حرف آخر سمجھنے لگتے ہیں۔ مثلاً ایسے لوگ نظر بد کے انکاری ہوتے ہیں نیز بھوت پریت پر تو کسی حد تک یقین رکھتے ہیں لیکن جادو اور اس کے اثرات کو خرافات خیال کرتے ہیں۔

علم نجوم وغیرہ سے فال لینا

نوجوانوں میں توہم پرستی کی ایک اور شکل اور اگر سب سے مقبول ترین کہا جائے تو بے جانہ ہو گا، علم نجوم

1۔ سورۃ الفلق 113/4

اور علم الاعداد سے آنے والی زندگی کے بارے میں پیشن گوئی لینا ہے۔ تقریباً ہر اخبار اور رسالے میں آپ کو آج کا دن، یہ ہفتہ یا آنے والا مہینہ کیسا ہو گا کے عنوان سے پیشن گوئیاں ملتی ہیں جنہیں بے توجہی سے پڑھنے والا انسان بھی اپنے ساتھ رونما ہو چکے یا بعد میں ہونے والے واقعات سے جوڑنے لگتا ہے اور اس طرح دھیرے دھیرے اس میں توہم پرستی سرایت کر جاتی ہے۔

یہ پیشن گوئیاں اتنی عمومی نوعیت کی ہوتی ہیں کہ ہر انسان اپنی زندگی میں ان ''اثرات اور واقعات'' کو محسوس کر سکتا ہے۔ اس توہم پرستی کا اگلا مرحلہ اپنے برج بارے تفصیلات معلوم کرنا ہوتا ہے یعنی آپ کے لیے کونسا پتھر، کونسا دن، کونسے برج کے لوگ مبارک ہیں اور کن برج والوں سے آپ کو بچ کے رہنا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

((مَنْ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنْ النُّجُومِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنْ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ))[1]

(ترجمہ) جس نے ستاروں کے علم میں سے سیکھا تو اس نے جادو (کے حصوں میں سے) سیکھا' لہذا جو اس میں اپنا حصے میں اضافہ کرنا چاہے تو کر لے۔

اسی طرح ہر برج سے کچھ خاص قسم کی شخص خوبیاں و خامیاں منسلک بتائی جاتی ہیں جیسے حساس ہونا، دوسروں پر جلد اعتماد کر لینا وغیرہ۔ یہ سب بھی اتنی عمومی نوعیت کا ہوتا ہے کہ کسی بھی شخص کو اس میں سچائی محسوس ہو سکتی ہے۔

یہ سب عوامل مل کر ہمارے نوجوان میں ایک طرح کی بے عملی اور ذمہ داریوں سے راہ فرار اختیار کرنے کے رویے کو جنم دیتے ہیں۔ چنانچہ خود کو ملنے والی کامیابیوں کا سن کر وہ انہیں اپنی قسمت سمجھتے ہوئے ان کے لیے کوشش کرنا عبث سمجھتا ہے۔ اسی طرح اپنی لاپرواہی کے سبب ملنے والی ناکامیوں نیز اپنی ذات میں موجود اخلاقی و شخصی کمزوریوں کی ذمہ قبول کرنے کی بجائے ان سب کا ذمہ دار اپنی پیدائش کے وقت اجرام فلکی کے آسمان میں محل وقوع کو قرار دے دیتا ہے۔ جبکہ قرآن و حدیث کے مطالعے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں کے پیدا کیے جانے تین مقاصد ہیں۔

1. آسمان دنیا کی زیبائش
2. رات میں وقت اور سمتوں کا اندازہ لگانے میں مدد فراہم کرنا
3. بارگاہ ایزدی سے غیبی خبریں سننے یا سننے کی کوشش کرنے والے شیاطین کو مار بھگانا

علم نجوم پر اس انحصار کے سبب انسان میں ایک طرح کی مایوسی جنم لینے لگتی ہے اور رفتہ رفتہ یہ مایوسی انسان

1۔ ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، (1437ھ)، سنن ابی داؤد، کتاب الکھانۃ والتطیر، باب فی النجوم، ح3905

کی شخصیت ہر اس قدر حاوی ہو جاتی ہے کہ وہ کوئی تعمیری کام کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ احادیث نبوی ﷺ میں بھی ایسا تمام علوم سے اجتناب کا حکم آیا ہے۔ مثلاً ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ)) [1]

(ترجمہ) جو شخص کسی کاہن (غیب کی خبریں دینے والا) کے پاس گیا اور اس کے کہے کی تصدیق کی تو وہ محمد ﷺ پر اتارے گئے دین سے بری ہوا۔

کچھ ایسا ہی معاملہ اس قبیل کے دیگر علوم جیسے علم الاعداد اور دست شناسی کے ساتھ بھی ہے۔ اللہ پاک ہمارے نوجوان کو عقائد کے بگاڑ اور توہم پرستی جیسی لعنت سے مامون و محفوظ فرمائے، آمین!

1۔ أبوداؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن أبي داود (1437ھ)، کتاب الکھانۃ والتطیر، باب فی الکھانہ، ح3904

باب چہارم

نوجوانوں کو مذہب کی طرف راغب کرنے کا لائحہ عمل

فصل اول: پیش آمدہ مسائل میں رہنمائی

فصل دوم: تعلیمی رہنمائی

فصل اول

پیش آمدہ مسائل میں رہنمائی

حضرت آدم کی ملائکہ پر فضیلت کا سبب قرآن میں علم بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

((وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ))[1]

(ترجمہ) اور (اللہ تعالیٰ نے) آدم کو تمام (چیزوں کے) نام سکھا کر ان اشیاء کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اگر تم (انسان کے بارے میں اپنے گمان میں) سچے ہو تو ان اشیاء کے نام بتاؤ

اسی طرح پیغمبر اسلام پر اترنے والی پہلی وحی میں اللہ عزو جل نے اپنی ذات کا تعارف جن خصوصیات سے کروایا ان میں سے ایک حضرت انسان کو علم سکھانا بھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

((عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ))[2]

(ترجمہ) (اور تمہارا رب وہ ہے) جس نے انسان کو وہ (تمام علم) سکھایا جس سے وہ بے بہرہ تھا۔

گویا تخلیق آدم سے قیامت کے قائم ہونے تک انسان کی نجات کا راستہ علم و آگہی، ہی ہے۔ جہاں یہ امر ایک حقیقت ہے کہ نشر و اشاعت کے میدان میں ہونے والی بیش بہا ترقی کے سبب علم و آگہی تک رسائی جتنی آسان اس دور میں ہے، اس کی نظیر ماضی قریب و بعید میں ڈھونڈے نہیں ملتی، وہیں اس حقیقت سے انکار کی جرات بھی کسی ذی شعور کو نہ ہوگی کہ آگہی کی اس بہتات کے باوجود مجموعی طور پر انسانی سماج و اخلاقیات کی حالت نہ صرف ابتر ہے بلکہ یہ بہت تیزی سے مکمل تباہی کی طرف گامزن ہے۔ اور افسوس صد افسوس کہ اس اخلاقی و سماجی تباہ حالی کا سب سے بڑا شکار قومِ رسولِ ہاشمی معلوم ہوتی ہے۔ اس پر مزید یہ کہ ہمارے خطے میں اس بگاڑ کو سدھارنے کی تمام تر کاوشیں اپنا اثر کھوتی دکھائی دیتی ہیں۔ ایسے میں اس تنزلی کے تدارک کے لیے ایسے اقدامات ناگریز معلوم ہوتے ہیں جو نہ صرف حالات کو سنبھالا دے سکیں بلکہ اس قوم خصوصًا نوجوانوں میں بیداری کا سبب بنیں۔

ایسے اقدامات متعلق بات کو آگے بڑھانے سے پہلے ایک حدیث نبوی ﷺ کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے جو (بگاڑ کے) سلجھاؤ کے نسخہ کیمیا کے سب سے بنیادی اور اہم جزو بارے رہنمائی فراہم کرتا معلوم ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

1۔ سورۃ البقرۃ 30/2

2۔ سورۃ العلق 5/96

((طلب العلم فریضة علی کل مسلم))[1]

(ترجمہ)علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے

شومئی قسمت کہ ہر شعبہ ہائے تعلیم کے اکابر نے اس فرمان نبوی ﷺ کو اپنی شاخ کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے حق میں دلیل کے طور پر پیش کیا۔ چنانچہ لفظ علم سے مفسرین نے علم القرآن، محدثین نے علوم الحدیث، فقہاء نے فقہ و اصول فقہ، صوفیاء نے علم تصوف اور اساتذہ نے علوم دنیا کو ثابت کیا مگر اس ضمن میں امام غزالی کی رائے رسول کریم کے منشا کے نزدیک ترین معلوم ہوتی ہے کہ امام غزالی اس میں ہر اُس علم کو داخل سمجھتے ہیں جس کی انسان کو ضرورت ہو۔[2]

گویا مسلم نوجوانوں میں مذہب سے بیزاری اور اس کے اثرات کا تدارک دینی و دنیاوی علوم کے ایک ایسے امتزاج میں ہی مضمر ہے جو اپنے اندر اسلام کی آفاقیت اور دور حاضر کی جدت کو ایک معتدل طریقے سے سموئے ہوئے ہو۔ اسی امتزاج کو ذہن میں رکھتے ہوئے چند ناگزیر اقدامات کا ذکر آئندہ صفحات میں کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

سوشل میڈیا کے کام کرنے کے طریقہ کار بارے آگاہی

ٹیکنالوجی کی تیز رفتار ترقی نے gadgets تک رسائی کو آسان تو بنا دیا لیکن بد قسمتی سے کسی نے بھی عوام الناس کو ان gadgets کے صحیح اور تعمیری استعمال بارے کچھ بتانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ نتیجتاً ہر دوسرا شخص سمارٹ فون کا صارف ہونے کے سبب سوشل میڈیا تک رسائی تو رکھتا ہے لیکن اس کے کام کرنے کے طریقہ کار کی پیچیدگیوں سے لاعلم ہے۔ اسی سبب جو ٹیکنالوجی انسان کے اشاروں پر چلتے ہوئے اسے سہولت فراہم کرنے کے لیے وجود میں آئی تھی، آج خود حضرت انسان کو اپنا غلام بنائے ہوئے ہے۔ اس انسانی المیے کے خلاف اب تو مغرب میں بھی باقاعدہ آواز بلند ہونے لگی ہے[3] اگرچہ ان کی فکر کا موضوع مذہب یا اخلاقیات نہیں بلکہ زوال پذیر سماجی رویے ہیں۔

ہمارا نوجوان clickbait جیسی اصطلاحات سے ناآشنا ہونے کے سبب شیطان اور اس کے کارندوں کا آسان ہدف بن چکا ہے۔ Views، clicks، impressions حاصل کرنے کی دوڑ میں لوگوں نے حرام حلال کی

1۔ ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ح224، دار المعرفہ، بیروت، 1998ء

2۔ امام غزالی، احیائے علوم، ص22، مکتبہ امدادیہ، پشاور 2003ء

3- Holly B. Shakya, Nicholas A. Christakis, "Association of Facebook Use with Compromised Well-Being: A Longitudinal Study", American Journal of Epidemiology, 185/3 (2017), 203–211

جو تمیز بھلائی ہے، اس کا سب سے برا اثر ہمارے نوجوان پر پڑا ہے۔ فحاشی و عریانی ہو یا مذہبی انتہا پسندی، غرض ہر طرح کے بگاڑ کی ترویج کے لیے clickbait کی سائنس سے ناآشنا ہمارا نوجوان غیر دانستہ طور پر سب سے موثر آلہ کار بن چکا ہے[1]۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام الناس، خصوصاً نوجوان طبقے کو اس جدید ٹیکنالوجی کے کام کے طریقہ کار متعلق آگاہ کیا جائے۔ اس معاملے میں اپنے نوجوانوں کو قائل کرنے کے لیے The Social Dillema[2] جیسی دستاویزی فلمیں دکھانا انتہائی موضوع رہے گا کہ اصلاحی عمل کے اوائل میں مغرب سے مرعوب نوجوان کو مغربی ماہرین کی باتوں سے ہی قائل کرنا عین منطقی معلوم ہوتا ہے۔

سکول و کالج کے اسلامیات کے نصاب کی از سر نو تدوین

سکول و کالجز میں نافذ العمل اسلامیات کا نصاب آج کی جدت پسند نوجوان نسل کے دل میں اسلام کی محبت پیدا کرنے اور ان کے سامنے اسلام کو بطور کامل و اکمل دستور حیات روشناس کرانے میں بری طرح سے ناکام ہو چکا ہے۔ ہر چند سال بعد نصاب میں بہتری لانے کے نام پر پہلے سے موجود قرآنی سورتوں کی آیات کو بڑھانے گھٹانے کے سوا کوئی حقیقی تبدیلی دیکھنے میں نہیں آتی۔ اور ان سورتوں کا وجود بھی طلباء میں گرانی طبع پیدا کرنے کے سوا کچھ کرتا معلوم نہیں ہوتا[3] تو کیا اس سے یہ مطلب لیا جائے کہ نعوذ باللہ قرآن کے موضوعات outdated ہو چکے ہیں؟ نہیں، ایسا بالکل نہیں ہے۔ آج کے نوجوان کو اس نصاب میں موجود بزرگان دین کی حکایتیں من گھڑت قصے معلوم ہوتی ہیں، تو کیا آج کا نوجوان سرے سے ہی مذہب اور روحانیت کا منکر ہو چکا ہے؟ نہیں، ایسا نہیں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمارا نصاب موجودہ دور کے challanges سے نبرد آزما ہونے کے متعلق اسلامی approach بارے خاموش ہے۔ اس فرسودہ نصاب تعلیم کے باعث دنیا کے سب سے practical مذہب کا پیروکار ہی اسے impractical سمجھنے لگا ہے۔

ہمارے ماہرین تعلیم اور علماء کرام کو ہوش کے ناخن لینا ہوں گے اور ایک دوسرے کو دنیا پرست اور دقیانوسی ہونے کے طعنے دینے کی بجائے اپنی آئندہ نسلوں کے لیے سر جوڑ کر بیٹھنا ہو گا۔ انہیں ایک ایسا جدید نصاب

1۔ ڈاکٹر سید نعیم بادشاہ، ڈاکٹر عزیز الدین، ''سوشل میڈیا کا استعمال اخلاقیات اور شریعت کے نقطہ نظر سے: ایک تفصیلی جائزہ''، الایضاح، جلد 37، شمارہ 1، (2019ء)، ص 35

2۔ The Social Dilemma 2020 میں نشر ہونے والا ایک امریکی دستاویزی ڈرامہ ہے جس میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے سوشل میڈیا کس طرح لوگوں کو اپنا عادی بناتا، ان کے نظریات، جذبات اور رویوں کو تبدیل کرتا اور اپنے مالی مفادات کی خاطر صارفین میں سازشی نظریات اور غلط معلومات پھیلاتا ہے۔ نیز اس میں دماغی صحت پر سوشل میڈیا کے مضر اثرات کے مسئلہ کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ (ویکی پیڈیا)

3۔ ڈاکٹر محمد امین، ''تعلیم کی اسلامی تشکیل نو ناگزیر ہے''، التبیین، جلد 3، شمارہ 1، (2019ء)، ص 119

ترتیب دینا ہو گا جو آج کے سائنسی دور کی مشکلات کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں آسان فہم زبان میں مہیا کرے۔ جو نوجوانوں میں اس تاثر کو زائل کرے کہ مذہب بغیر دلیل ایمان لانے، اور طوعاً و کرہاً ہر حکم بجالانے کا نام ہے اور انہیں یہ باور کرائے کہ خدا کی ذات خود اپنی کتاب میں اپنی پہچان کے لیے بار بار اپنی پیدا کردہ کائنات اور اس میں موجود قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کی دعوت دیتی ہے۔ ایک ایسا نصاب جو نوجوانوں کو سکھائے کہ خدا کے ہاں سوال پوچھنے کی ممانعت نہیں بلکہ سوال کو علم حاصل کرنے کا ذریعہ بتاتے ہوئے اس کی ترغیب دی گئی ہے[1]۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

((فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ))[2]

(ترجمہ) پس اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔

اس کے ساتھ ساتھ بنیادی عقائد سے آگے بڑھتے ہوئے دین کے مصادر بارے بنیادی معلومات کو بھی اس نصاب کا حصہ بنایا جانا ضروری ہے تا کہ نوجوانوں کو اس حقیقت کا ادراک ہو سکے جیسے صرف انگریزی زبان جاننے والا شخص اپنے طور مروجہ علوم کی چند کتابیں پڑھ کر خود کے ڈاکٹر وکیل یا انجینئر ہونے کا دعوٰی نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی ذی ہوش خود کو ایسے شخص کی مشق ستم بنانے کے لیے پیش کرے گا تو بالکل ایسے ہی صرف عربی زبان سے واقفیت اور عربی عبارات کو پڑھ سکنے کی صلاحیت کسی کو عالم دین نہیں بنا دیتی اور نہ ہی دین کے معاملات ایسے ناعاقبت اندیشوں کے ہاتھ دینا کسی بھی طرح سے ہمارے دین و دنیا کے لئے بہتر ہے۔ اس حقیقت کا ادراک ہونے پر ہی نوجوان چند غیر مانوس، بھاری بھر کم عربی الفاظ سن کر ہر ایرے غیرے سے مرعوب ہونے سے بچ پائیں گے[3]۔

اپنے نوجوانوں کی شکستہ حال خودی کو سنبھالا دینے کے لیے انہیں اپنی اصل پہچان یعنی دین اسلام پر فخر کرنے کے قابل بنانا ہو گا اور ایسا صرف اور صرف سکول و کالجز میں رائج اسلامی نصاب تعلیم کی جدید خطوط پر از سر نو ترتیب و تدوین کے بغیر ممکن نہیں[4]۔

قابل اعتماد دینی مصادر تک رسائی کو آسان بنانا

نوجوانوں کو دینی علوم جیسا کہ علم حدیث اور فقہ کی بنیادی آگاہی بہم پہنچانے کے ساتھ عوام الناس کی مختلف مکاتب فکر کے مستند ترین مصادر تک رسائی کو آسانی بنانا بھی نوجوانوں میں پیدا ہونے والے بگاڑ کو سدھارنے کے لیے از حد ضروری ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جن اقدامات کا اٹھایا جانا ضروری محسوس ہوتا ہے، ان میں

1 ۔ ڈاکٹر محمد امین، ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل، (لاہور: قاسم پرنٹرز 2010ء)، ص 33

2 ۔ سورۃ النحل 16 / 43

3 ۔ عثمانی، محمد تقی، اسلام اور دور حاضر کے شبہات و مغالطے، ص 62

4 ۔ عثمانی، محمد تقی، ہمارا تعلیمی نظام (کراچی: مکتبہ دار العلوم 2005ء)، ص 46

سے ہر ایک پر ہم ذیل میں مختصر گفتگو کرتے ہیں۔

FIA کے Cyber Wing میں تفرقہ بازی سے متعلقہ ذیلی ونگ کی تشکیل

اگرچہ FIA کا Cyber Wing مذہبی منافرت سے متعلق مواد کی شکایات بھی دیکھتا ہے لیکن اس کام کو مزید نکھارنے کی ضرورت ہے۔ سائبر ونگ میں تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے جید علماء پر مشتمل ایک ذیلی ونگ تشکیل پانا چاہیے[1] جو نہ صرف سوشل میڈیا پر تفرقہ بازی اور نام نہاد علماء کے نفرت انگیز مواد کے خلاف از خود کریک ڈاؤن کرے بلکہ امن عامہ کے ذمہ دار اداروں کے تعاون سے ایسے شر انگیزوں کے خلاف تادیبی کاروائی بھی عمل میں لائے۔

اختلافی مسائل سے متعلق علماء کرام کا رویہ

اختلافی مسائل کے متعلق ہمارے علماء میں دو طرح کے رجحانات پائے جاتے ہیں۔ ایک علماء وہ ہیں جو اختلافی مسائل پر بات کرنے سے یکسر گریز کرتے ہیں اور دوسرے علماء وہ ہیں جن کا محبوب ترین مشغلہ ہی اختلافی مسائل کی آگ کو ہوا دینا ہے۔ اس ضمن میں تمام مکاتب فکر کے اکابرین کو چاہیے کہ وہ اپنے علماء کو اس بات کا پابند بنائیں کہ دونوں صورتوں کے درمیان کی راہ اختیار کریں یعنی اشد ضرورت کے تحت اختلافی مسائل زیر بحث لائے تو جائیں لیکن اس بحث میں کی دوسرے کی تحقیر، تذلیل اور اپنی برتری دکھانا مقصود نہ ہو بلکہ اختلاف میں بھی متانت اور وقار کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ علماء کو چاہیے کہ نوجوانوں کو ان اختلافات کی اصل غرض وغایت بتاتے ہوئے یہ احساس دلائیں کہ ایک طرف جہاں ان اختلافات کا پیدا ہونا ناگریز ہے، وہیں دوسری طرف تمام مسلمہ مکاتب فکر کی آراء عین قرآن و سنت اور آثار صحابہ سے موافق ہیں تاکہ نہ صرف ان میں ایک دوسرے کی رائے کے احترام کا جذبہ پیدا ہو بلکہ شر پسندوں کو فرقہ واریت کی آگ بھڑکانے کا موقع بھی نہ مل پائے[2]۔

تمام مسالک کے دار الافتاء نیز علماء سے رابطے کو سہل بنانا اور اس متعلق آگاہی پھیلانا

اگرچہ بہت سے دار الافتاء تک رسائی انٹرنیٹ کی بدولت بہت آسان ہو چکی ہے لیکن عوام کی اکثریت ابھی بھی اس سہولت سے فائدہ اٹھانے میں دقت محسوس کرتی ہے نیز بعض معاملات ایسی نوعیت کے بھی ہوتے ہیں جن میں فوری طور پر رائے کا ملنا ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو دار الافتاء اور علماء تک تیز ترین رسائی (خصوصًا ایسے ناگہانی حالات میں کہ جب زیادہ مہلت میسر نہ ہو) کو مزید آسان بنانے کی ضرورت ہے وہیں ساتھ ساتھ

1 ۔ محمد انور بن اختر، عالم اسلام پر یہودی و نصاریٰ کے ذرائع ابلاغ کی یلغار (کراچی: ادارہ اشاعت اسلامی)، ص305

2 ۔ عثمانی، محمد تقی، اسلام اور دور حاضر کے شبہات و مغالطے، ص165-154

نوجوانوں میں اس پلیٹ فارم تک رسائی حاصل کرنے کے طریقے کار بارے آگاہی پہنچانے کے لیے عملی اقدامات اٹھانے کی بھی ضرورت ہے۔

معتدل اسلامی سکالرز اور مفتیان کے تعلیمی اداروں میں سیمینار کروانا

وقتاً فوقتاً تعلیمی اداروں میں مختلف موضوعات پر معتدل اسلامی سکالرز اور مفتیان کرام کے خطابات کا انعقاد بھی نوجوانوں میں مذہب سے متعلق موجود غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے ضروری ہے۔ ایسے اجتماعات نہ صرف مادہ پرستی میں مبتلا نوجوان کو مذہب کے قریب لانے میں معاون ہوں گے بلکہ انہی مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارے مذہبی ادارے نوجوانوں میں خود تک رسائی کے مختلف ذرائع بارے آگاہی بھی مہیا کر پائیں گے اور یوں ان شاء اللہ دونوں طرف ایک دوسرے کے لیے موجود سرد مہری کی برف پگھلنے لگے گی[1]۔

تعلیمی اداروں کے اساتذہ کی دینی و عصری علوم پر دسترس

نصاب کی تدوین تو تب تک بے سود رہے گی جب تک ہمارے اساتذہ کو بھی جدید عصری تقاضوں کے مطابق ان علوم کی طلباء تک منتقلی بارے تربیت نہیں فراہم کی جاتی۔ لہذا ایک طرف جہاں نصاب تعلیم کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ضروری ہے وہیں طریقہ تدریس کو بھی بدلتے دور کے بدلتے تقاضوں کے مطابق ڈھالنا ناگزیر ہے۔ ہمارا نوجوان ایک ایسے دور میں جی رہا ہے جہاں virtual reality کے استعمال سے حجر اسود کو حقیقت جیسا دیکھنا، محسوس کرنا اور اسے بوسہ دینے کا احساس پیدا کرنا ممکن ہوا چاہتا ہے۔ ایسے نوجوان میں سفید اوراق پر کالے سیاہی سے لکھے حروف کیا خاک تحریک پیدا کر پائیں گے۔ چنانچہ تدریس کے دوران روایتی ذرائع کے ساتھ ساتھ غیر روایتی ذرائع کے استعمال کا یقینی بنایا جانا از حد ضروری ہے[2]۔

مساجد کی بطور کمیونٹی سنٹر حیثیت کی بحالی

مساجد اوائل اسلام سے مسلمانوں کے لیے بیک وقت عبادت گاہ، مدرسہ اور کمیونٹی سنٹر کے فرائض سر انجام دیتی رہی ہیں۔ اس بات کی بھی تاریخ گواہ ہے کہ جب مسلمانوں نے مسجد کی اس ہمہ گیر حیثیت کو ختم کرتے ہوئے اسے صرف ایک عبادت گاہ کی حیثیت تک محدود کر دیا اسی وقت سے ان کے مذہبی زوال کی داغ بیل بھی ڈل

1۔ ناصر الدین، "پاکستانی دینی مدارس و عصری تعلیمی اداروں کا سماجی تشکیل میں کردار: فقہ السیرۃ کے تناظر میں"، العلم، جلد 3، شمارہ 1، (2019ء)، ص 99

2۔ ڈاکٹر محمد امین، ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل، ص 60

گئی[1]۔ دوسری طرف ہمارے ہاں مساجد اللہ کے گھر[2] سے زیادہ مولوی لوگوں کی ذاتی ملکیت بن کر رہ گئی ہیں چنانچہ دیکھنے میں آتا ہے کہ فرض نماز کے کچھ وقت بعد مسجدوں کے دارواز وں پر تالے پڑ جاتے ہیں۔ اس ضمن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آخری ایام کا ایک قول نقل کرنا انتہائی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

لَنْ يصْلِح آخِر هٰذِهِ الْأُمَّة بِمَآ صلح بِهِ اَوَّلها[3]

(ترجمہ) اس امت کے آخری زمانہ (کے لوگوں کی) اصلاح بھی ویسے ہی ہوگی جس طرز پر پہلے زمانہ (کے لوگوں) کی ہوئی تھی۔

چنانچہ اپنے نوجوان کو مذہب اور فکر آخرت کی طرف واپس لانے کے لیے ہمیں مسجد کو اوائل اسلام والی اسکی وہی حیثیت لوٹانا ہوگی۔ کبھی نہ سونے والی، ہر لمحہ بیدار اور متوجہ رہنے والی ذات باری تعالٰی کا گھر بھلا کیسے اس کے بندوں کے لیے بند ہو سکتا ہے۔ لہذا ہمیں مساجد کو ملا کی اجارہ داری سے نکال کر حقیقی معنوں میں اللہ کا گھر بنانا ہو گا۔ امام مسجد کے لیے صرف چند دینی کتب کے مطالعے اور حلق سے ح اور ع کی آواز نکال پانے کے معیار کو بدلتے ہوئے امامت کا منصب علماء کرام اور مفتیان حضرات کے لیے مخصوص کرنا ہو گا۔ وہ علماء جو لوگوں کے لیے مساجد میں ایسا ماحول مہیا کریں جس سے لوگ مساجد میں آکر اپنائیت اور سکون محسوس کریں۔ وہ اپنے مسائل کے حل کے لیے مساجد کا رخ کریں۔ مساجد میں روزانہ یا ہفتہ وار مجالس کا انعقاد کیا جانا چاہیے جن میں عوام الناس اپنے ذاتی اور معاشرتی مسائل بارے رہنمائی دینی اصولوں کے تناظر میں حاصل کر پائیں۔ غرضیکہ ہمارا نوجوان تب تک اخلاقی و مذہبی بگاڑ کا شکار رہے گا جب تک ہماری مساجد اس فرمان الٰہی کی زندہ و جاوید نظیر نہیں بن جاتیں۔

﴿ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ﴾[4]

(ترجمہ) تم لوگ یہاں سلامتی اور پورے امن واطمینان کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

احیائے شباب ملت کے لیے کی جانے والے اقدامات کی حکومتی سرپرستی

اس بات میں کوئی دورائے نہیں کہ جو وسائل اور اختیارات کسی ملکی حکومت کی دسترس میں ہوتے ہیں ان تک رسائی کسی تنظیم یا جماعت کے لیے امر محال ہے۔ لہذا نوجوانان ملت میں احیائے اسلام کی تمام تر کوششوں کے دوررس نتائج حاصل کرنے کے لیے اٹھائے جانے والے اقدامات کو حکومتی سرپرستی حاصل ہونا ضروری ہے۔ پچھلے

---

1 ۔ انجینئر محمد شکور، "مساجد کا نظام برائے اصلاحِ معاشرہ"، ماہنامہ "حجاب اسلامی"

https://hijabislami.in/5539/

2۔ سورۃ الجن 72/18

3 ۔ الہندی، علی متقی ابن حسام الدین، کنز العمال فی سنن القوال والافعال، (کراچی: دار الاشاعت)، جلد 3، ص 147

4۔ سورۃ الحجر 15/46

صفحات میں ہم تمام مکاتب فکر کے مستند مصادر تک رسائی کا جو نکتہ بیان کر چکے اس کے لیے درکار وسائل جیسا کہ ان مصادر کی آن لائن موجودگی کے لیے درکار تکنیکی ماہرین اور servers نیز سکول و کالجز کے طلباء میں تقسیم کرنے کے لیے روز مرہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل اور ان کے حل پر مشتمل مختصر رسائل و جرائد کی طباعت کا حصول حکومتی سرپرستی کے بغیر ناگزیر ہے۔ مزید برآں ایسی تمام کاوشوں کے پیچھے حکومتی سرپرستی کی موجودگی سے نہ صرف نوجوانوں میں اس سب کے متعلق اعتماد کی فضا پیدا ہوگی بلکہ حکومت کے لیے ان تمام سرگرمیوں پر کڑی محتسبانہ نظر رکھنا بھی آسان ہوگا۔

نوجوانوں کو علماء و مفتیان کرام کے ساتھ جڑے رہنے کی تلقین

اخبار و میڈیا میں جابجا ایسی مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں جہاں کہیں کسانوں کو اپنے مسائل کے لیے کسان ہیلپ لائن، ڈینگی اور کرونا جیسے وبائی امراض کی روک تھام کے لیے لوگوں کو وفاقی و صوبائی محکم جات صحت کی ہیلپ لائن سے مفت مشورہ اور رہنمائی حاصل کرنے کی طرف مائل کیا جاتا ہے۔ اگر ہم اس صدی کے چیلنجز کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک ترقی یافتہ قوم کی صورت میں اقوام عالم کی صف میں ابھرنا چاہتے ہیں تو اسی طرح کا طرز عمل ہمیں اپنے نوجوانوں کے دینی سماجی و اخلاقی مسائل کے حل کے لیے اپنانا پڑے گا۔ مقدمہ صحیح مسلم میں ہے کہ

إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ، فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ[1]

(ترجمہ) یہ علم، دین ہے، لہذا خیال رکھو کہ تم اپنا دین کن لوگوں سے لیتے ہو۔

ان کے لیے ایسے پورٹل بنانا ہوں گے جہاں وہ اپنے مسائل کے حل کے لیے علماء و مفتیان کرام اور نفسیاتی ماہرین سے نہ صرف با آسانی اور مفت رابطہ کر سکیں بلکہ انہیں اپنے مسائل کے حل کئے جانے کا یقین بھی ہو۔

جدید ترین ٹیکنالوجیز سے متعلق موضوعات پر ترجیحی بنیادوں پر کام

Cloud computing کو پیچھے چھوڑتے ہوئے انسانیت اب Block Chain ٹیکنالوجی کی طرف اپنے قدم بڑھا چکی ہے۔ اس ٹیکنالوجی کے سبب کرپٹو کرنسی، ویب 3.0 اور ان گنت نئے نام سننے کو مل رہے ہیں اور ان سب ناموں کے ساتھ جڑے حلال و حرام کے مسائل نیز اسلام میں ان ٹیکنالوجیز کی گنجائش اور ان کے استعمال بارے بیش بہا سوالات سر اٹھا رہے ہیں۔ نوجوان نسل کو اس تمام پریشانی اور گومگوں کی کیفیت سے باہر نکالنے کے لیے حکومت کو چاہیے کہ ہنگامی بنیادوں پر ان معاملات پر توجہ دے۔ علماء کرام کو ان ٹیکنالوجیز کے کام کرنے کے طریقہ کار کی سمجھ بہم پہنچاتے ہوئے ان سے اس بارے میں ہدایات حاصل کرے اور انہیں نوجوانوں تک پہنچانے کا

1 ۔ مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، مقدمہ صحیح مسلم

سامان کرے[1]۔ اس امر میں عجلت اس لیے بھی ضروری ہے کہ ٹیکنالوجی کے میدان میں وہی کامیاب ہیں جو اسے سب سے پہلے اختیار کر لیں اور ہمارے ملک کے معاشی مسائل بھی اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہم زر مبادلہ کے حصول کے تمام مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور نوجوانوں کی مدد کیے بغیر اور انہیں اس دوڑ میں شامل کیے بغیر اپنے اہداف حاصل کرنا کسی صورت ممکن نہیں۔

---

1 ۔زاھد الراشدی، ابو عمار، ''سائنس اور ٹیکنالوجی سے اسلام کا کوئی ٹکراؤ نہیں''، روزنامہ ''پاکستان''، 14 جنوری 2009ء
http://zahidrashdi.org/1870

فصل دوم

تعلیمی رہنمائی

کامیابی کیا ہے؟ عام فہم زبان میں کامیابی اپنے مقصد کو پالینے کا نام ہے۔ چنانچہ مقصد کے پیش نظر ہر انسان کے لیے کامیابی کا معیار مختلف ہے۔ کامیابی کے معیار میں یہ تضاد معاشرے میں ہماری حیثیت کے پیش نظر ہے اور جب ہم ان معاشرتی حیثیتوں سے اوپر اٹھتے ہوئے خود کو بنی نوع انسان کی حیثیت میں دیکھیں تو کامیابی کے معیار میں تضادات کا خاتمہ ہوتا معلوم ہوتا ہے اور اس انسانیت کے اس رتبے پر حقیقی کامیابی کے معیار انسان نہیں بلکہ ہمارا خالق ہمارے لیے طے کرتا نظر آتا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل ہمیں کچھ ان الفاظ میں کامیابی کا معیار بتلاتا ہے کہ:

﴿وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾[1]

(ترجمہ) اور جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے بڑی کامیابی کو پالیا۔

اس فوز عظیم اور حقیقی کامیابی کی مزید صراحت ہمیں قرآن حکیم میں اللہ عزوجل کے ان الفاظ میں ملتی ہے:

﴿فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾[2]

(ترجمہ) پس جو شخص آگ (میں جھونکے جانے) سے بچ گیا اور جنت میں داخل ہو گیا تو بلاشبہ وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کی چیز ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں اس بات کی صراحت بھی موجود ہے کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہی ہے۔ اور دنیاوی کامیابیاں اگر اس اخروی کامیابی کے حصول میں مددگار و معاون نہ ہوں تو بلاشبہ یہ دھوکے کی چیز ہیں یعنی انسان کو اس کی اصل منزل سے بھٹکانے والی ہیں۔

چنانچہ ہمیں اپنی نوجوان نسل کے ذہن میں کامیابی کا وہ تصور اجاگر کرنا ہے جو ان احکامات باری تعالیٰ سے مطابقت رکھتا ہو۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسلام دنیاوی کامیابی کے لیے تگ و دو کی مذمت کرتا ہے یا کسی طرح سے اسے غیر ضروری گردانتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام صرف ایسی دنیاوی کامیابی کی مخالفت کرتا ہے جو انسان کو اس کے مقصد تخلیق سے روگردانی پر اکسائے[3]۔ اس کے علاوہ ہر دنیاوی کامیابی میں اسلام انسان کو اس بات کے یاد رکھنے کی تلقین بھی کرتا ہے کہ نیکی کی توفیق اور برائی سے بچنے کی ہدایت دراصل اللہ عزوجل ہی کی دین ہے اور انسان کا اس میں کوئی ذاتی کمال نہیں۔ آئندہ سطور میں ہم ان اقدامات کا مختصراً ذکر کریں گے جو ہماری نظر میں آج کے

1۔ سورۃ الاحزاب 33/71

2 ۔ سورۃ آل عمران 3/185

3 ۔ ڈاکٹر محمد امین، ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل، ص446

نوجوان میں حقیقی کامیابی کے الہامی تصور کو اجاگر کرنے کے لیے ناگزیر ہیں۔

طلباء میں تقویٰ کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کرنا

آج کا نوجوان صاحب عزت وتوقیر ہونے کے جو معیار اپنے ذہن میں رکھتا ہے وہ اس مغرب زدہ مادہ پرست معاشرے کے طے کردہ ہیں۔ عزت وتوقیر کا اصل معیار تو وہی ہے جو اللہ رب العزت نے قرآن مجید فرقان حمید میں بیان کیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ﴾[1]

(ترجمہ) تم میں سے سب سے زیادہ باعزت اللہ کے ہاں وہ ہے جو (اس سے) سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

اپنے نوجوان کو تباہی سے بچانے کے لیے ہمیں اس کے ذہن میں عزت وتوقیر کا یہی معیار بٹھانا ہو گا۔ اس ضمن میں ہمیں کچھ اس طرح سے آگے بڑھنا چاہیے کہ ہمارے سامنے صاحب عزت وتوقیر ہونے کے معیار الٰہی اور معیار دنیاوی دونوں کے اثرات ونتائج تاریخ وموجودہ زمانے میں واضح ہیں۔ چنانچہ جب بھی کسی معاشرے میں عزت کا معیار مال ودولت اور دنیاوی رتبہ قرار پایا، اس معاشرے کا صاحب ثروت طبقہ طاقت ور ہوتا گیا اور معاشرے میں طاقت، اثرورسوخ اور عدل وانصاف کا پلڑا بھی ہمیشہ انہی کے حق اور ان کے مفادات کے تحفظ کے لیے جھکا رہا۔

اس کے برعکس اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھتے وقت جب نبی کریم ﷺ نے عزت کا معیار خوف الٰہی اور برگزیدگی کو مقرر کیا تو ہم نے دیکھا کہ سرداران قریش بھی حبشہ کے ایک غلام کو سیدنا بلال کہہ کر پکارتے تھے۔ دینی معاملات ہوں یا دنیاوی، ہر دو میں ان کی رائے کو وہی اہمیت حاصل ہوتی جو کسی معزز عرب قبیلے کے سردار کی رائے کو حاصل ہوتی۔ اور یہ معاملہ صرف مردوں تک محدود نہیں تھا بلکہ عزت کا معیار تقویٰ ہونے کے سبب اسلامی معاشرہ میں عورت کو بھی وہ بلند مرتبہ ومقام حاصل تھا کہ جس کا تصور بھی آج کے مغرب کی عورت کے لیے محال ہے۔[2]

صرف دونوں رویوں میں اس اظہر من الشمس فرق کو نوجوان نسل کے سامنے رکھ کر ہی ہم انہیں ایک کی افادیت اور دوسرے کی قباحتوں کا قائل بنا سکتے ہیں کہ آج کا practical نوجوان دلیل سے کی جانے والی بات کو زیادہ جلدی قبول کر پاتا ہے۔

اساتذہ اور سکالرز اور علماء کا صاحب عمل ہونا

آج کا نوجوان مذہبی طبقے میں قول وفعل کے تضاد کا شاکی ہے اور اس بات میں وہ زیادہ غلط بھی نہیں۔ چنانچہ

1۔ سورۃ الحجرات 49/13

2 عثمانی، محمد تقی، حقوق العباد اور معاملات، ص 47

عام مشاہدہ ہے کہ والدین ہوں، اساتذہ، مذہبی سکالرز یا علماء، سب کے اعمال و اخلاق ان تعلیمات کے بالکل الٹ دکھائی دیتے ہیں جن کا پرچار وہ صبح و شام کرتے ہیں۔[1] اور یہ نادان (والدین، اساتذہ اور مبلغین) اس حقیقت کا ادراک بھی نہیں رکھتے کہ آج کا نوجوان ان کی اس شخص کمزوری و خامی کا سہرا بھی مذہب کے سر باندھتا ہے کہ وہ مذہب ہی کیا جو اپنے پیروکاروں کے اخلاق و اعمال کو ہی نہ سدھار سکے۔ چنانچہ ہمیں اس ضمن میں دو جہات پر کام کرنا ہو گا۔ پہلی یہ کہ ہر مسلمان ایک انسان بھی ہے اور ضروری نہیں کہ اس کا ہر فعل اسلام کی تعلیمات کا ہی نتیجہ ہو جیسا کہ عام مشاہدہ ہے کہ آج کا مسلمان اکثر اپنی کج عملی کی کوئی نہ کوئی اسلامی توجیہ پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے ہمیں اسلام اور اس کی تعلیمات کو مسلمان اور اس کے قول و فعل سے جدا کر کے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ دوسرا یہ کہ بحیثیت مسلمان ہم سب کو اس ذمہ داری کا احساس کرنا ہو گا کہ دنیا اسلام کی حقیقت کو پرکھنے کے لیے قرآن یا کتب احادیث نہیں بلکہ ہمارے اخلاق و فعل کا سہارا لیتی ہے۔ اسی لیے اللہ پاک نے قرآن کریم میں مؤمنوں کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝﴾[2]

(ترجمہ) اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اور اللہ کو تمہارا ایسا کرنا (قول و فعل کا تضاد) سخت ناپسند ہے۔

بحیثیت مسلمان ہمیں چاہیے کہ ہم بالعموم اور اساتذہ کرام، مذہبی سکالرز اور علماء بالخصوص (کہ معاشرے کی ایک بڑی تعداد رہنمائی کے لیے ان کی طرف دیکھتی ہے) اپنے قول و فعل کے تضاد کو ختم کرنے کی عملی کوششیں کریں۔ نیز بتقاضائے بشریت اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو توجیہات پیش کرنے کی بجائے کھلے دل سے اس کو قبول کرتے ہوئے نفس امارہ کے قصور کو تسلیم کریں کیونکہ

﴿إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ﴾[3]

(ترجمہ) بیشک (انسان کا) نفس تو برائی پر اکسانے والا ہی ہے۔

دینی اور دنیاوی تعلیم کا حسن اعتدال

یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جدید علوم حاصل کرنے والا نوجوان طبقہ مذہب سے خائف دکھائی دیتا ہے اور اسی طرح مذہبی تعلیم حاصل کرنے والا طبقہ معاشرے سے متنفر، بیزار اور مایوس دکھائی دیتا ہے۔ اس کا بنیادی سبب

1۔ ڈاکٹر محمد امین، تعلیمی ادارے اور کردار سازی (لاہور، عزیز بکڈپو 1997ء)، ص66

2۔ سورۃ الصف 61/3-2

3۔ سورۃ یوسف 12/53

دونوں کے درمیان اس غیر ضروری خلیج کی موجودگی ہے جس میں دونوں کے نصاب تعلیم میں ایک دوسرے کے خلاف بدگمانیاں پیدا کی جاتی ہیں۔ چنانچہ مذہبی طبقہ دنیاوی علوم کے حاصل کرنے والوں کے متعلق یہ ذہن رکھتا ہے کہ دلوں پر مہر لگے یہ لوگ اپنی آخرت یکسر فراموش کیے بیٹھے ہیں اور ان سے گھلنا ملنا خود ان کے اپنے ایمان کے لیے بھی خطرہ سے خالی نہیں۔ اسی طرح دنیاوی علوم کے طلباء مذہبی طبقے کو جبر کا قائل سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک مذہبی طبقہ دنیاشناس نہیں اور صرف اپنی بات منوانا جانتا ہے۔ نیز یہ کہ ان کے ہاں منطق نام کی کوئی چیز وجود نہیں رکھتی۔ کسی معاملہ میں جب کبھی بھی دونوں کا آمنا سامنا ہو تو ایک دوسرے کے لیے موجود بدگمانیوں کے سبب دونوں طرف سے ایسے رد عمل ظہور پذیر ہوتے ہیں جو ان بدگمانیوں کو مزید تقویت دیتے ہیں۔[1]

اگر ہمیں ملک و قوم کی ترقی میں اپنے نوجوان کا ساتھ درکار ہے تو دونوں طرف ان غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا ہو گا۔ دونوں طبقوں میں ملکی ترقی کے لیے ہمیں ایک دوسرے کی موجودگی اور ناگزیریت کا احساس پیدا کرنا ہو گا۔ ہمیں انہیں یہ باور کرانا ہو گا کہ جہاں ایک (مذہبی) طبقہ نظریاتی میدان میں ہمارے عقائد کی درستگی اور رہنمائی کا ضامن ہے وہیں دوسرا (دنیاوی علوم کا حامل) طبقہ اس عالم الاسباب میں ہماری ضروریات پوری کرنے کا ذمہ دار اور ہماری جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کا امین ہے۔ اس کے ساتھ دونوں طرف کے نصاب تعلیم میں ایک معتدل درجہ تک مقابل علوم کی موجودگی کو یقینی بنایا جانا بھی ضروری ہے[2] کیونکہ ایک ننھا پودا تبھی ایک تناور درخت کا روپ دھار پاتا ہے جب اس کے وجود کی تمام اکائیاں اس کی بڑھوتری کے لیے درکار وسائل کی دستیابی کو یقینی بنانے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر کام کرتی ہیں۔

دنیاوی علوم میں کامیابی کا مقصد خدمت خلق ہو

عوام الناس کی نظر میں مذہبی علوم کے حصول کا واحد مقصد بظاہر اللہ کی رضا کا حصول ہی ہے لیکن دنیاوی علوم کے حصول کے کئی مقاصد بیان کیے جاتے ہیں جن میں سر فہرست دنیاوی مال و جاہ کی طلب ہے۔ ہمیں اس ضمن میں اپنے نوجوان کی ذہن سازی کی بھی اشد ضرورت ہے کیونکہ دنیاوی علوم کے حصول کا واحد مقصد اگر صرف دنیاوی مال و جاہ کا حصول ہو تو اس سے کئی برائیاں جنم لیتی ہیں[3]۔ جیسا کہ دنیاوی مال و اسباب اور شہرت کے متمنی ایک ڈاکٹر کو اپنے مریض کی صحت سے بڑھ کر اپنا مفاد عزیز ہو گا اور اس سبب وہ مریض کے مرض کی ضرورت اور اس کی مالی حیثیت کا خیال کیے بغیر اسکے لیے ایسی مہنگی ادویات تجویز کرے گا کہ جن کے منافع میں اسکا براہ راست حصہ ہو۔

1۔ ڈاکٹر محمد امین، ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل، ص 75

2۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات تعلیم، (کراچی: زوار اکیڈمی پبلیکیشنز 2017ء)، ص 137

3۔ ڈاکٹر تاج الدین الازہری، مثالی معاشرہ کی راہ میں حائل رکاوٹیں اور سیرت طیبہ کی روشنی میں ان کا تدارک، ص 52

اسی طرح خالصتاً دنیاوی جاہ و حشمت کا طالب ایک انجنیئر بھی کسی عمارت، پل یا سڑک کی تعمیر کے وقت کسی ٹھیکیدار سے رشوت خوری کے سبب اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں میں غفلت کا مرتکب ہو جائے گا اور اس کا نتیجہ عوامی پیسے کے ضیاع اور ناقص تعمیر کے سبب قیمتی انسانی جان کے ضیاع کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ اسی کے موافق دنیا کے مال کا بھوکا ایک وکیل بھی حق سچ کا ساتھ دینے کی بجائے طاقتور کے مفادات کی حفاظت کے لیے مظلوم کے حق کو غصب کرنے کے لیے ہر طرح کی قانونی مدد فراہم کرنے کو ہمہ وقت تیار رہے گا۔ اور ایسے دنیا پرست اور جاہ و مال کے دلدادہ افراد سے تشکیل پانے والا معاشرہ گویا زمین پر ہی جہنم کا سماں پیدا کر دے گا۔ اس ضمن میں خادم رسول ﷺ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہماری رہنمائی کرتی نظر آتی ہے کہ

((قَالَ رسول الله صلى الله عليه وسلم لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))[1]

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو گا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند کرے جو وہ اپنے لیے کرتا ہے۔

اس لیے ہمیں اپنے نوجوانوں کے ذہن میں دنیاوی علوم کے حصول کا پہلا اور بنیادی مقصد انسانیت کی خدمت ہی بٹھانا ہو گا تبھی معاشرے کو ایسے افراد میسر ہو پائیں گے جن کے لیے انسانیت کی خدمت ان کی زندگی کا اولین مقصد ہو گا۔ اور دولت، عزت و شہرت ان کے نزدیک اس خدمت انسانی کے عوض حاصل ہونے والے ثانوی لیکن لازم و ملزوم دنیاوی فوائد ہوں گے کیونکہ بہر حال اس دنیا میں بقا کے لیے ان اسباب کا ہونا بھی ناگزیر ہے۔

طلباء کو تعلیم کے ساتھ ساتھ اوامر پر عمل اور منہیات سے رکنے کی تلقین

ہمارا نوجوان عصر حاضر کا ایک سمجھدار فرد ہے جو منطق سے کی گئی بات تو کھلے دل سے تسلیم کرنے اور اس پر قائم رہنے کی اخلاقی جرأت رکھتا ہے۔ لہٰذا ہمیں دور حاضر میں ٹیکنالوجی اور علوم کی ترقی کو اسلامی تعلیمات کے دنیاوی فوائد بارے شواہد فراہم کرنے کے لیے کام میں لانا ہو گا۔ کتنی بار دیکھنے میں آیا ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے اللہ کے نبی ﷺ کے کہے گئے فرامین میں چھپی حکمت و مصلحت ارادتاً یا حادثاتی طور پر تجربات کے دوران سائنسدانوں کے سامنے عیاں ہو گئی اور انہوں نے نہ صرف برملا اس کا اعتراف کیا بلکہ حضور ﷺ کی حکمت و دانائی و دور اندیشی کو بھی تسلیم کیا۔ اور اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کا طریقہ شفافیت پر مبنی رہا ہے جیسا کہ حرمت شراب کا حکم نازل ہونے سے پہلے قرآن کریم میں نبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے برملا اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ شراب اور جوئے میں

1۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، (1433ھ)، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، ح 13

انسان کے لیے نفع اور نقصان دونوں موجود ہیں لیکن ہوشیار رہو کہ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا[1] یعنی ان سے حاصل ہونے والے فوائد ان سے پہنچنے والے نقصانات سے کہیں کم اور ادنیٰ درجے کے ہیں۔

چنانچہ ہمیں چاہیے کہ اپنی نوجوان نسل کو ایسی مثالوں کے ذریعے یہ باور کرائیں کہ ہر ہر اسلامی حکم میں بنی نوع انسان کے لیے بیش بہا فوائد پوشیدہ ہیں اور اگر کسی حکم کے انسانی صحت و معاشرے پر منفی اثرات کا گمان ہوتا بھی ہے تو اس کا سبب انسانی علم کی ناپختگی اور ناقص ہونا ہے۔ اس کی تطبیق اس مثال پر بھی ممکن ہے کہ آج کے دور میں بنائے جانے والی ہر مشین کے طریقہ استعمال کا کتابچہ اس کے بنانے والے کی طرف سے ہی مہیا کیا جاتا ہے کیونکہ موجد ہونے کے ناطے صرف وہی اپنے تخلیق کردہ شاہکار کے حدود و قیود نیز اس کے کام کرنے کے لیے بہترین حالات سے واقف ہوتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بنی نوع انسان اور اس کو تخلیق کرنے والی ذات کے معاملے میں اصول بدل جائے کہ یہاں خالق کوئی ایسی ہدایات جاری کر دے جو اصل میں اس کی مخلوق کے لیے نقصان دہ ہو جب کہ اس ذات عالی مقام کا علم کامل و اکمل ہے۔[2]

ایک بار اللہ کی طرف سے بیان کردہ اوامر و نواہی حکمت و مصلحت نوجوان نسل پر واضح ہو چکے تو پھر انہیں کسی بھی امر الٰہی پر عمل کے لیے قائل کرنا اور اس کے نواہی میں سے کسی سے روکنا انتہائی آسان ہو جائے گا۔ نیز اس سے نوجوان نسل میں اپنے مذہب اور اسکی تعلیمات کے متعلق ایک ایسا اعتماد اور یقین پیدا ہو گا جس کے باعث وہ انہیں اپنانے میں کسی قسم کی شرمندگی بھی محسوس نہ کریں گے۔

طلباء میں اخلاقی بگاڑ کی وجوہات کی نشاندہی اور ان کا تدارک

ہمارا خطہ دنیا کے ان خطوں میں شامل ہے جو علم اور ترقی کے میدان میں تو باقی دنیا سے پیچھے ہیں لیکن یہاں کے زیادہ تر افراد کے کسب رزق کی خاطر ترقی یافتہ ممالک میں سکونت پذیر ہونے کے سبب ہمارے ہاں جدید ترین ٹیکنالوجی وقت سے پہلے پہنچ جاتی ہے یعنی کہ عوام کو اس کے صحیح استعمال اور اس کے فوائد و نقصانات کا ٹھیک سے شعور اور آگاہی حاصل ہونے سے بھی بہت پہلے۔ یہ چیز بظاہر اچھی معلوم ہوتی ہے کہ ترقی کی دوڑ میں پیچھے سہی لیکن جدید ترین ٹیکنالوجی تک رسائی میں ہم مغربی اقوام سے زیادہ پیچھے نہیں لیکن وقت سے پہلے دسترس میں آجانے والی یہ ٹیکنالوجی ہمارے معاشرے کے لیے فائدے سے زیادہ نقصان کا سبب بن رہی ہے۔[3]

اسی المیے کا ایک اور پہلو معاشرے کے افراد کا اپنی عمر کے لیے مخصوص اور موزوں معلومات اور مواد سے

1۔ سورۃ البقرۃ 219/2

2۔ اختر امام عادل قاسمی، قرآن کریم کی روشنی میں افراد سازی، ماہنامہ دار العلوم، جلد 95، شمارہ 4، (2011ء)

3۔ ڈاکٹر حافظ محمد اِسحاق زاہد، زاد الخطیب، جلد 3، (2012ء)، ص 465

زیادہ تک رسائی بھی ہے۔ جیسا کہ نابالغ افراد کو بالغ افراد سے متعلقہ مواد تک رسائی حاصل ہونا۔ اس معاملے میں سب سے پریشان کن بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے کی تربیت کے ذمہ داران یعنی والدین، اساتذہ اور علماء اس صورتحال کا سرے سے ادراک ہی نہیں رکھتے اور یہ حقیقت ان کے روزمرہ کے معمولات زندگی سے عیاں ہے۔

اس امر کی وضاحت واضح کرنے کے لیے چند مثالوں کا بیان کیا جانا انتہائی ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں والدین کا عام چلن بن چکا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو مصروف رکھنے کے لیے موبائل پر کارٹون لگا دیتے ہیں۔ ان مقبول عام اور بے ضرر سمجھے جانے والے کارٹونوں میں Barbie اور Doremon سرفہرست ہیں۔[1] اسی طرح E-Sports کی اصطلاح عام ہونے کو بعد تقریباً ہر بچہ PUBG یا اس سے ملتی جلتی ویڈیو گیمز کا دیوانہ نظر آتا ہے اور والدین زیادہ سے زیادہ وقت کی بندش لگاتے ہوئے اپنے معصوم بچوں کو یہ گیم کھیلنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔

مغربی ممالک میں نشریاتی مواد کی درجہ بندی کرنے والے اداروں کے مطابق اول الذکر کارٹون 13 سال سے کم عمر بچوں کے لیے ہر حال میں غیر موزوں ہیں جبکہ 13 سال سے بڑی عمر کے بچوں کے لیے بھی کارٹون دیکھتے وقت والدین کی موجودگی اور نگرانی ضروری ہے۔ اسی طرح موئخر الذکر ویڈیو گیم بھی 13 سال سے کم عمر افراد کے لیے قطعی نامناسب ہے اور 13 سال سے بڑے بچوں کے لیے اس کے مناسب ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں سٹے بازی، کشت وخون، جنسی نوعیت کے مواد اور گالم گلوچ کی موجودگی کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس بحث میں یہ بات بھی یاد رکھے جانے کے قابل ہے کہ مواد کی درجہ بندی کرنے والے ان اداروں کے افراد مغرب سے تعلق رکھتے ہیں جہاں اخلاقیات اور تہذیب کے معیار ہمارے معیارات سے بالکل مختلف ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات ضروری معلوم ہوتی ہے کہ حکومت معاشرے کی تعلیم وتربیت کے ذمہ دار افراد کو ان درجہ بندیوں اور ان کے مقاصد کے متعلق آگاہی فراہم کرے تاکہ جہاں والدین پر یہ عقدہ کھلے کہ ان کی "سخت نگرانی" کے باوجود بھی ان کا بچہ اخلاق باختہ عادات کہاں سے سیکھتا ہے وہیں انہیں یہ بھی معلوم ہو کہ کیسے وہ جانے انجانے میں اپنے بچوں اور اس قوم کے مستقبل کو تاریک بنا رہے ہیں۔[2] نیز سرکاری سطح پر ESBR اور CARC کی طرز پر ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو ہماری مذہبی اور معاشرتی اقدار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نہ صرف مواد کی درجہ بندی کرے بلکہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اس درجہ بندی کے نفاذ سے متعلق مشاورت اور رہنمائی بھی مہیا کرے تاکہ ہماری اقدار اور ہماری نوجوان نسل کی اخلاقی پاکیزگی کی ضمانت کا مناسب انتظام ہو سکے۔

1۔ عروسہ صدیق، "کارٹون کے نقصانات"، روزنامہ "نوائے وقت"، 19 جون 2018ء
https://www.nawaiwaqt.com.pk/19-Jun-2018/848321

2۔ محمد اقبال، ڈاکٹر فیض اللہ بغدادی، "سوشل میڈیا کا استعمال اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں"، ص 129

طلباء میں بڑھتی ہوئی شدت پسندی، لسانیت، اور عصبیت کا تدارک

شر پسند عناصر ہمارے نوجوان کو مذہبی، لسانی اور جغرافیائی غرض ہر محاذ پر شدت پسندی پر اکسانے میں مصروف اور کامیاب نظر آتے ہیں۔ اسی وجہ سے کسی نوجوان کے سوشل میڈیا اکاؤنٹ پر ایک سرسری نظر بھی یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے ہم وطنوں لیکن دوسرے صوبے سے تعلق رکھنے والے باسیوں کو اپنے وسائل پر غاصب سمجھتا ہے۔ نوجوانوں میں یہی شدت پسند رویہ دوسری زبان بولنے والے نیز دوسرے دوسرے مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے ہم وطنوں کے بارے میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہ رویہ ایک طرف تو نوجوانوں میں تخریبی رجحان کو پروان چڑھنے میں مدد دیتا ہے اور دوسری طرف ملک وملت کے وسیع تر مفاد کے لیے ناگزیر اقدامات جیسا کہ آبی ذخائر کی تعمیر وغیرہ میں رکاوٹ کا سبب بنتا ہے۔[1]

اس منفی پہلو کے تدارک کے لیے حکومت کو کئی طرح کے اقدامات اٹھانا ہوں گے جن میں سر فہرست مختصر دورانیے کے مفادات کے لیے اخلاقی مدد فراہم کرنے کی بجائے مذہبی طبقہ سے ایسے ناسوروں کا قلع قمع کرنا ہے جو فرقہ واریت کو ہوا دیتے ہیں نیز ان کو اسی راہ پر چلنے والے دوسرے لوگوں کے لیے نشان عبرت بنانا بھی اشد ضروری ہے۔ اسی کے ساتھ لسانی اور صوبائی بنیادوں پر اپنی سیاسی دکان چلانے والی جماعتوں کو بھی سبق سکھانے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں دور رس نتائج کا حامل ایک اقدام وسائل کی تقسیم میں شفافیت کو یقینی بنانا ہے۔ نیز انتخابی حلقہ بندی اور مزید صوبوں کے قیام کے لیے بھی اپنی شفاف اور واضح حکمت عملی کے ذریعے نوجوانوں کو شعور و آگہی کی طاقت سے مزین کرتے ہوئے ان کی اکثریت کا اعتماد حاصل کرنا بھی فائدہ مند رہے گا۔

مبنی بر انصاف معاشرے کا قیام

ہمارا ملک ایک آزاد اسلامی ریاست کے خواب کی تعبیر کے طور پر وجود میں آیا اور اس کے بانیان یہاں ایک ایسے معاشرے کو پنپتے دیکھنا چاہتے تھے جو ہر لحاظ سے ایک فلاحی معاشرہ ہو۔ جہاں اقلیتوں کی عزتیں، جان ومال اور حقوق بھی اسی طرح محفوظ ہوں جیسے اکثریتی طبقے کے۔ جہاں لوگ اپنی مذہبی عبادت گاہوں میں اپنی عبادات کرنے میں کوئی خوف وخطرہ محسوس نہ کریں۔[2] جہاں کا ہر فرد پڑھا لکھا اور باشعور ہو اور اس کی عزت وناموس کی ضمانت ریاست کا آئین و قانون دیتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے بعد کے بدنیت حکمرانوں نے اس خواب کو گہنا دیا اور ہماری ریاست خداداد چند لوگوں کی عیش وعشرت کا سامان بن کر رہ گئی۔ اسی وجہ سے آج کا نوجوان اپنے ملک اور اس کے بانی رہنماؤں سے شاکی رہتا ہے کیونکہ اپنے تئیں وہ ان تمام حالات کا ذمہ دار ان مخلص ہستیوں کی کوتاہ نظری کو قرار

---

1 ۔ مفتی محمد شاہد، "تعصب ناسور سے بھی بدتر ہے"، ماہنامہ دار العلوم، جلد 94، شمارہ 5، (2010ء)

2 ۔ محمد سعید الرحمٰن علوی، اسلامی حکومت کا فلاحی تصور (لاہور: قرآن کمپلیکس 2006ء)، ص 102

دیتا ہے جنہوں نے مستقبل کا ٹھیک اندازہ لگائے بغیر اپنی تمام تر توانائیاں ایک خوابِ پریشان کی تکمیل میں صرف کر دیں۔ آئندہ سطور میں ہم ان اقدامات کا ذکر کرنے کی جسارت کریں گے جو نہ صرف اس مملکت خداداد کے بانیوں کے مطمع نظر تھے بلکہ جن پر عملدرآمد ان کے خواب صحیح تعبیر کے لیے بھی ناگزیر ہے۔

تعلیمی پسماندگی کا خاتمے کے لیے ٹھوس اقدامات

کسی بھی ریاست کی ترقی کے لیے اس کے افراد کا زیور تعلیم سے آراستہ ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اس ضرورت کا اندازہ مذہب اسلام کے پیشوا حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس کو پہلے دن سے ہی تھا۔ اسی لیے اوائل اسلام کے غزوات کے جنگی قیدیوں کے جزیہ کی ایک صورت دو مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا بھی رکھا گیا۔ آج کے دور میں بھی کسی ریاست کو اقوام عالم کی صف میں باعزت اور خود مختارانہ مقام پانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے باسیوں کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام فرمائے۔[1] اس سلسلے میں کچھ ناگزیر اقدامات کا ذکر کیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

کم سن بچوں کے لیے مفت تعلیم اور وظائف مقرر کرنا

یہ اقدام کچھ نیا بھی نہیں کہ اسلامی روایات ہمیں خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں ایسے ہی اقدامات کا پتہ دیتی ہیں۔ نیز آج کے دور کی تقریباً تمام مغربی ریاستیں اپنے ہاں ان فلاحی اقدامات کو یقینی بنائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ریاست کی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ کم سن بچوں کی پرورش اور ان کی تعلیم و تربیت کے لیے خاص اہتمام کرے۔ کم سنی میں تعلیم و تربیت اس لیے بھی خاص اہمیت کی حامل ہے کہ آگے چل کر اسی بنیاد پر انسانی شخصیت کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں کم سن بچوں کی تعلیم و تربیت پر مامور اساتذہ کو خصوصی مراعات کا دیا جانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ ضروریات زندگی کے حصول کی فکر سے آزاد اساتذہ کرام پوری دلجمعی اور توجہ کے ساتھ نونہالان وطن کی اخلاقی تعمیر کر سکیں۔ اس کے ساتھ کم سن بچوں کی تربیت کے لیے والدین کو وظائف کا دیا جانا بھی ممکن ہے تاکہ انہیں کسب معاش کی فکر زیادہ نہ ستائے اور وہ اپنی اولاد کی تربیت کے لیے زیادہ سے زیادہ معیاری وقت نکال پائیں۔

یتیم اور نادار طلباء کے لیے مفت تعلیم و تربیت

تعلیمی معاونت اور وظائف کا سلسلہ کار بڑھاتے ہوئے اس میں ان طلباء کو شامل کرنا بھی ضروری ہے جو کم

1 ۔ڈاکٹر محمد امین، ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل، ص 55

سنی کی حد تو عبور کر چکے لیکن یا تو وہ والدین کے سایہ شفقت سے محروم ہیں یا ان کے والدین کے مالی حالات ان کے تعلیمی اخراجات اٹھانے کے متحمل نہیں۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ مناسب سہولیات کے ملتے ہی حالات کے مارے ان بچوں میں سے ایسے ایسے گوہر نایاب سامنے آتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اس سلسلے میں حکومت کو نجی شعبے میں ہونے والی کاوشوں پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے اور آگے بڑھتے ہوئے یہ ذمہ داری اپنے کندھوں پر اٹھانی چاہیے۔

مختلف ذہنی صلاحیتیں-یکساں مواقع

اللہ تعالٰی نے تمام انسانوں کو یکساں صلاحیتوں کا حامل پیدا نہیں کیا چنانچہ عام مشاہدہ ہے کہ کچھ طلباء جو کہ روایتی تعلیم کے میدان میں کمزور دکھائی دیتے ہیں، صنعت کاری سے متعلقہ امور میں ان کا ثانی ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر ایسے طلباء جو روایتی تعلیم میں زیادہ دلچسپی نہیں دکھاتے، ان کے لیے حکومت کو صنعت کاری سے متعلقہ تربیت کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کرنے چاہییں[1]۔ ویسے بھی ملکی امور کی احسن طریقے سے انجام دہی کے لیے ضروری ہے کہ افرادی قوت میں ہر شعبہ زندگی سے متعلق تربیت یافتہ افراد کی مناسب مقدار موجود ہو۔ اسی کے ساتھ حکومت کو ایسے آگاہی پروگرام ترتیب دینا چاہییں جو عوام میں پیشوں کے بظاہر چھوٹے بڑے نیز کچھ پیشوں کے ایک خاص طبقے کے لیے مخصوص ہونے کے تاثر کو زائل کریں کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے پیشے سے قطع نظر ہر اس شخص کو اللہ عزوجل کا حبیب قرار دیا ہے جو رزق کمانے کے لیے خون پسینہ بہاتا ہے۔

تعلیم دوست ماحول پیدا کرنا

یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ حکومتیں، تعلیمی یا صنعت کاری سے متعلقہ اداروں کے قیام کے وقت اپنے نام کی تختیاں تو شوق سے لگا دیتی ہیں لیکن بعد ازاں ادارے کو چلانے کے لیے درکار وسائل کی فراہمی میں کوتاہی سے کام لیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ادارہ جاتی اعداد و شمار اور زمینی حقائق میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ شہری علاقوں کے اداروں کی تو پھر بھی شنوائی ہو جاتی لیکن دیہی یا مرکز سے دور کے علاقوں کے اداروں کو کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ اگر حکومت دیہی اور دور دراز کے علاقوں میں تعلیمی سہولیات بہم پہنچانے پر کام کرے تو اس سے بہت سے ایسے مسائل بھی حل ہو پائیں گے جو اس کوتاہی کے نتیجے میں جنم لیتے ہیں جیسے کہ دیہی آبادی کا وسائل سے استفادہ کرنے کی خاطر

---

1 ۔ مصطفٰی حبیب صدیقی، ''پاکستانی صنعت کو ہنر مندوں کی تلاش، ٹیکنکل تعلیم وقت کی ضرورت''، روزنامہ ''دنیا''، 25 جنوری 2021ء
https://dunya.com.pk/index.php/dunya-forum/2021-01-25/1018

شہروں کی طرف نقل مکانی وغیرہ[1]۔

حکومت کو چاہیے کہ وہ نہ صرف دور دراز کے دیہی علاقوں میں نوجوانوں کی تعلیم اور عملی تربیت کی خاطر مراکز قائم کرے بلکہ ان مراکز میں تعلیم و تدریس کے جدید ترین ذرائع کی فراہمی کو بھی یقینی بنائے تاکہ ہمارا نوجوان state of the art ٹیکنالوجیز کا عمل حاصل کرتے ہوئے ملکی ترقی میں اپنا کلیدی کردار بخوبی نبھا سکے۔

ذہین طلباء کو بیرون ملک حصول تعلیم کے لیے بھیجنا

تعلیمی میدان میں کمزور طلبہ کو متبادل وسائل مہیا کرنے کی طرز پر کام کرتے ہوئے ایسے نوجوان کہ جن کی قابلیت اس قدر زیادہ ہو کہ ملک میں دستیاب تعلیمی وسائل سے ان کی سیرابی ممکن نہ ہو تو ایسے افراد کو بیرون ممالک بمقصدِ حصول علم بھیجنے کے لیے دوسرے ممالک کے ساتھ تبادلاتی (exchange) پروگرامز کا انعقاد بھی حکومتی ذمہ داری ہے۔ اگرچہ اس معاملے میں گذشتہ دس پندرہ سال سے بہتری دیکھنے میں آئی ہے لیکن اس بہتری کا زیادہ تر سہرا ابھی نوجوانوں کی ذاتی کاوشوں کے سر ہی جاتا ہے جنہوں نے اپنے بل بوتے پر بیرونی جامعات میں داخلہ لیا اور پھر وہاں اپنے ملک کا ایسا شاندار تشخص قائم کیا جس کی بدولت بعد میں آنے والوں کے لیے بے حد آسانیاں پیدا ہو گئیں۔

اگر یہی جدوجہد حکومتی سطح پر کی جاتی تو اس کے مزید دور رس نتائج بر آمد ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ ابھی بھی موقع ہے کہ حکومت اپنی سرپرستی میں تبادلاتی پروگرامز کے انعقاد کو یقینی بنائے نیز بیرون ممالک تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کے لیے تعلیمی وظائف مقرر کرے تاکہ ہمارے نوجوان نت نئے علوم سیکھ سکیں اور نہ صرف یہ کہ ہماری آنے والی نسلوں کو ان علوم کے حصول کے لیے باہر نہ جانا پڑے بلکہ ہمارے نوجوان بھی عالمی پہچان رکھنے کی حامل کمپنیوں میں کلیدی نشستوں پر فائز ملیں۔

روزگار کے مواقع

نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کے غیر ممالک کوچ کے پیچھے کی بنیادی وجہ ملک میں مناسب روزگار کے مواقع کا نہ ملنا ہے۔[2] چنانچہ یہ نوجوان تعلیم تو پاکستان میں حاصل کرتے ہیں، یہاں کے سرکاری اداروں میں قوم کے پیسے سے رعایتی نرخوں پر اپنی قابلیت میں اضافہ کرتے ہیں لیکن جب دھرتی کا قرض لوٹانے کا موقع آئے تو انہیں مناسب موقع ہی دستیاب نہیں ہو پاتا لہذا بامر مجبوری نوجوانوں کی اکثریت کو باہر کا رخ کرنا پڑتا ہے۔ روزگار کی فراہمی کے

1۔ ڈاکٹر تاج الدین الازہری، مثالی معاشرہ کی راہ میں حائل رکاوٹیں اور سیرت طیبہ کی روشنی میں ان کا تدارک، ص37

2۔ بشیر چوہدری، "10 برس میں 60 لاکھ پاکستانی باہر گئے"، اردو نیوز، 14 اگست 2020ء
https://www.urdunews.com/node/498716

متعلق اقدامات میں حکومتی حلقوں کی غیر سنجیدگی کا نتیجہ ہمیں باصلاحیت افراد کی قحط سالی کی صورت میں بھگتنا پڑ رہا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت غیر ملکی سرمایہ کار کو پاکستان میں سرمایہ کاری پر آمادہ کرے نیز ایسا کرتے وقت انہیں اس بات کا پابند بھی بنائے کہ وہ ہنر مند افراد کے لیے پاکستانی افراد کی خدمات ہی حاصل کریں گے۔[1] اور بالفرض اگر سرمایہ کار کو درکار ہنر مند افراد پاکستان میں دستیاب نہیں تو انہیں اس بات کے لیے آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے پیداواری یونٹ کے قیام کے بعد سے ایک خاص عرصے کے اندر اندر مقامی آبادی کی پیشہ ورانہ تربیت کا اہتمام کرتے ہوئے انہیں اپنی افرادی قوت کا حصہ بنائیں۔

کامیابی پر حوصلہ افزائی

انسان ہمیشہ سے ستائش کا متمنی چلا آیا ہے۔ یہ ستائش اور صلاحیتوں کا اعتراف ہی ہے جو انسان کو خوب سے خوب تر کی تلاش کو جاری رکھنے کے لیے درکار ایندھن مہیا کرتا ہے۔[2] لہذا حکومت کو چاہیے کہ وہ مختلف تعلیمی اور تربیتی میدانوں میں کامیابی اپنے نام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی اور صلاحیتوں کے اعتراف کا اہتمام بھی کرے۔ اس ضمن میں ایک اور بات کا اضافہ کرنا انتہائی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صلاحیتوں کے اعتراف کا طریقہ کار بھی تبدیل کیے جانے کی ضرورت ہے۔ موجودہ طریقہ میں عام طور پر کامیابی حاصل کرنے والے کو نقدی انعام اور تمغے یا شیلڈ سے نوازا جاتا ہے۔ تمغے یا شیلڈ کا مقصد تو یادگار کے طور پر سمجھ میں آتا اور مناسب معلوم ہوتا ہے لیکن ہمارے خیال میں نقدی انعام کی جگہ ایسے نوجوانوں کو بیرون ملک مختصر، معلوماتی اور تفریحی دوروں پر بھیجا جانا چاہیے کہ اس سے نہ صرف ان کی سوچ میں وسعت اور نکھار پیدا ہو گا بلکہ دوسروں کو بھی مزید محنت کی ترغیب ملے گی۔

والدین تک جدید ٹیکنالوجی اور معلومات کی رسائی کے لیے اقدامات

پڑھے لکھے اور زمانے کی جدت سے آشنا والدین ہی اپنی اولاد میں وہ اعتماد پیدا کر سکتے ہیں جس کے بل بوتے پر وہ اپنا اور ملک و ملت کا نام روشن کر پاتے ہیں۔ فی زمانہ فکر معاش کی بکھیڑوں نے انسان کو اس قدر کھپا دیا ہے کہ اسے اپنی شخصیت کو نکھارنے کے لیے وقت نکالنا امر محال معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حالات کے تھپیڑے کھاتے ہمارے والدین زمانے کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں اور ان کی ذات میں یہ کجی ان کے بحیثیت والدین فرائض کی

1۔ شاہد افراز خان، "روز گار کے نئے مواقع، وقت کا اہم تقاضا"، روزنامہ "پاکستان"، 31 اگست 2021ء
https://dailypakistan.com.pk/31-Aug-2021/1334809

2۔ نادر شاہ، "فکر و خیال: ستائش۔ انسان کے لیے ایک ایندھن"، روزنامہ "مشرق"، 16 اکتوبر 2020ء
https://mashriqtv.pk/latest/73623/

ادائیگی پر اثر انداز ہوتی ہے۔[1] اس سلسلے میں حکومت کو چاہیے کہ اساتذہ کے لیےترتیب دیے جانے والے refresher کورسز کی طرز پر والدین کے لیے بھی معلوماتی سیمینارز کا انعقاد کیا جائے جن میں انہیں بدلتے حالات اور ٹیکنالوجیز کے کام کے طریقہ کار سے آگاہ کیا جائے۔ اسی طرح انہیں مختلف ٹیکنالوجیز کے مثبت اور منفی استعمالات کے بارے میں بھی مکمل معلومات فراہم کی جائیں تا کہ نہ صرف وہ خود معاشرے کے فعال فرد کی حیثیت سے زندگی گزار سکیں بلکہ اپنے بچوں پر کڑی نظر بھی رکھ سکیں۔ کیونکہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جن بچوں کے والدین کم پڑھے لکھے یا ٹیکنالوجی کی زیادہ سمجھ بوجھ نہیں رکھتے ان کے بگڑنے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ ایسے سیمینارز میں ہی والدین کو بچوں کی پہنچ میں موجود مواد کی درجہ بندی کے حوالے سے پہلے بیان کئے گئے نکات بارے آگاہی دینا بھی ممکن ہو سکے گا۔ نیز بدلتے وقت کے تقاضوں کے موافق نفسیات اور جدید سائنسی علوم سے حاصل کردہ معلومات کی روشنی میں بچوں کی تربیت کے بہتر طریقوں بارے والدین کو آگاہ کرنا بھی ممکن ہو پائے گا۔

تکبر نہیں تشکر

افراد کی زندگی میں وطن کا کردار ماں کا سا ہوتا ہے اور جیسے اپنے بچوں کی بہترین نشوونما کے لیے سازگار ماحول مہیا کرنا ماں کی اولین ترجیح ہوتی ہے ایسے ہی افراد کو اپنی صلاحیتیں نکھارنے کے لیے بہترین مواقع فراہم کرنا ریاست کے اولین فرائض ومقاصد میں شامل ہے۔[2] چنانچہ گذشتہ صفحات میں ایک فلاحی ریاست کی طرف سے اپنے شہریوں کو جو جو سہولیات مہیا کرنے کی تجاویز دی گئی ہیں انہیں مہیا کرتے وقت ریاست کا انداز عاجزانہ ہونا چاہیے۔ ہمارے ہاں دیکھنے میں آتا ہے کہ ریاست کی طرف سے ریاست کے باشندوں کے لیے اٹھائے جانے والے ہر اقدام کی تشہیر اس انداز میں کی جاتی ہے گویا یہ ریاست کا فرض نہ ہو بلکہ اس کی طرف سے عوام پر ایک احسان ہو۔ ایسے مواقع پر حکومتی اقدامات سے مستفید ہونے والے افراد کی تصاویر اور حکومت کے لیے ان کے تعریفی بیانات اس انداز سے اخبارات اور اشتہارات کی زینت بنائے جاتے ہیں جس میں ان افراد کی عزت نفس کے مجروح ہونے کا امکان غالب رہتا ہے۔ انہیں بھیک وصول کرنے والے کسی بھکاری اور ریاست کو حاتم طائی کے روپ میں دکھایا جاتا ہے۔ حکومت کا یہ عمل ایسے بہت سے لوگوں کو حکومتی اقدامات سے مستفید ہونے سے روک دیتا ہے جنہیں اپنی عزت نفس ہر چیز سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ لہذا حکومت کو ایسے مواقع پر اپنا برتاؤ متکبرانہ نہیں بلکہ متشکرانہ رکھنا چاہیے کہ اللہ نے ان کے ذمہ عوامی خدمت کا جو کام لگایا ہے اسے پورا کرنے کی توفیق بھی میسر ہوئی۔ نیز ایسے حکومتی

1۔ قاری عبد الرشید، ''بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے والدین نمونہ بنیں''، روزنامہ ''جنگ''، 31 جنوری 2020ء
https://jang.com.pk/news/728213

2۔ محمد سعید الرحمٰن علوی، اسلامی حکومت کا فلاحی تصور، ص46

روپے پر زیادہ سے زیادہ لوگ اپنا حق سمجھتے ہوئے حکومتی سہولتوں سے فائدہ اٹھائیں گے اور بالآخر ملکی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے پائیں گے۔

عرضِ آخر

ہم نے اپنے تئیں عصر حاضر کے نوجوان میں مذہب سے دوری کے اسباب اور اثرات کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیا اور ان کی روشنی میں اپنی سمجھ اور ملک وملت کی بہتری کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نیک نیتی پر مبنی ایسے اقدامات کا مشورہ دیا جو اس بگاڑ کے تدارک کے لیے ضروری ہیں۔ لیکن بحیثیت انسان ہمارا کام صرف اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی بہترین کوشش کرنا ہی ہے۔ ان کوششوں کو بارآور کرنا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کے ہی شایان شان ہے۔ عام انسان تو درکنار اس امر میں انبیاء کرام بھی مجبور نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ یوسف میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُم مَّا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا ۚ﴾

(ترجمہ) جب وہ (نظر بد سے بچنے کی غرض سے) انھیں راستوں سے (شہر میں) داخل ہوئے جن کا حکم ان کے والد نے انھیں (بطور تدبیر کے) دیا تھا۔ تو (ان کا ایسا کرنا) اللہ کی لکھی تقدیر سے انھیں ذرا بھی بچانے والا نہ تھا۔[1]

لہٰذا اپنی تمام تر کاوشوں کی کمتری کا اعتراف کرتے ہوئے حقیقی کامیابی کے لیے ہمیں ہمیشہ اللہ عزوجل کے حضور دست بستہ رہنا چاہیے اور اس امر میں حکومت وقت کا رویہ بھی ایسا عاجزانہ ہی ہونا چاہیے کہ تکبر کے لائق صرف وہی ایک ذات ہے جس کے روبرو ہمیں پیش ہونا اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ اللہ پاک ہماری ان کاوشوں کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے ہماری قوم کو ذلت و گمراہی اور ذہنی غلامی کی دلدل سے نکالے اور ہم ایک آزاد، خود مختار قوم کے باعزت شہری اور باعمل مسلمان کے طور پر اپنی زندگی جی سکیں۔ آمین!

وما توفیقی الا باللہ، علیہ توکلت!

1۔ سورۃ یوسف 12/68

نتائج

زیر نظر مقالہ سے درج ذیل نتائج اخذ کئے ہیں۔

- ہمارا معاشرتی نظام مذہب اور جدت کو ایسی مد مقابل قوتوں کے طور پر لیتا ہے جن کا ایک ساتھ نمو پانا ممکن نہیں اور اس طرز فکر نے ہمارے نوجوان کو تذبذب میں مبتلا کر رکھا ہے۔
- والدین کا جدید ٹیکنالوجی کے استعمال سے قاصر ہونا، روایتی مذہبی طبقے کا جدت کے خلاف غیر منطقی شدت پسند رویہ، مسلکی اختلافات اور میڈیا کے ذریعے مغربی تمدن کی "خوبیوں" سے آگاہی ہمارے نواجوانوں کے تذبذب میں مزید اضافے کا سبب بنتی ہے۔
- نوجوانوں کو درپیش ان مسائل کے جدت پر مبنی حل تلاش کیے جانے اور انہیں مذہب کے قریب لائے بغیر آزاد اور باوقار اقوام کی صف میں زیادہ دیر تک کھڑا رہنا ممکن نا ہو پائے گا۔

سفارشات

برائے محققین

- زیریں، متوسط اور اعلیٰ طبقے کے نوجوانوں کے معیار زندگی میں واضح فرق کی بدولت مغربی پروپیگنڈہ کے ان پر اثرات کا الگ الگ جائزہ لینے کی ضرورت موجود ہے۔
- نوجوانوں میں بڑھتے اخلاقی بگاڑ کا مختلف پہلوؤں مثلاً سماجی، نفسیاتی، اور معاشی اثرات کے تحت الگ الگ جائزہ لیے جانے کی گنجائش بھی موجود ہے۔
- روایتی مذہبی طبقے کے افکار کو جدت پسندانہ بنانے کا ممکنہ لائحہ عمل ایک تحقیق طلب موضوع ہے۔
- مسلکی اختلافات کو ختم کرنے میں جدید ٹیکنالوجی کے ممکنہ کردار کا جائزہ بھی تفصیلی کام کا متقاضی ہے۔

برائے حکومت

- ذرائع ابلاغ کے پروگرامز کے ذریعے اسلام کی جدت پسندی کے پہلو کو اجاگر کیا جائے۔
- جدید دنیا کے مسائل کا حل اسلامی رہنما اصولوں کی روشنی دنیا کے سامنے لایا جائے۔
- ٹیکنالوجی سے استفادہ کرتے ہوئے نوجوان طلباء کی مستند اسلامی تعلیمات تک رسائی کو یقینی اور آسان بنایا جائے۔
- مذہبی حلقوں کو قومی دھارے کا ایک فعال stake holder بناتے ہوئے ذہنوں میں ان سے متعلق موجود شکوک وشبہات کو دور کرنے کے لیے عملی اقدامات اٹھائے جائیں۔
- معاشرے کے ہر طبقے کو جدید ٹیکنالوجیز کے مفید و مضر اثرات اور استعمالات کے متعلق مفاد عامہ کے پیغامات کے ذریعے آگاہی پہنچائی جائے۔
- ایک ایسے قانون اور اصول پسند معاشرہ کی تشکیل کو یقینی بنایا جائے جس میں نوجوان اپنے مستقبل کو محفوظ تصور کریں اور وہ تابناک مستقبل کے لیے دوسرے ممالک کا رخ کرنا چھوڑ سکیں۔
- نوجوانوں میں اپنی مذہبی اور قومی شناخت سے متعلق احساس تفاخر پیدا کرنے کے لیے اقدامت کیے جائیں۔

فہارس

- فہرست آیات
- فہرست احادیث
- مصادر و مراجع

فہرست آیات

نمبر شمار	آیت	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
1	وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ --- إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ	البقرۃ:2	30	100
2	وَلَاتُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ	البقرۃ:2	195	14
3	وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ---	البقرۃ:2	120	22, 28
4	وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم --- وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ	البقرۃ:2	188	53
5	يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ --- أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا	البقرۃ:2	219	87, 114
6	حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ	البقرۃ:2	238	76
7	لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ	البقرۃ:2	256	44
8	زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ --- وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ	آل عمران:3	14	54
9	اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَامُ	آل عمران:3	19	23
10	وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا	آل عمران:3	103	68
11	وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ --- وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ	آل عمران:3	104	43
12	وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ	آل عمران:3	134	48
13	فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ --- إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ	آل عمران:3	185	109
14	لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ --- وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ	آل عمران:3	188	59
15	إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ	النسآء:4	48	42
16	فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ --- وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا	النسآء:4	59	77
17	اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا	المآئدۃ:5	3	23
18	مَن قَتَلَ نَفْسًا --- فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا	المآئدۃ:5	32	70
19	إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ --- أَوْ يُصَلَّبُوا	المآئدۃ:5	33	69

نمبر شمار	آیت	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
20	يٓا اَيُّهَاالرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ ---	المآئدۃ:5	67	12
21	إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ --- بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ	الأنعام:6	159	79
22	وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى	الأنعام:6	164	14
23	أُولٰٓئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ؕ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ	الاعراف:7	179	50
24	هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم --- فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ	الاعراف:7	189-190	96
25	وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللّٰهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ	الانفال:8	28	55
26	وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ --- فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ	التوبۃ:9	34-35	57
27	مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا --- مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ	ھود:11	15-16	58
28	إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ	یوسف:12	53	112
29	وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ --- فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا ؕ	یوسف:12	68	123
30	اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ	الرعد:13	11	21
31	أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ	الرعد:13	28	83
32	ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ	حجر:15	46	107
33	فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ	النحل:16	43	77, 103
34	فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ	النحل:16	82	44
35	إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ	النحل:16	90	51
36	ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ --- هِيَ أَحْسَنُ	النحل:16	125	44
37	وَقَضَىٰ رَبُّكَ --- وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا	الاسراء:17	23	46, 89
38	فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ --- فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا	مریم:19	59	61
39	إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ --- وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ	النّور:24	19	39, 84

نمبر شمار	آیت	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
40	يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ	النّور:24	24	85
41	قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا --- ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ	النّور:24	30	39
42	وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ --- إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا	النّور:24	31	39
43	رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ --- فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ	النّور:24	37	55
44	وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا	الفرقان:25	62	25
45	وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ --- قَالُوا سَلَامًا	الفرقان:25	63	48
46	وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا	الفرقان:25	72	48
47	فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ --- لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ	القصص:28	50	26
48	وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِه	العنکبوت:29	6	20
49	فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا	الروم:30	30	42
50	وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا	احزاب:33	71	109
51	يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ --- وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ	فاطر:35	5	63
52	إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ --- لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ	فاطر:35	6	63
53	الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ --- بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ	یٰسٓ:36	65	85
54	كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ --- وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ	دخان:44	25-29	65
55	أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ --- مِن بَعْدِ اللَّهِ	سورۃ الجاثیۃ:45	23	35
56	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ	محمد:47	7	23
57	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا --- مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ	الحجرات:49	6	32
58	وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ	الحجرات:49	11	91

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	آیت	نمبر شمار
37	12	الحجرات:49	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ	59
110	13	الحجرات:49	إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ	60
51, 111	2-3	الصف:61	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ --- مَا لَا تَفْعَلُونَ	61
55	9	المنافقون:63	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ --- فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ	62
50	40	النازعات:79	وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ	63
24	2	الصف:61	يٰٓ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ	64
17	6	التحریم:66	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُوا قُوٓا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ	65
44	3	الانسان:76	إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا	66
68	1-6	مطففین:83	وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ--- يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	67
100	5	علق:96	عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ	68
58	1-2	تکاثر:102	اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ	69
72	1	ھمزۃ:104	ويلٌ لكلّ همزة لمزة	70
96	4	فلق:113	وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ	71

فہرست احادیث

نمبر شمار	حدیث کا متن	کتاب کا نام	صفحہ نمبر
1	إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ	صحیح بخاری	78
2	أَلَاوَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِه	صحیح مسلم	13
3	اَلْحَمْدُ لِله الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لِمَا يَرْضَي رَسُولُ الله ﷺ	ابوداؤد	77
4	أَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا أَلمرْأَةُ الصَّالِحَةُ	صحیح مسلم	16, 54
5	الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ	جامع ترمذی	62
	اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفَقْرِ، وَالْقِلَّةِ، وَ الذِّلَّة	ابوداؤد	54
6	الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخُونُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ التَّقْوَى هَا هُنَا بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنْ الشَّرِّ أَنْ يَحْتَقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ	جامع ترمذی	71
7	المسْلِمُ مَنْ سَلِمَ المسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالمهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ	صحیح بخاری	52
8	أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ حُبَّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ قَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ	صحیح مسلم	74
9	اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ	جامع ترمذی	89
10	أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَنْزِلُ إِلَى الْعِبَادِ لِيَقْضِيَ بَيْنَهُمْ وَكُلُّ أُمَّةٍ جَاثِيَةٌ فَأَوَّلُ مَنْ يَدْعُو بِهِ رَجُلٌ جَمَعَ الْقُرْآنَ وَرَجُلٌ يَقْتَتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَرَجُلٌ كَثِيرُ الْمَالِ فَيَقُولُ اللَّهُ لِلْقَارِئِ أَلَمْ أُعَلِّمْكَ مَا أَنْزَلْتُ عَلَى رَسُولِي قَالَ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا عُلِّمْتَ قَالَ كُنْتُ أَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ	جامع ترمذی	59

	وَآنَاءَ النَّهَارِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُولُ لَهُ الْمَلاَئِكَةُ كَذَبْتَ وَيَقُولُ اللَّهُ بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ إِنَّ فُلاَنًا قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ وَيُؤْتَى بِصَاحِبِ الْمَالِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ أَلَمْ أُوَسِّعْ عَلَيْكَ حَتَّى لَمْ أَدَعْكَ تَحْتَاجُ إِلَى أَحَدٍ قَالَ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا آتَيْتُكَ قَالَ كُنْتُ أَصِلُ الرَّحِمَ وَأَتَصَدَّقُ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُولُ لَهُ الْمَلاَئِكَةُ كَذَبْتَ وَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلاَنٌ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ وَيُؤْتَى بِالَّذِي قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ فِي مَاذَا قُتِلْتَ فَيَقُولُ أُمِرْتُ بِالْجِهَادِ فِي سَبِيلِكَ فَقَاتَلْتُ حَتَّى قُتِلْتُ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُولُ لَهُ الْمَلاَئِكَةُ كَذَبْتَ وَيَقُولُ اللَّهُ بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلاَنٌ جَرِيءٌ فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ ثُمَّ ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رُكْبَتِي فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أُولَئِكَ الثَّلاَثَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللَّهِ تُسَعَّرُ بِهِمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ		
11	إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ	جامع ترمذی	72
12	اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا	ابن ماجہ	89
13	إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ، وَلاَ تَحَسَّسُوا، وَلاَ تَجَسَّسُوا، وَلاَ تَنَاجَشُوا، وَلاَ تَحَاسَدُوا، وَلاَ تَبَاغَضُوا، وَلاَ تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا	صحیح بخاری	37
14	بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً	صحیح بخاری	34
15	رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، وَيَقُولُ: مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ، مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ حُرْمَةً مِنْكِ، مَالِهِ، وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا	ابن ماجہ	71

16	رِضَا الرَّبِّ فِيْ رِضَا الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ	صحیح بخاری	89
17	حَقُّ الْوَلَدِ عَلیٰ الْوَالِدِ أَنْ يُّحْسِنَ إِسْمُه وَيُحْسِنَ أَدَبُه	شعب الایمان	17
18	طلب العلم فريضة على كل مسلم	ابن ماجہ	101
19	فَالْزَمْهَا فَإِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَيْهَا	سنن نسائی	89
20	فإن يتركوهم وما أرادوا هلكوا جميعا	صحیح بخاری	19
21	فَوَ اللهِ لَأَنْ يَّهْدِیَ اللهُ بِکَ رَجُلاً وَاحِدًاخَيْرٌ لَّکَ مِنْ حُمُرِ النِّعَمِ	صحیح مسلم	18
	کَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّکُوْنَ کفْرًا	مشکوٰۃ المصابیح	54
22	كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْخَيْرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنْ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَنَا اللَّهُ بِهَذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهُ قَالَ قَوْمٌ يَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ إِلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صِفْهُمْ لَنَا فَقَالَ هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ	صحیح بخاری	33
23	كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ فَإِنْ رَأَى أَحَدٌ قَصَّهَا فَيَقُولُ مَا شَاءَ اللَّهُ فَسَأَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ رُؤْيَا قُلْنَا لَا قَالَ لَكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخَذَا بِيَدِي	صحیح بخاری	31

	فَأَخْرَجَانِي إِلَى الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهِ كَلُّوبٌ مِنْ حَدِيدٍ قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ مُوسَى إِنَّهُ يُدْخِلُ ذَلِكَ الْكَلُّوبَ فِي شِدْقِهِ حَتَّى يَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخَرِ مِثْلَ ذَلِكَ وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهُ هَذَا فَيَعُودُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ قُلْتُ مَا هَذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا - - - - - أَمَّا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الْآفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ - - - - -		
24	كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ	صحیح مسلم	33
25	لاَ عَدْوَى وَلاَ صَفَرَ، وَلاَ هَامَةَ	صحیح بخاری	93
26	لا يَدْخُلُ الجنَّةَ لحمٌ ودمٌ نُبِتَا علَى سُحتٍ النَّارُ أَوْلى به	ابن حبان	40
27	لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ	صحیح بخاری	113
28	لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنْ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ	صحیح مسلم	43
29	لُعِنَ عَبْدُ الدِّينَارِ لُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ	جامع ترمذی	57
30	لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي	جامع ترمذی	43, 74
31	لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمانٌ، لا يُبالِي المرْءُ بما أخَذَ المالَ، أمِنْ حَلالٍ أمْ مِن حَرامٍ	صحیح بخاری	41
32	لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الغَضَبِ	صحیح بخاری	48

33	لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيرِنَا	جامع ترمذی	46
34	لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ، يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا، يُعْزَفُ عَلَى رُءُوسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ، وَالْمُغَنِّيَاتِ، يَخْسِفُ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ، وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ	ابن ماجه	86
35	مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ	جامع ترمذی	57
36	مَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ	ابو داؤد	98
37	مَنْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِ مُؤْمِنٍ وَلَوْ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ، لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ	ابن ماجه	72
38	مَنْ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنْ النُّجُومِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنْ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ	ابو داؤد	97
39	نَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَصِيرٍ فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً فَقَالَ مَا لِي وَمَا لِلدُّنْيَا مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا	جامع ترمذی	56
40	نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، الصِّحَّةُ، وَالْفَرَاغُ	ابن ماجه	26
41	وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنْ النَّارِ	صحیح بخاری	34
42	يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا. فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ! وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ	آبو داؤد	64

مصادر ومراجع

عربی کتب

القرآن الکریم

ابن ماجه، ابو عبد الله محمد بن یزید، سنن ابن ماجه

ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، (دار احیاء التراث العربی بیروت ، 1988ء)

أبو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی ، سنن ابی داؤد، (1437ھ)

السیوطی، عبد الرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین، تاریخ الخلفاء

بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح

تبریزی، ابو عبداللہ محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب

ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی

تطبیق الدیانۃ الاسلامیہ، محمد فرید وجدی ،(قاھرہ 1948ء)

عبد العزیز بن المرزوق الطریفی، التفسیر والبیان لاحکام القرآن(الریاض، مکتبہ دار المنهاج، طبع ثانی 1439ھ)

مسلم، ابو الحسین مسلم بن حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، (دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان)

اردو کتب

ابو الحسان مفتی محمد طاہر تبسم قادری، مومن کی آذاں ومعہ موجودہ نسل اور دینی تعلیم (مکتبہ شمس و قمر جامعہ حنفیہ غوثیہ بھاٹی چوک لاہور جنوری 2014ء)

ابو عمار، مولانا زاھد الراشدی، ”مغرب، توہین رسالت اور امت مسلمہ“،(ماہنامہ الشریعہ، مارچ 2006ء)

ابو عمار، مولانا زاھد الراشدی، ”سائنس اور ٹیکنالوجی سے اسلام کا کوئی ٹکراؤ نہیں“،(روزنامہ ”پاکستان“، 14 جنوری 2009ء)

احمد علی کورار، ”اخلاقیات اور مذہب کا ربط“(مکالمہ ڈاٹ کام، 13 جنوری 2021ء)

اختر امام عادل قاسمی، قرآن کریم کی روشنی میں افراد سازی، (ماہنامہ دار العلوم، 2011ء)

اردو پوائنٹ، ”اسلام آباد کے بینظیر انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر جنید جمشید پر تشدد“(28 مارچ 2016ء)

القرضاوی، علامہ یوسف، وقت کی قدر کیجیے (مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، اشاعت 2014ء)

الہندی، علی متقی ابن حسام الدین، کنز العمال فی سنن القوال والافعال، (کراچی: دار الاشاعت)
امام غزالی، احیائے علوم، (مکتبہ امدادیہ، پشاور 2003ء)
انجینئر محمد شکور، ”مساجد کا نظام برائے اصلاحِ معاشرہ“، (ماہنامہ ”حجاب اسلامی“)
بشیر چوہدری، ”10 برس میں 60 لاکھ پاکستانی باہر گئے“، (اردو نیوز، 14 اگست 2020ء)
پروفیسر غلام رسول چیمہ، مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ، (علمی کتب خانہ اردو بازار لاہور، 1978ء)
پروفیسر سیما گپتا، ”نوجوانوں پر سوشل میڈیا کے 10 حیران کن اثرات“ (پروفیسر سیما ڈاٹ کام، 13 جولائی 2020ء)
خالد سیف اللہ رحمانی، ”مادّہ پرستی کا غلبہ روحانیت کیلئے نقصان دہ ہے“ (انقلاب ڈاٹ کام، 14 فروری 2020ء)
خطبات حرمین، مترجم محمد منیر قمر، (2011ء)
خلیل الرحمٰن جاوید، جانب حلال، (2011ء)
ڈاکٹر تاج الدین الازہری، مثالی معاشرہ کی راہ میں حائل رکاوٹیں اور سیرت طیبہ کی روشنی میں ان کا تدارک
ڈاکٹر حافظ محمد اِسحاق زاہد، زاد الخطیب، (2012ء)
ڈاکٹر سید نعیم بادشاہ، ڈاکٹر عزیز الدین، ”سوشل میڈیا کا استعمال اخلاقیات اور شریعت کے نقطہ نظر سے: ایک تفصیلی جائزہ“، (الایضاح، 2019ء)
ڈاکٹر شاہد امین، ڈاکٹر گلزار علی، سوشل میڈیا پر ہتک انسانی کا بڑھتا ہوا رجحان: اَسباب اور تدارک اسلامی تعلیمات کے تناظر میں، (علوم اسلامیہ ودینیہ، 2021ء)
ڈاکٹر محمد امین، ”تعلیم کی اسلامی تشکیل نو ناگزیر ہے“، (التبیین، 2019ء)
ڈاکٹر محمد امین، تعلیمی ادارے اور کردار سازی (لاہور، عزیز بکڈپو 1997ء)
ڈاکٹر محمد امین، ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل، (لاہور: قاسم پرنٹرز 2010ء)
ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات تعلیم، (کراچی: زوار اکیڈمی پبلیکیشنز 2017ء)
سمیہ یوسف، ”اولاد کی تربیت میں سوشل میڈیا کا کردار اسباب و اثرات کے تناظر میں جائزہ“، (اسلامک سائنسز، 2021ء)
شاہد افراز خان، ”روزگار کے نئے مواقع، وقت کا اہم تقاضا“، (روزنامہ ”پاکستان“، 31 اگست 2021ء)
شکیل رشید، ”سیالکوٹ کا واقعہ اور کئی سوال“، (بصیرت آن لائن 4 دسمبر 2021ء)
عبد المجید صدیقی، مذہب اور تجدید مذہب، (مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، 1990ء)
عثمانی، علامہ شبیر احمد، تفسیر عثمانی (کراچی، تاج کمپنی لمیٹڈ، طبع 1989ء)

عثمانی، محمد تقی، ہمارا تعلیمی نظام (کراچی: مکتبہ دار العلوم 2005ء)
عثمانی، محمد تقی، اسلام اور دور حاضر کے شبہات و مغالطے (کراچی: زمزم پبلشرز 2014ء)
عثمانی، محمد تقی، حقوق العباد اور معاملات (ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ 1426ھ)
عثمانی، محمد تقی، عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟ (کراچی، مکتبہ دار العلوم، طبع دوم: 1405ھ)
عثمانی، محمد تقی، فقہی مقالات (کراچی، میمن اسلامک پبلشرز، طبع: دسمبر 1993ء)
عثمانی، محمد تقی، نفاذ شریعت اور اس کے مسائل، (کراچی، مکتبہ دار العلوم، طبع جدید 2002ء
عروسہ صدیق، "کارٹون کے نقصانات"، (روزنامہ "نوائے وقت"، 19 جون 2018ء)
علامہ اقبال، کلیات اقبال، (اقبال اکیڈمی، لاہور)
علامہ سید محمود آلوسی، روح المعانی، (دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، طبع 1420ھ، 1999)
علامہ عبد الرؤف رحمانی جھنڈانگری، دینی تعلیم و تربیت کے اصول و آداب (گوجرانوالہ، دار ابی الطیب للنشر والتوزیع 2016ء)
علامہ عماد الدین عندلیب، نقوش رفتگاں (اسلام آباد، ادارۃ التحقیق والادب طبع جدید 2021ء)
عمر اثری، "علماء کرام سے تنفیر کا فتنہ - اسباب و علاج"، (محدث فورم، 24 جولائی 2018ء)
فرحان خان، "بڑھتے ہوئے جنسی جرائم کے اسباب کیا ہیں؟"، (روزنامہ "جسارت"، 11 جولائی 2021ء)
فرحان خان، "نسل نو میں منشیات کا بڑھتا ہوا رجحان"، (روزنامہ "جنگ"، 5 دسمبر 2020ء)
قاری صہیب احمد میر محمدی، دعوت دین کے بنیادی اصول (قصور: کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ، 2017ء)
قاری عبد الرشید، "بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے والدین نمونہ بنیں"، (روزنامہ "جنگ"، 31 جنوری 2020ء)
کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن (انڈیا، دہلی، فرید بکڈپو، طبع جدید: 2001ء)
کاندھلوی، مولانا محمد زکریا، فضائل تبلیغ (لاہور، المصباح، اردو بازار، طبع جدید 2000ء)
گیلانی، مولانا سید مناظر احسن، پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت (لاہور، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار)
محمد اسحاق ملتانی، کایا پلٹ، (ملتان، چوک فوارہ، ادارہ تالیفات اشرفیہ، طبع اول: 1442ھ)
محمد اشرف ظفر، مذہبی اور سیاسی فرقہ بندی، (مکتبہ اخوت اردو بازار لاہور، طبع دوم 1987ء)
محمد اقبال کیلانی، زکوٰۃ کے مسائل، (الریاض: مکتبہ بیت السلام 2011ء)
محمد اقبال، ڈاکٹر فیض اللہ بغدادی، "سوشل میڈیا کا استعمال اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں"، (العرفان، 2007ء)
محمد سعید الرحمٰن علوی، اسلامی حکومت کا فلاحی تصور (لاہور: قرآن کمپلیکس 2006ء)

محمد متین خالد، حقوق انسانی کی آڑ میں: حقوق انسانی کے نام پر، (ملتان: مجلس تحفظ ختم نبوت 2003ء)
محمد انور بن اختر، عالم اسلام پر یہودی و نصاریٰ کے ذرائع ابلاغ کی یلغار (کراچی: ادارہ اشاعت اسلامی)
مصطفٰی حبیب صدیقی، "پاکستانی صنعت کو ہنر مندوں کی تلاش، ٹیکنکل تعلیم وقت کی ضرورت"، (روزنامہ "دنیا"، 25 جنوری 2021ء)
مصطفٰی سعید الخن، قواعد اصولیہ میں فقہاء کا اختلاف اور فقہی مسائل پر اس کا اثر (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی 2002ء)
مفتی محمد راشد ڈسکوی، "ماہ صفر کی بدعات اور ایک من گھڑت حدیث کا جائزہ"، (ماہنامہ دارالعلوم، 2012ء)
مفتی محمد شاہد، "تعصب ناسور سے بھی بدتر ہے"، (ماہنامہ دار العلوم، 2010ء)
مفتی محمد شبیر قادری، "آئمہ فقہ کے درمیان اختلاف کی کیا وجوہات ہیں؟"، (دی فتویٰ ڈاٹ کام، 26 مارچ 2017ء)
مہذب لکھنوی، مہذب اللغات، (محافظ اردو بک ڈپو منصور نگر نیا محل لکھنو، فروری 1968ء)
مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، فقہی مقالات (کراچی، زمزم پبلشرز، طباعت: جون 2009ء)
مولانا محمد منصور احمد، "توہم پرستی کی بیماری سے بچیں"، (کلمہ حق، 2017ء)
مولانا محمد منظور نعمانی، معارف الحدیث (پاکستان، سندھ، شہداد پور، دار العلوم الحسینیہ، مکتبہ المعارف)
مولوی فیروز الدین، جامع فیروز اللغات اردو، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی
نادر شاہ، "فکر و خیال: سائنس - انسان کے لیے ایک ایندھن"، (روزنامہ "مشرق"، 16 اکتوبر 2020ء)
ناصر الدین، "پاکستانی دینی مدارس و عصری تعلیمی اداروں کا سماجی تشکیل میں کردار: فقہ السیرۃ کے تناظر میں"، (العلم، 2019ء)
ندوی، ابو الحسن علی، تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات، (کراچی، مجلس نشریات اسلام)
ندوی، ابو الحسن علی، دعوت فکر و عمل (مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنو، اشاعت 1999ء)
ندوی، ابو الحسن علی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (کراچی، مجلس نشریات اسلام)
ندوی، ابو الحسن علی، اسلام اور ملت اسلامیہ عہد جدید میں (سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ، سال اشاعت 2006ء)
ندوی، ابو الحسن علی، مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں (مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد کراچی، س، ن)
ہارون قریشی، "خاص مضمون: والدین اور اولڈ ہومز؟"
وارث سرہندی، قاموس مترادفات، (اردو سائنس بورڈ اپر مال روڈ لاہور، 2001ء)

English Books:

Amedie, Jacob. (2015) "The Impact of Social Media on Society", Pop Culture Intersections

Encyclopedia of Religion and Ethics, Charles Schribner’s Sons, First Avenew New York, 1908; The New Encyclopedia of Britannica, Inc USA

Keipi Teo, Näsi Matti, Oksanen Atte & Räsänen Pekka. (2016) Online Hate and Harmful Content: Cross-National Perspectives. Taylor & Francis

Masood, Ehsan. (2009) Science & Islam: A History. Icon Books Ltd.

Ormerod, Katherine. (2018) Why Social Media is ruining your life, Octopus

Ronald Jhonstone, (1975) Religion and Society, Inc Englewood cliffs

Leuba, James H. (1934) God or man

Websites:

http://www.fikrokhabar.com/ur/content-details/3665/essays/mazhab-aur-aaj-ke-naujwan-news.html

https://www.inquilab.com/features/articles/materialism-dominance-are-bad-for-soul-12056

https://www.parhlo.com/halal-wine-unfathomable-concept-muslims-just-turned-reality/

https://www.profseema.com/ur/digital-marketing-2/10-shocking-impacts-of-social-media-on-youth/

http://zahidrashdi.org/58

https://www.thefatwa.com/urdu/questionID/4058/

سروے

- سوالنامہ بنا کر تین مختلف یونورسٹیوں کے طلباء سے سروے کیا گیا۔
- ہر سوالنامہ میں بیس(20)سوال بنائے گئے۔
- اسی(80)طلباء سے اس سوالنامہ کو فل کرا گیا۔

حاصل

- نوجوان طلباء کے ہاں مذہب سے دوری کی وجوہات، تعلیم و تربیت کا فقدان
- سوشل میڈیا، اخلاقیات کی کمی، مادہ پرستی، دینی ماحول کی عدم دستیابی، گھریلو ماحول کا دینی نہ ہونا
- تدارک کے حوالے سے نوجوان کے آرا
- نوجوان طلباء کیلئے اسلامی و مذہبی مجالس اور ورکشاب کا انعقاد
- نوجوان طلباء کو یہ باور کروانا کہ اصل کامیابی دین میں ہی ہے
- مذہب کو اپنانے کیلئے مشقت کا سامنا کرنا

انٹرویوز

- یونورسٹیز کے پروفیسرز اور لیکچرار سے لیا گیا ہے۔
- مدارس کے معلمین اور علماء اکرام سے لیا گیا۔

مقصد

- موضوع تحقیق کی ضرورت و اہمیت کو جاننا۔
- عصر حاضر کے نوجوان طلباء میں مذہب سے دوری کی وجوہات و اسباب کے دریافت کرنا۔
- نوجوان طلباء میں اخلاقیات کی کمی کو پورا کرنے کیلئے کون سے اقدامات کیے جانے چاہیں۔
- ایسے کون سے اقدامات کیے جائیں کہ نوجوان طلباء کو مذہب کے قریب لایا جائے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات اور سنت رسولؐ کی اتباع کو یقینی بنایا جائے۔

نتائج/حاصل

- گھر کے افراد میں دینداری نہیں۔

- الیکٹرانک اور سوشل میڈیا مذہب و دین سے دوری والے ماحول کو پرکشش بنا کر پیش کرتا ہے۔
- سوشل میڈیا کے استعمال میں حد سے تجاوز کر جانا۔
- نفس امارہ سے نفس مطمئنہ بنانے کیلئے مستقل محنت چاہیے ہوتی ہے
- مذہب سے قربت میں کشش نہیں۔
- الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کی وجہ سے پہناوے میں، لباس میں، وضع قطع میں مذہب سے دور لوگوں کی نقالی کرنا اور ان کو اپنانا اور باعث عزت تصور کرنا۔

تدارک

- عقیدے کی پختگی۔
- اندرونی اور بیرونی مواقع پر اسلامی ماحول کا میسر آنا۔
- ایسے افراد کا میسر آنا جو کہتے ہوں وہ کرتے ہوں۔
- حکومتی سطح پر مذہب کی حوصلہ افزائی ہو۔
- دینی نصاب تعلیم پر نظر ثانی ہونی چاہیے۔